

مخصوص کارڈ۔

مصنف ،، ۔

عنوان ،، ۔

ترتیب ،، ۔

اُردو خطوط۔

بھارت اور پاکستان کے ہر ہندو مسلمان میں اپنے نظم و نثر کلام
کے ذریعہ آزادی کی روح پیدا کرنے والے اور انگریزی تہذیب کی
خرابیوں سے ہندو مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کرنے والے
حضرت مولانا سید اکبر حسین اکبر آلہ آبادی کے

خطوط اکبر بنام خواجہ حسن نظامی

جو آج کل بھارت اور پاکستان میں نایاب ہو گئے ہیں
مینیجر [illegible] شمس العلما حضرت خواجہ حسن نظامی
زت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے
سنہ ہجری اپریل ۱۹۵۳ سنہ عیسوی میں

تیسری بار

مجبوب مطبع برقی پریس اردو بازار دہلی میں طبع کرا کر
ڈاک خانہ حضرت نظام الدین نئی دہلی سے شائع کئے

طبع سوئم
قیمت ایک روپیہ

مظلومہ مرحومہ حور بانو کی روح سے منسوب

حضرت اکبر الہ آبادی کے خطوط کا یہ تیسرا ایڈیشن میں اپنی مظلومہ مرحومہ بیٹی حور بانو کی پاک روح سے اس لئے منسوب کرتا ہوں کہ حضرت اکبر کو اس سے بہت زیادہ محبت تھی۔ اور جو انقلاب ۱۹۴۷ء کے بعد اپنے شوہر کے ساتھ پاکستان چلی گئی تھی اور وہاں خانگی مصائب میں مبتلا رہ کر دنیا سے رخصت ہوئی اور درگاہ حضرت میاں میر رح میں بمقام لاہور دفن ہوئی۔ اور میں دہلی میں نظر بندی کی پابندی کے سبب اس سے ملنے لاہور نہ جا سکا تھا۔

حور بانو میری پہلی بیوی حبیب بانو کی لڑکی تھی میری مرید تھی اور تقریر و تحریر میں یگانہ روزگار تھی۔ اور حضرت اکبر اس کو اپنی اولاد کی طرح محبوب سمجھتے تھے۔

حسن نظامی دہلوی

شعبان ۱۳۷۲ھ اپریل ۱۹۵۳ء

۷۸۶ ہوالکل یامعین

بسم اللہ الرحمان الرحیم

حضرت مولانا سید اکبر حسین صاحب اکبر الہ آبادی کے خطوط

خواجہ حسن نظامی دہلوی کے نام

حمد اور درود کے بعد حسن نظامی دہلوی حضرت اکبر الہ آبادی کے اُن خطوط کا مجموعہ تیسری بار شائع کرتا ہے جو ۱۹۱۱ء اور اس کے بعد میرے نام آئے تھے۔

دو سال پہلے کراچی پاکستان میں بزم اکبر قائم ہوئی تھی۔ اور پاکستان کے سب وزیر اور گورنر اس مجلس میں شریک ہوئے تھے۔ اور بزم اکبر کے ذریعہ کلام اکبر شائع کرنے کے اعلان ہوئے تھے۔ مگر نتیجہ خاطر خواہ نہیں نکلا۔ میرے دوست ملا محمد واحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ کراچی بزم اکبر ناظم قلم کار مقرر ہوئے تھے۔ بھارت اور پاکستان کے کروڑوں طلب گارانِ کلام اکبر خوشیاں مناتے تھے کہ ہندوستان کے سب سے بڑے مقبول خاص و عام شاعر کا کلام اب گھر گھر پہنچ جائیگا۔ مگر یہ چرچہ چند روز کے بعد ختم ہوگیا۔ اور میں نے ارادہ کیا کہ میں کلام اکبر اور خطوط اکبر کی اشاعت کا بندوبست کروں۔ اپنے دفتر کے چار گودام دیکھے مگر خطوط اکبر حصہ اول اور مکاتیب اکبر حصہ دوئم کی ایک جلد بھی نہیں ملی۔ آخر واحدی صاحب کو لکھا۔ لاہور میں خواجہ حسن نظامی کتاب گھر کے کارکن

محمد حسین نظامی کو لکھا۔ مولانا عبد الماجد صاحب دریا آبادی ایڈیٹر اخبار صدق کو لکھا۔ مگر کہیں سے خطوط اکبر نہیں ملے۔ آخر میرے لڑکوں نے اطلاع دی کہ جامعہ ملیہ دہلی کی لائبریری میں آپ کی دی ہوئی کتاب خطوط اکبر موجود ہے۔ میں نے وہاں سے منگا کر ایک کاتب کو دی کہ جلدی کتابت کر دو۔ کاتب صاحب نے کتاب کی جلد توڑی اور اوراق الگ کر کے کتاب لکھنی شروع کی۔ ابتدائی حصہ لکھ کر لائے تو مجھے بڑا صدمہ ہوا۔ کتابت بھی خراب تھی۔ مجبوراً ان سے کام لے لیا اور دوسرے کاتب سے کتاب لکھوائی۔

طبع اول ناقص تھی

اصل حقیقت یہ ہے کہ میرے پاس حضرت اکبر کے بہت زیادہ خطوط تھے۔ اور انکی وفات کے بعد میں نے ان کو شائع کرنا چاہا تو ان کے فرزند سید عشرت حسین صاحب اور ان کے بچوں کی مصلحت کے سبب وہ خطوط درج نہیں کئے جن سے انگریزی حکومت کے ناراض ہونے کا اندیشہ تھا۔

دوسری خرابی یہ ہوئی کہ میری بیماری کے سبب میرے دفتر والوں نے ترتیب کا خیال نہ کیا۔ اور کاتب صاحب نے ترتیب خراب کر دی۔

اب ۱۹۵۳ء میں جب ان خطوط کی اشاعت کی تیاری ہوئی تو میری بینائی اور صحت کی خرابی کے سبب پہلے سے زیادہ مشکلات پیش آئیں۔

بھارت اور پاکستان کے ہر گھر میں
یہ خطوط پہنچا دونگا

چونکہ حضرت اکبر کے کلام نے بھارت اور پاکستان کے باشندگان میں

انگریزی حکومت اور انگریزی تہذیب سے آزاد ہونے کا جذبہ پیدا کیا تھا۔
اس لئے میں یہ خطوط بھارت اور پاکستان کے امیروں اور غریبوں میں تقسیم کرنے
چاہتا ہوں۔ اور اسی لئے ان کی قیمت لاگت سے بہت کم رکھی گئی ہے۔

بھارت اور پاکستان کے اخباروں سے درخواست

کرتا ہوں کہ وہ اپنے اخباروں میں اعلان کر دیں کہ مجموعہ خطوط اکبرؒ اک خانہ
حضرت نظام الدین نئی دہلی دفتر خواجہ حسن نظامی سے جلدی منگا لیا جائے اور
گھر گھر تقسیم کیا جائے۔

میں نے باوجود کاغذ کی گرانی اور نایابی کے اس کی قیمت محض لاگت کے
حساب سے مقرر کی ہے۔ نفع ایک پائی کا بھی نہیں رکھا۔

حضرت اکبر آزادی کا راستہ بنانے والے تھے

اور انگریز حکومت میرے اور ان کے خلاف تھی۔ اور مجھے کئی سال تک
ان سے ملنے اور الہ آباد جانے کی ممانعت رہی۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں
ان کی وفات کے وقت وہاں پہنچ گیا تھا۔ اور میرا ہاتھ پکڑے پکڑے
ان کی وفات ہوئی تھی۔

آخری شعر

حضرت اکبر کا سانس ختم ہوتے ہی ان کے فرزند سید عشرت حسین صاحب
نے مجھ سے کہا کہ ابھی ابا نے اپنی نوٹ بک میں کچھ لکھا تھا۔ میں نے
فوراً وہ نوٹ بک دیکھی تو یہ شعر لکھا ہوا تھا۔

گاندھی میں سب بھلائی لیکن وہ محض بے بس
صاحب میں سب برائی لیکن وہ خوب چوکس
دنیا تو چاہتی ہے ہنگامہ شروعِ جن
اور یاں ہے جیب خالی جو مل گیا سو بھوجن

جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اکبر نے زندگی کے آخر میں بھی مہاتما گاندھی کی تعریف اور انگریزوں کی برائی تحریر فرمائی تھی۔

حور بانو کا ذکر

میری مرحومہ لڑکی حور بانو کا ان خطوط میں بہت زیادہ ذکر آیا ہے اس لئے تمہید میں اس کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

حور بانو میری مرحومہ بیوی کی لڑکی تھی۔ اس کی ماں کی وفات کے بعد میں نے سات برس تک دوسرا نکاح اس لئے نہیں کیا تھا کہ حور بانو کو سوتیلی ماں کے ہاتوں تکلیف نہ ہو اور میں ہر سفر میں حور بانو کو ساتھ رکھتا تھا۔ اور جب حضرت اکبر کے پاس جاتا تھا تو حور بانو بھی میرے ساتھ الہ آباد جایا کرتی تھی۔ حضرت اکبر کی بہنیں حور بانو سے بہت محبت کرتی تھیں۔ اور حضرت اکبر اپنے چھوٹے لڑکے سید ہاشم سے اس کی شادی کرانا چاہتے تھے مگر سید ہاشم کی وفات ہو گئی تو میں نے حور بانو کا نکاح اپنے خاندان میں کر دیا۔

آج کل حضرت اکبر کے پوتے اور بہو کراچی پاکستان میں ہیں اور حضرت اکبر کے کلام کا مجموعہ یعنی کلیات اکبر کے سب حصے ملا محمد واحدی صاحب ناظم بزم اکبر پوسٹ بکس نمبر ۴۳۴ کراچی نمبر ۳ سے مل سکتے ہیں۔ میں نے خطوط اکبر زیادہ تعداد میں اس لئے طبع کرائے ہیں کہ بھارت اور پاکستان کے ہر گھر میں حضرت کے یہ خطوط باقی رہیں۔ میں نے اس مجموعے کی قیمت بھی لاگت سے کم رکھی ہے اور چاہتا ہوں کہ کلیات اکبر بھی کم قیمت پر بھارت اور پاکستان میں فروخت کر دوں۔ یعنی ان کے وارثوں سے مقررہ قیمت پر خرید کر آدھی قیمت پر تقسیم کروں اور ان کا کلام ہر ہندو مسلمان تک پہنچ جائے۔ الہ آباد میں ان کے مزار کو بھی ایسا بنانا چاہتا ہوں جو ان کی شان کے قابل ہو۔ لہذا میرے تعلق والے اس کام میں میری مالی مدد کریں۔

حسن نظامی

ھو الکل یا معین

خدا کی حمد اور رسولؐ کے درود کے بعد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

خطوط حضرت اکبر الٰہ آبادی

پہلا خط

مرید پرور سلامت - ارادت دلی - کوئی عنایت نامہ آپ کا نہیں پہنچا، خوشی ہوئی کہ آپ اچھے ہیں، خدا اچھا رکھے "اب کوئی صورت آنے کی نظر نہیں آتی" اس سے بہت مایوسی ہوئی، ہاشم کے سبب سے مقید ہوں کسی تعطیل میں ان کو ساتھ لیکر آسکتا ہوں، بہت گھبراتا ہوں کہ کیا کروں - حور بانو کو دعا

خاکسار - اکبر - ۱۷ جنوری ۱۹۱۱ء

چونکہ کانپور کی مسجد توڑنے کے خلاف میں نے جامع مسجد میرٹھ میں کچھ تکبیر عنوان سے بہت سخت تقریر کی تھی اس لئے یوپی کے لفٹنٹ گورنر سر جیمس مسٹن نے میرا الہ آباد جانا بند کر دیا تھا - حسن نظامی

دوسرا خط مکرمی، سب سے پہلے میں حور بانو سلمہا کی خیریت پوچھوں گا، آپ نے عجب حسرت انگیز لفظوں میں اس کی علالت کی خبر لکھی تھی - میں تو تار دیتا لیکن دوران سر کا دورہ پڑا رہ گیا - میں بھی پیچش میں مبتلا تھا - دو دن سے کچھ افاقہ ہے - آپ نے خوب سیریں کیں حضرت اقبال کی مشغولی فی الطاعۃ سے نہایت خوشی ہوئی اس سے دل لگ جائے تو سلطنت ہیچ ہے

چو مجنوں سر برآورد از تہ خاک ندا آمد بدو از ایزد پاک

کہ اے مجنوں چہ آوردی بدرگاہ — بر آمد از دل مجنوں یکے آہ

کہ چنداں شور لیلا در سرم بود — کجا پروائے روز محشرم بود

جب لیلا کے تصور میں یہ محویت تھی تو لیلا آفریں کی محبت میں کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔ میں ان کو مبارک باد لکھوں گا۔ انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں وہ مجھے اصرار و شوق کے ساتھ مدعو کرتے ہیں۔ میری اسیری و معذوری کے حالات سے وہ آگاہ نہیں ہیں۔ خدا مسبب الاسباب ہے شاید نجات پا جاؤں۔ میر نیرنگ صاحب کو بھی مبارک باد دوں گا۔ خطاب لسان العصر تو انہی کا عطا کیا ہوا ہے۔ اللہ ان کو فرید عصر کرے۔ آپ کے بھی بڑے مراتب ہیں کہ آپ طاعت گزاروں کے عاشق و طالب ہیں۔ میں نے ایک مقطع کہا تھا ؎

ناز ہے اپنی طبیعت پہ ہمیں اے اکبر — ہیں بہیبت میں اور اللہ سے خوش ہوتے ہیں

دعا فرمائیے کہ اسی پر استقامت ہو۔ حضرت علیؑ کے مقولہ پر مطمئن ہو کر آپ بیٹھے رہے۔ خدا کرے امام آخر الزماں اشارت فرمائیں کہ اکبر سے مل آ۔ زمیندار صاحب نے مجھ کو بھی ایک اسامی سمجھ رکھا ہے۔ تار پر تار آئے کہ پیغمبر نمبر کے لئے کچھ بھیجئے۔ اول تو پیغمبر پر نمبر کیسا۔ لیکن اس خیال سے چپ ہو رہا ؎

عہد انگلش ہی ہے ہر چیز کے اندر نمبر — کیا تعجب ہے جو نکلا ہے پیغمبر نمبر

اچھا نہ تھا۔ طبیعت حاضر نہ تھی۔ بالآخر چار مصرعے لکھ بھیجے ؎

مہر و مہ خوش ہیں روز خوش شب خوش — وحشی دشت خوش مہذب خوش

ہیں غرض آپ کی ولادت سے — مسٹر ابلیس کے سوا سب خوش

حور بانو کی خیریت لکھیے، آئیے تو اس کو ساتھ لائیے۔ اکبر ۲۹ فروری سنہ ۱۹۱۲ء۔ الہ آباد

میں نے حضرت اکبر کو لکھا تھا کہ میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسے میں گیا تو ڈاکٹر محمد اقبال کے ہاں ٹھہرا تھا ان کو اور میر نیرنگ کو عبادت گزار پایا تھا۔ حسن نظامی

حضرت اکبر کا خط

ڈیر خواجہ صاحب۔ آپ کے خط سے صاف نہ معلوم ہوا کہ آپ کو خرابی صحت نہیں چھوڑتی یا دہلی نہیں چھوڑتی یا خرابی صحت کے سبب سے آپ دہلی نہیں چھوڑ سکتے خدا کرے اب آپ اچھے ہوں میں نے ہاشم سے پوچھا تھا کہ میں دو دن کے لئے دہلی میں خواجہ صاحب کی عیادت کر آؤں۔ وہ کہنے لگے کہ میں بھی ساتھ چلوں گا۔ بالفعل اگرچہ وہ اسکول نہیں جاتے تیاری امتحان کی فرصت ہے لیکن ہم کی تیاری میں مصروف ہیں۔ تیاری کیا ہے۔ وقت ضائع ہو رہا ہے۔ میرا دل خون ہے لیکن آسمان دامن یار کو اسی خون کی گوٹ سے زینت دیا چاہتا ہے تو کیا چارہ ہے۔ کچھ نہ پوچھیے کہ کن تردداّت و مصائب میں ہوں سسرال کے رشتے کی ایک لڑکی جو انتظام طعام و حساب نویسی کرتی تھی وہ بھی چلی گئی ہے۔ کام تو ہوتے ہی چلتے ہیں لیکن بہت بے ٹھوکلنے۔

عشرت آخر مارچ میں شاید آئیں گے۔ ان کے لڑکے کا یہاں مکتب ہوگا، سیدھا سادہ، کاش آپ صحیح ہوں اور تشریف لا سکیں۔ دنیا کا رنگ اور انداز طبائع دیکھکر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کدھر تعلق کیا جائے، وطن و زمیندار کو آپ دیکھ رہے ہیں۔ حور کو دعا۔ واحدی صاحب کو سلام۔ خاکسار اکبر۔ ۳ مارچ ۱۹۱۲ء

لاہور کے اخبار زمیندار اور اخبار وطن کے آپس میں قلمی جنگ ہو رہی تھی اس کی طرف اس خط میں اشارہ ہے کیونکہ حضرت اکبر مسلمان اخباروں کا اتحاد چاہتے تھے۔ حسن نظامی

حبیبی و مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ آپ کی علالت کی خبر نے مجھ کو بہت تکلیف دی۔ آپ تو بالکل صحیح ہیں بلکہ صحت میں روز افزوں ترقی ہے۔ البتہ آپ کی تندرستی نہیں ہے اور اس سے ہی بڑا کام ہے۔ آپ کے لئے دل سے دعائے تندرستی کر رہا ہوں

اور باضابطہ دعا بھی کروں گا انشاء اللہ مطمئن رہیئے۔ کیا کہوں عجیب ضیق میں ہوں۔ اگر امکان ہوا تو آپ سے ملنے کو آؤں گا۔ کیفیت مزاج سے مطلع فرماتے رہیئے۔ آپ نے نہ لکھا کہ کیا شکایت ہے۔ کون معالج ہے۔ آپ ہیں کہاں۔

حور بانو سلمہا کو دعا۔ کل سے ہاشم بھی اچھے نہیں ہیں۔ معدے کی شکایت ہے۔ آج اسکول بھی نہ جا سکے۔ اسی وقت ڈاکٹر صاحب بلائے گئے ہیں۔

نیاز مند اکبر الہ آباد۔ ۸ر مارچ سنہ ۱۹۱۲ء

حضرت اکبر کی پہلی بیوی کے بیٹے اور پوتے ان کے خلاف ہو گئے تھے جن کی وجہ سے حضرت اکبر الہ آباد کی سکونت سے بیزار رہنے لگے تھے۔ حسن نظامی

جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل پرائیویٹ ہے۔ ع خموشی معنئے دارد کہ در گفتن نمی آید فتنہ فرو کرنے کی کوشش چاہیئے۔ ہر پہلو سے ہمارا ہی نقصان ہے۔ کیا اچھا ہو تا کہ آپ اگر کچھ اور لکھتے تو مجھ سے ملنے کے بعد، بہر کیف کچھ انتظار اور صبر کر کے نیک دلی اور صحیح خیال کے نافذ کرنے میں بھی نیک اور صحیح طریق کی ضرورت ہے۔ بوجہ نیاز مندی لکھتا ہوں۔ ورنہ مجھے کیا۔ میونسپل مولوی اور قومی شحنہ دونوں کو مکرم اور محترم سمجھتا ہوں اور ادب سے سلام کرنے کو تیار ہوں۔[1]

ا۔ ح۔ الہ آباد۔ ۲۵ر مارچ سنہ ۱۹۱۲ء

ڈاکٹر سر محمد اقبال کی کتاب اسرار بے خودی میں حضرت حافظ شیرازی اور تصوف کی مخالفت کے خلاف میں نے مضامین لکھے تھے جس سے اقبال مجھ سے خفا ہو گئے تھے۔ حسن نظامی

مکرمی۔ فتوائے فطرت یہی ہے کہ دہلی میں رہیئے۔ تکلیفیں اٹھایئے۔ باسلیقہ لوگ ہم لوگوں کے لئے عنقا ہوتے جاتے ہیں۔ فارسی بھول جایئے۔ غصہ کم ہو جائے گا۔

---

[1] حسن نظامی کے ایک سیاسی مضمون کی اشاعت پر نصیحت ہوئی تھی۔

میرٹھ کا سفر بھی اس موسم میں زحمت سے خالی نہ ہوا ہوگا۔ نواب صاحب کے موٹر سے گرنے کا افسوس ہوا اور اپنا شعر یاد آیا ؎

عزم کر تقلید مغرب کا ہنر کے زور سے
لطف کیا ہے لد لئے موٹر پہ زر کے زور سے

نواب صاحب کو آپ نے فرشتہ صفت لکھا ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے بھی زیادہ۔ فرشتے صرف نیک اور مقدس ہوتے ہیں عقل کی ان کو ضرورت نہیں کیونکہ صرف حکم خدا کی تعمیل کر دیتے ہیں۔ نواب صاحب عقلمند بھی ہیں۔ میرے قدم عنایت فرما ہیں حور کو پھر بلا لیجئے گا اردو آجائے۔ مذہب سے واقف ہو جائے بس کافی ہے۔ بہت پیاری لڑکی ہے اور واجب الرحم ہے۔

اکبر۔ الہ آباد ۲۲ مئی ۱۹۱۲ء

میں دہلی میں واحدی صاحب کے ہاں رہتا تھا۔ حور بانو کو تعلیم کے لیے بستی درگاہ کے گھر میں بھیج دیا تھا۔ اس لیے لکھا ہے کہ حور بانو کو دہلی میں اپنے پاس بلالو۔ حسن نظامی

مکرمی۔ پانی بند ہونے پر آپ کا مضمون خوب ہے۔ آپ کی نادرستی مزاج کا افسوس ہے۔ یہاں چلے آیئے بالا خانے پر تشریف رکھیے اب تو بارش کے دن ہیں۔ وہاں کے جھگڑوں سے نجات ملے گی۔

لیکن شاید آپ کے بغیر وہاں کے کاموں میں حرج ہو۔ میں خود سکون و بے تعلقی چاہتا ہوں اور وہ میسر نہیں۔ لیکن میں تو زیادہ جینے کا گنہگار ہوں۔ ہاشم سلمہ کو آپ کے ہاں سے زیادہ کہیں آرام نہیں مل سکتا۔ انہوں نے باوجود کم عمری کے آپ کی محبت و شفقت کو محسوس کیا اور مجھ کو لکھا۔ تمام رکھ رکھاؤ اجلا رہا۔ میں تہ دل سے منت پذیر ہوں۔ یہ سچ ہے کہ آپ کا گھر بھی نہیں رہا۔ لیکن ہمارے دلوں میں آپ کا گھر ہے

اکبر حسین۔ الہ آبادی۔ ۱۰ جون سنہ ۱۹۱۲ء

حضرت اکبر کے چھوٹے فرزند سید ہاشم دہلی میں آئے تو واحدی صاحب کے ہاں میرے مہمان ہوئے میں اس وقت جَو کی روٹی کھاتا تھا۔ ہاشم اس سے بہت متاثر ہوئے تھے کہ ہم سب کو عمدہ کھاتے اور خود جَو کی روٹی۔ حسن نظامی

مکرمی۔ دل یہی کہتا ہے کہ خاموش ہو رہو۔ بخدا کوئی دلچسپی دنیا سے نہیں رہی۔ یہ تو برسوں سے نہ تھی۔ شاید چالیس برس سے۔ البتہ ضرورت اس کی تھی تاکہ فراغ خاطر حاصل رہے۔ اب اسباب فراغ خاطر اس قدر کم ہو گئے کہ دنیا کچھ موافقت کرے بھی تو کیا۔ لیکن وہ موافقت کیوں کرنے لگی۔ اور اب تو وہ اس حالت میں ہے کہ صاحب بصیرت کو ادھر مائل ہونا بالکل ناممکن ہے۔ آپ کا خط پڑھ کر اور حور کی علالت کا حال سن کر دل چاہا کہ فوراً اٹھوں اور دلی چلا آؤں۔ لیکن ہاشم کو کیا کروں پہلے ہاشم نے کہا میں بھی چلوں گا۔ پھر کہا کہ دیکھ چکا ہوں۔ آپ جائیے گا تو میں تین دن کو برنا تو اں چلا جاؤں گا جہاں اب ان کی بھاوج ہیں۔ دیکھئے کیا ہو سکتا ہے۔ پھر خط لکھوں گا۔ جو آپ کا حال وہ میرا اور وہی نیرنگ کا۔ صاحب کامریڈ کیوں اس قدر پریشان ہیں۔ اللہ تو ہے۔ ہاں یہاں آثار اچھے نہیں۔ ہو سکے تو چلا لیتے یا بالکل خاموش ہو بیٹھے۔ لیکن اس کو بھی کون سنبھالے۔

اکبر حسین۔ ۵ رنومبر ۱۹۱۲ء

مسٹر محمد علی ایڈیٹر کامریڈ کے خلاف انگریزی حکومت کی سختی اور میرے اخبار کے خلاف سختی کا ذکر پڑھ کر حضرت نے یہ خط لکھا تھا۔ حسن نظامی

مکرمی۔ کارڈ پہنچا بیشک نازک وقت ہے اور آپ میرے پاس ہوتے تو اچھا ہوتا۔ آپ شریک غم ہیں اور اہل دل۔ میرے تمام خیالات اور فلسفے پر ہنوز شدتِ الم غالب ہے۔ سینہ میں الجھن، دماغ میں گرمی محسوس ہوتی ہے۔ بہت کم سوتا ہوں

لیکن دل ہر وقت بھرا ہوا اور آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبائی رہتی ہیں۔ کوشش کرتا ہوں کہ ہاشم کے بدلے ہاشم آفریں کا تصور کر کے اس سے فریاد کروں، مدد چاہوں، لیکن وہ بھولی صورت اور پیاری آواز چشم و گوش پر محیط ہے۔ پھر اس بچے کے ارمان۔ اس کی بے بسی۔ اس کا اللہ اللہ کرتے رہنا۔ نازوں کو چھوڑ کر اس چودھویں سال کی عمر میں یکسانہ اور عاجزانہ فریاد یا آجانا۔

معاذ اللہ۔ ان باتوں کی یاد دل پر بجلیاں گراتی ہے۔ میں تو اس کا مذہبی فلسفہ تلاش کرتا ہوں یا قرآن حدیث سے کوئی توضیح تاکہ دل کو فی الجملہ تسکین ہو۔ وہ لڑکا میری طبیعت کے سانچے میں ڈھل رہا تھا۔ اِنّا لِلّٰہ و اِنّا الیہ راجعون پڑھتا ہوں۔ افسوس ہے کہ اس کے معانی پر پیشتر سے غور کر کے ان حوادث کے لئے تیار نہ تھا اور سچ تو یہ ہے کہ کون تیار ہوتا ہے اِنّا لِلّٰہ کا مطلب یہ ہے کہ میں بھی خدا کے لئے لڑکا بھی خدا کے لئے۔ میں سمجھتا تھا کہ لڑکا میرے لئے ہے بہر کیف دعا فرمائیے کہ طبیعت کو جلد کچھ سکون ہو جائے اور بعد ازاں بشرطِ زندگی توجہ الی اللہ کی لذت ملے۔ زیادہ نہ لکھ سکا۔

ا۔ ح

آپ کے نام خط و تار آئے تھے میرٹھ کے پتہ سے واپس کئے گئے۔ کل میں قلم اٹھا سکا لیکن ابھی زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ عشرتی نے آپ کا کارڈ دیکھ لیا اور آپ کا سلام بھی۔ خط لکھتے رہئیے اور تسکین کی فکر رکھئے۔ باقی حالات پھر لکھوں گا۔ الہ آباد ۱۰ رجب ۱۳۳۱ھ ۱۹۱۳ء

سید ہاشم سے حضرت اکبر کو بہت زیادہ محبت تھی۔ ہاشم نے مرنے سے پہلے کسی جگہ لکھا تھا کہ ہم مر جائیں گے۔ حضرت اکبر نے وفات کے بعد یہ عبارت دیکھی تو بہت متاثر ہوئے۔

پیارے خواجہ صاحب! اللہ تعالیٰ خوش اور تندرست رکھے۔ رات آپ کو ایک خط لکھ چکا ہوں۔ یہ کیا معلوم کہ جو لکھنا تھا سب لکھ دیا قلم کے ساتھ رہیں تو ادائے

مطلب ہو۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ قلم کہیں ہم کہیں۔ بار بار حواس کو مجتمع کرنا ہوتا ہے پھر
کیا سلسلہ قائم رہے، کیا بیان مدعا کی تکمیل ہو۔ اکثر یہ ہوا ہے، جوش دل سے کہا یا اللہ
ایک سکنڈ میں دل ہی سے جواب سُنا۔ کھو گیا کہنا ہے۔ اب بالکل بھول گئے،
کیوں پکارا تھا، کیا گزارش کریں، سبحان اللہ وبحمدہ کہہ کر رہ گئے۔ انتشار طبع کی باتیں
ہیں۔ لیکن دفع غم کے لئے بھی یہ حالت کسی قدر نافع ہے ؂

دل ہی کو غم نہیں کہ ہو ابتلائے غم غم بھی بلا میں ہے کہ ہوا ابتلائے دل

اسی وقت مزاج پرسی کا کارڈ پہنچا۔ روحانی قوت کا باعث ہوا غش تو نہیں آیا لیکن یہ
خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ تبخیر نے دماغ کی حالت دگرگوں کر دی تھی۔ خیر اب تو ترک صوم
ہے۔ اگرچہ اس کا افسوس ہے۔ یعنی کیوں دماغ ایسا کمزور ہو گیا کہ تبخیر کا تحمل نہیں
کر سکتا جان کیوں اتنی قوی ہے کہ غم دل شکن کا تحمل کر رہی ہے۔ زندگی ہے تو
ستمبر اکتوبر میں امید ملاقات ہے۔ حضرت احسان الحق صاحب اُسوۂ حَسنہ کے
لئے مضمون مانگتے ہیں کچھ لکھ دوں گا۔

خاکسار اکبر۔ الہ آباد۔ ۳؍ اگست سنہ ۱۹۱۴ء

ہاشم کے غم کو ایسے انداز سے ظاہر کیا ہے کہ فلسفہ غم کی تصویر
کھینچ دی ہے۔ نظم کی طرح حضرت اکبر کی نثر میں بھی بڑی شان تھی۔

حسن نظامی

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ گرمی جمعیت حواس کی روادار نہیں۔ اور خط
لکھنے کے لئے میں اسی کا منتظر تھا۔ بہت کچھ لکھا۔ کیا دیکھا۔ کیا سُنا۔ کیسی
گزری لیکن طبیعت بجا نہیں، ادھر آپ کو انتظار ہو گا۔ لہٰذا اس وقت صرف مہمان
نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تولیہ جو آپ نے مرحمت فرمایا اس کو بہ وزن اولیا گردانی ما کی
کے حق میں نیک شگون لیتا ہوں۔ جملہ خدام کو میری یاد دلا دیجئے۔ حور بانو کو دعا

محمد صادق صاحب کو تسلیم۔ بی جلّو کا شکریہ۔ خوش مزاجی و خلوص خدمت۔

خاکسار اکبر۔ الہ آباد۔ ۳ر مئی ۱۹۱۴ء

یہ خط دہلی سے واپس جانے کے بعد لکھا تھا اس لئے اس میں میرے گھر کی خادمہ جلّو کا ذکر بھی کیا ہے اور میرے شہید خسر سید محمد صادق صاحب کا ذکر بھی ہے۔

مکرمی! ابن احمد صاحب بیرسٹر ہز آنر کے معتمدوں میں ہیں۔ میں نے سال گزشتہ میں آپ کے باب میں ان سے مدد چاہی تھی، انہوں نے کہا آپ ہز آنر سے ذکر ان کا کر دیجئے گا باقی میں دیکھ لوں گا۔ چونکہ صرف ذکر ہی پر خاتمہ نہیں ہوا بلکہ ہز آنر نے مجھ سے فرمایا کہ ان کو میرے پاس بھیجدو۔ لہٰذا پھر میں نے ابن احمد صاحب سے کچھ گفتگو نہ کی۔ لیکن آپ کے آنے کا کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اب جو یہ تحریک پھر شروع ہوئی ہے میں چاہتا ہوں کہ ابن احمد صاحب کو ان کا وعدہ یاد دلاؤں۔ لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی طرف سے بھی ایک خط ابن احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا الہ آباد کے نام آجائے مسوّدہ بھیجتا ہوں اسی پر دستخط کر کے یا دوسرا لکھ کر اسی عبارت میں یا بہ تبدیل عبارت مناسب ان کے نام روانہ کر دیجئے۔ حرج کیا ہے۔ ہوگا تو فائدہ ہی ہوگا یا کچھ نہیں۔ میں بھی ابن احمد صاحب سے ملوں گا۔ افسوس ہے کہ اب تک اچھا نہیں ہوں غیر معمولی شکائتیں ہیں۔ مختصر کارڈ آپ کا پہنچ گیا۔ آدمی کو کچھ کرنا چاہیئے۔ جب ضرورت لاحق ہو۔ آیندہ اللہ کی مرضی۔ ۷ر اپریل ۱۹۱۵ء

سر جیمس مسٹن سے حضرت اکبر کی سفارش کے بعد میں ملا تو انہوں نے صاف صاف کہدیا کہ گورنمنٹ آپ کو الہ آباد آنے جانے کی اجازت نہیں دے سکتی آپ اکبر سے مل کر انگریزی حکومت کے خلاف انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ حسن نظامی

حضرت اکبر کا خط

الطاف فرمائے من۔ یہاں بارش نہیں ہوئی۔ شدت گرمی سے بے حواس ہوں آج سال کا سب سے زیادہ بڑا اور گرم دن ہے۔ ۲۴ رنگ جان بچ گئی تو قیاس ہو سکے گا کہ گرمیوں سے بچ گیا۔

طرّہ شنیئے ۱۵۔ ۱۰ دن سے دانتوں کے درد میں مبتلا ہوں۔ یہ موسم اور برف کیسی سادہ پانی ایذا دیتا ہے۔ سخن سازی سے قطع نظر سخن بازی کر رہا ہوں۔ اللہ جلد آرام عطا فرمائے۔ کھانے پینے کا افسوس ہے مسئلہ تو قرآن میں اشارہ سے انتشار ہوتا ہے اللہ اس عقیدے کو خوش رکھے کہ تکلیف سے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ میری جمع پونجی تو یہی ہے۔ خط کا جواب کل یا پرسوں لکھوں گا۔ اس وقت جمعیت حواس دشوار ہے۔ آپ نے خوب کیا سفر دکن بالفعل ملتوی رکھا۔ شب برات کا لحاظ ضرور تھا خیر زندوں کی آپ نہ سنئے، مردوں کی مروت تو ضرور تھی۔ لڑکوں کو دعائیں۔ بوڑھوں کو تسلیم۔ سب سے التماس دعا۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۱ رجون ۱۹۱۵ء

میں نے شب برات کے سبب حیدرآباد کا سفر ملتوی کیا تھا اور حضرت اکبر کو اطلاع دی تھی۔ شب برات میں مرنے والوں کی نیاز ہوا کرتی ہے۔ اشارہ ہے۔ حسن نظامی

ڈیر خواجہ صاحب میں نے بدر یافت خیریت محمد صادق صاحب کو دہلی خط لکھا تھا پوچھا تھا کہ حور کیسی ہیں۔ جواب نہ آنے سے متعلق خاطر تھا اس وقت آپ کے خط نے مطمئن کیا۔

میں کیا کہوں بدن پر کیا گذر رہی ہے، دل پر کیا گذر رہی ہے خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہوں مگر شدت غیرت نے بہت کچھ خاموش کر دیا ہے۔ ذہن کو نہیں بلکہ زبان قلم کو وہ زبان

قلم نہیں جو حالات کو نوٹ کر لیتی ہے بلکہ وہ زبان قلم جو چل کر
اڈیٹروں تک پہنچتی ہے ۔ رات جب تبخیر کی شدت تھی ۔ جیسا
قریباً ہر شب ہوا کرتا ہے ، ذہن بھی غافل نہ تھا ۔ یہ شعر کہا ہے

ہو سخن کا جب اثر ظاہر تو روک اپنی زباں
شعلہ زن ہو جائے جب آتش تو پھر کیوں پھونکیے

خیر یہ تو سخن کے متعلق تھا ۔ عام سوشل حالت اس وقت
نہایت نازک ہے ۔ بالخصوص میری حدیں کچھ ایسی غیر متعین ہیں
کہ ہم کو ان کی توسیع ہر طرف ہر فاصلے تک جائز ہے ۔ یہ حالت
سوہان روح ہے مگر نا گزیر ۔ جن واقعات پر یہ حالت مبنی ہے
ان کی تفصیل کی نہ فرصت نہ طاقت نہ تحریر میں موقع ۔

دل تو بہت چاہا کہ عید کے دن آپ یہاں ہوں ۔ عشرت
کہتے تھے کہ خواجہ صاحب کے عطیہ کی اچکن بنواؤں گا ۔ لیکن درد
سر رہا ۔ اور اسی تذبذب کے ساتھ عشرت کو خط بھی لکھا ہے ۔
ابھی جواب نہیں آیا ۔ میں نے لکھ دیا کہ یہ محض خیال ہے اور
اگر اسی پر عمل کیا جائے تاہم مشتبہ ہے کہ آپ عید میں یہاں
ہو سکیں ۔ اور اب تو آپ کے خط سے معلوم ہی ہو گیا کہ آپ
ہنوز بہت دور ہیں ۔ بہرحال فضل خدا کا منتظر رہنا چاہیے ۔
ایک دفعہ یہ خیال آیا تھا کہ میں الہ آباد میں نہ ہوں ، اور آپ
تشریف لائیں اسی وجہ سے میں موجود نہیں ہوں آپ کیٹ گنج
میں تشریف فرما ہوں اور اشتہار ہیں کہ آپ کی تشریف آوری کا اعلان ہو جائے
پھر آپ چلے جائیں جس سے ظاہر ہو کہ آپ کی تشریف آوری خاص مجھ سے مکالمت مجالست کے لیے

نہیں ہے بلکہ عام شغل ہدایت و ارشاد کے لئے آپ کے سفر ہوا کرتے ہیں۔
آپ کی ذات خاص کو چنداں تعلق نہیں ہے۔ میری آتش زبانیاں مبالغے کے ساتھ ذہن نشین ہو کر ان کے قلوب میں وحشت انگیز ہیں۔ میری احتیاطیں اخلاقی کمزوری کے سبب سے نہیں ہیں بلکہ میرا یہ مصرعہ ہے۔ اور ہم نے دل میں یہ ٹھانی ہے، یا کچھ نہ کہیں یا دل کی کہیں۔ خیر ان کو بھی ہم معذور رکھتے ہیں۔

جو میں کہتا ہوں میری شکل اطمینان جاتی ہے
وہ کہتے ہیں کہ سچ ہے ہاں تو لیکن جان جاتی ہے

خیر صاحب کسی طرح جان کی امان ہو ہم کو اطمینان ہو۔ فراغ خاطر سے ملیں۔ عمریں خاتمہ بخیر ہو۔ لکھیے کہ دہلی کب آیئے گا۔ آئندہ اڈریس کیا ہو گا۔
پیشاب کی شکایت زیادہ ہے۔ قبض بھی بہت ہے۔ معدہ ٹھیک نہیں۔ زندگی کی مشین چلی جاتی ہے، کبھی خطرہ ہوا تو تار دوں گا۔ الہ آباد۔ ۳ر اگست ۱۹۱۵ء

انگریزی حکومت حضرت اکبر کے اشعار کو اپنی حکومت کی سلامتی کے لئے خطرناک خیال کرتی تھی اور مجھے حضرت اکبر کا شریک کار خیال کیا جاتا تھا۔ **حسن نظامی**

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ آپ کی دانشمندی حفظ مراتب، محبت و ہمدردی کا شکر گزار ہوں۔ آپ نے خوب کیا مضمون رکوا دیا۔ میں نے بھی لکھ بھیجا۔ اگرچہ دوسرے کی تحریر سے مجھ کو کیا تعلق، مگر اس وقت اس کا ذکر موہی کیوں۔ مصرعہ

گدائے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

پر عمل چاہیئے۔ عارف صاحب نے نیک دلی سے قلم اٹھایا، میں ان کا مشتاق و ممنون ہوں۔ لیکن ان کو کیا معلوم کہ میری پوزیشن ہے اور کیا حالات ہیں۔ کس قدر غلط فہمیاں، بدگمانیاں، دراندازیاں، ہو رہی ہیں۔ جب کبھی ہسٹری لکھی جائے

اس وقت یہ ریویو کیا جائے۔ اس وقت زیادہ تحسین کچھ نہیں تو رشک انگیز ہو سکتی ہے۔

تصوّف اور بے خودی کے ذکر میں جو لذّت ہے اسی لذّت کی گود میں میرا خیال پلا ہے اور میرے نزدیک تو سارے معانی اسی میں ہیں کوئی فلسفہ اس کے خلاف ہو تو ہم کو ہرگز اس سے دل چسپی نہیں ہو سکتی ہم تو اس کو صریح غلط سمجھیں گے باوجود مطیع نفس بے خود مع اللہ نہیں کبھی مایوس ہوا۔ افسوس کیا، تعجب ہوا۔ لیکن سمجھا کہ اگر کسی کی بہتری ایسے ہی خیالات میں ہو تو ہم کو کیا دخل۔ بس یہی کہہ دینا چاہیئے مصرعہ:—

تو و طوبےٰ و ما و قامت یار

میں اُمید کرتا ہوں کہ مقصود اچھا ہے گو جوانانہ ہو۔ اظہار میں احتیاط نہیں کی گئی غریب تصوف کا رعب ہی کیا تھا لیکن اس نے کچھ بگاڑا بھی تو نہیں کمینے لوگ اس کے ولی دادہ ہیں اور وہ باخود بھی ہو گئے اگر لیس اور کیا دلیل ہے کہ باخود نہیں ہیں الفاظ سے مزا لیا جاتا ہے، ترک کر دیئے جائیں تو کیا نتیجہ؟

میں تو دنیا سے بے تعلق ہو گیا ہوں۔ سواد گور نظر میں ہے۔ اللہ کی مہربانی کا طالب ہوں۔ دنیا کے دن اور ہم کر ہی کیا سکتے ہیں اور بے موقع بات کیوں کریں

شعر:

مرید پیر مغانم دگر نمی دانم
خراب بادہ آنم دگر نمی دانم

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۵ ستمبر سنہ ۱۹۱۵ء

مولانا عارف صاحب ہسوی دہلی کے نامور کانگریسی لیڈر مشہور وحدی صاحب کے مکان میں رہتے تھے انہوں نے حضرت اکبر کے کلام کی نسبت وحدی صاحب کے اخبار خطیب میں ڈاکٹر اقبال کی کتاب اسرار خودی کے خلاف اور تصوف کی حمایت میں مضمون لکھا تھا جس میں حضرت اکبر کا ذکر بھی تھا میں نے اسکی اشاعت روک کر حضرت کو اطلاع دی تھی۔ حسن نظامی

جناب خواجہ صاحب! کئی دن سے آپ کا خط نہیں آیا، تردد ہے۔ اگر آپ کو خدانخواستہ اس مطلب میں کامیابی نہ ہو تو کچھ پرواہ نہ کیجیے گا۔ جس نے پیچ ڈالے ہیں، وہی سلجھائے گا۔ میری آپ کی صورت ان ناموں کے ساتھ نہ بھی رہ جائے لیکن میرے آپ کے معنے غالب آنے کے لئے رہ جائیں گے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۸ / اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ء

میں اپنی اور حضرت اکبر کی صفائی کے لئے شملے پرد انسرائے کے پاس گیا تھا۔ مگر دشواریاں پیش آئیں اس کا اشارہ اس خط میں ہے۔ حسن نظامی

مکرمی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کئی دن گزرے آپ کا خط نہیں آیا۔ آپ کے پچھلے خط سے جس میں ذکر ناتوانی، مجبوری مضمون نگاری مندرج تھا، جو تحریک دل میں پیدا ہوئی ہنوز موجود ہے اور رہے گی۔ اپنے انتشار کا حال کیا لکھوں، دعا کر رہا ہوں۔ آپ سے ملتا تو مدد ملتی، کچھ نہ سہی تو بار دل اترتا۔ قیام الہ آباد بوجوہ چند جس میں زیادہ تر پرائیویٹ معاملات کی پیچیدگیاں شامل ہیں نامناسب پاتا ہوں۔ لیکن کہاں جاؤں کہ آرام و امن سے رہ سکوں سو چا کرتا ہوں۔ ایسے وقت میں کہ بہت سے لوگ آپ کے مرید ہونے اور سکون دلی حاصل کرنے کے مشتاق ہیں ان حوادث کا پیش آنا ظاہرا نہایت افسوسناک ہے۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ کیا نتیجہ نکالنے کے لئے فلک کو اس چال کی اجازت ملی ہے۔

گزشتہ ہفتے میں عبدالماجد صاحب لکھنوی میرے مہمان تھے۔ ابدی صاحب بھی ان سے ملنے آئے تھے۔ ابدی صاحب سے جب پوچھا گیا تو آپ کی ذہانت کی تعریف کرتے تھے۔ عبدالماجد صاحب بغیر استفسار سلسلۂ تقریر میں آپ کی اخلاقی حالت کے معتقد و مداح تھے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۳ / نومبر سنہ ۱۹۱۵ء

ابدی صاحب میرے مرید تھے اور حضرت اکبر کو یہ بات معلوم تھی۔
مگر انہوں نے اپنی علمی شان کے خلاف سمجھا کہ میرا مرید ہونا ظاہر کرتے اس لئے
میری ذہانت کی تعریف کی۔ حسن نظامی

ہمت افزائے اکبر۔ اللہ تعالیٰ حریفوں کے ناز سے آپ کو مستغنی کردے۔ آپ کا
ساتھ اگر ہو تو مجھ کو دنیا میں جو راحت ممکن ہے انشاء اللہ وہ مل جائے۔ دلی انتشار میں
بہت کمی ہو زیادہ دعا اس ڈر سے نہیں کرتا کہ شرک نہ متصور ہو۔ لہذا صرف اللہ
ہی اللہ ہے۔

آپ کو مجھ سے تخصیص بھی ہے ہمدردی بھی۔ آپ کا مشن بھی ہے کہ طالب سکون کو
پیار کیجئے اس کی خدمت کیجئے۔ آپ (میں ایسا ہی یقین کرتا ہوں) دیانت دار اور امین
بھی ہیں۔ لہذا ہر طرح آپ پر اطمینان ہو سکتا ہے۔ درحقیقت دل کھینچتا ہے کہ وقت
آخر آپ کے حوالے کروں دیکھیئے خدا کو کیا منظور ہے۔ الحمد للہ آپ انگریزی داں نہیں
ہیں۔ اسی سبب سے یہ خطرہ نہیں ہے کہ آپ کے ذہن کو ارتقا کا اثر بدل دے گا۔

الہ آباد۔ ۳ر اکتوبر ۱۹۱۵ء

حضرت اکبر چاہتے تھے کہ وقت آخر دہلی میں میرے ہاں آئے۔
اس کا اشارہ اس خط میں ہے۔ حسن نظامی

مکرمی زاد لطفہ۔ خیال آیا کہ شاید میرے خط میں اس فقرے نے کہ میرا نام تحریر ہو،
آپ کو متحیر کیا ہو۔ میں نے ان قیاس بعید پر لکھ دیا کہ شاید کوئی ایسا مہربان آپ کو مل
جائے۔ لیکن اس فقرے کو واپس لیتا ہوں۔ میں خود مورد بے مہری ہو رہا ہوں
آپ سے حالات کہنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ بہت کچھ امور ہیں جو خلل انداز راحت
ہیں۔ ازانجملہ یہ کہ مقامی صاحب کی طرف سے اشارت صریح کی گئی کہ ان حضرات کی

مدارات نہ کرد۔ مقامی صاحب کے نام تحریر چاہیئے۔ خدا کامیابی عطا فرمائے۔ مجھ کو تو سخت تردد ہے۔ لیکن صبر کو ترجیح دی۔

حضرت اقبال کے خط آئے ہیں نے جواب بھی لکھے۔ سُنا آپ کا عقد ذی الحجہ میں ہونے والا ہے۔ کون تاریخ قرار پائی ہے۔ شملے میں خوب چہل پہل ہو گی سر علی امام صاحب سے ملیئے تو میری طرف سے آداب عرض کر دیجئے بصد شوق ملاقات۔ میں الہ آباد میں چند منٹ کے لئے ان سے ملا تھا۔ بعض حکما کا خیال ہے کہ نیکی اور عقلمندی ایک ہی چیز ہے۔ سر علی امام صاحب کو دیکھ کر اس کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ بہت شیریں نفس شخص ہیں۔ میرا تو یہی خیال ہے۔ آئندہ اللہ جانے زمانہ مابعد معلوم نہیں کیا فتوے دے افلاطوں بے وقوف بنے۔ حافظ شیراز دہریے گئے۔ تو ہم آپ کس گنتی میں ہیں۔

اکبر حسین الہ آباد۔ ۳۰ ر اکتوبر ۱۹۱۵ء

میں حضرت اکبر کی اور اپنی عقاقی کے لئے شملے پروانسرائے سے ملنے گیا تھا۔ اس کا اشارہ اس خط میں ہے۔

حسن نظامی

پیارے خواجہ صاحب! خدا کے حفظ و امان میں رہیئے۔ آپ کی مفارقت میرے لئے شدید مصیبت ہے جس کو ہر وقت محسوس کرتا ہوں، خدا کا خیال سامنے آتا ہے اور کہتا ہے کہ تیری ہستی ہی کیا اور کب تک اور ان کی ہستی کیا اور کب تک۔ آخر میری ہی پر تو کی مناسبت سے تو ان کے لئے بے چینی ہے۔ بے چینی کم کر مجھ سے دل بہلا۔ میرے فضل کا منتظر رہ۔ بے گناہ اور پاک طبیعتوں کا آخر بھلا ہی بھلا ہے۔ بس اسی سے تو ذرہ تسکین ہوتی ہے۔ طبیعت نادرست۔ سردی کا موسم۔ دل افسردہ پرائیویٹ بے تکلفیاں سر پر۔ دنیا کی بدلی ہوئی آنکھ پیش نظر۔ محبوبان رفتہ کی

تصویریں آنکھوں میں پھرتی ہوئی۔ مردہ اُمیدوں کی زندگی کا زمانہ یاد۔ بس یہی باتیں ہیں کہ خط لکھنے سے روکتی ہیں۔ ایک کلیات مرتب کرلینا سہل ہے لیکن آپ کو خط لکھنا مشکل ہے۔ آپ نے اپنی حالت لکھی ہے الحمد للہ لیکن میں خود بہتر حالت میں نہیں ہوں اوہام کا جوش میرے لئے ایک امر طبعی ہے۔ کوئی دل بڑھانے والا نہیں۔ بہرحال نیاز نامے لکھتا رہوں گا۔ پیاری حور بانو کو دعا۔ اللہ جلد ملائے۔

اقبال لکھتے ہیں کہ میں بھی مضمون لکھوں گا۔ نہایت افسوس کی بات ہے۔ زوال اقبال سے مجھ کو بہت ہی ملال ہوا ہے۔ اس باب میں پھر لکھوں گا۔ میں اقبال کو لکھوں گا کہ اگر ممکن ہو تو اپنی قابلیت کو کسی بہتر اور نتیجہ خیز کام میں صرف کریں۔

واحدی صاحب کو میں نے ایک مطلع لکھ بھیجا ہے:۔ ؎

سخن میں یوں تو بہت موقع تکلّف ہے خودی خدا سے جھکے بس یہی تصوف ہے

آپ کے جملہ خیالات سے مجھ کو ہمدردی ہے۔ آپ کو طریقت میں استقامت ہے ؎

حلقۂ پیرِ مغاں از ازلم در گوش است بر ہمانیم کہ بودیم و ہماں خواہد بود

اکبر الہ آباد۔ یکم جنوری سنہ ۱۹۱۶ء

میں نے حافظ شیرازی کی اور تصوف کی تعلیم بے خودی کی حمایت میں اقبال کی مخالفت کی تھی اقبال نے اس کا شکوہ حضرت اکبر سے کیا تھا۔ حسن نظامی

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے میرے بعض فقرات کا وہ مطلب نہ سمجھا جو میرے دل میں تھا۔ یا تو آپ کی طبیعت امور عروسی کی طرف متوجہ تھی اور وہ متنا طیسی قوت اس میں موجود نہ تھی جس پر مسئلہ القلب یہدی الی القلب مبنی ہے۔ اور جس نے آپ کو لطافتِ قلب میں ممتاز کیا ہے اور یا خود میری انشاء کا قصور ہے۔ آپ کو خط لکھنا اس سے زیادہ مشکل ہے کہ ایک

کلیات تیار کر لوں۔ اس کے یہ معنی تھے اور ہیں کہ اس قدر سوزِ فراق اور جوشِ اشتیاق دل میں ہے کہ ایک کلیات بھی اس کے لئے کافی نہیں۔ اب آپ سمجھیے یا نہیں؟ سمجھیے اور بے چین ہو جیے۔

اللہ عقد مبارک کرے۔ نیک نتیجے نکلیں۔ زندگی ہے تو کبھی اس نئے گھر کا مہمان بن کر مہمان نوازیوں کا شکر گزار ہوں گا۔ میں قیاس کرتا ہوں کہ حور بانو کی خلیری بہن سے عقد ہوا۔ بے اختیار دل چاہتا ہے کہ آپ کی خانقاہ میں رہ کر اس سادہ زندگی اور یادِ الٰہی میں شریک ہو جاؤں آپ کو میرے ساتھ خاص محبت بھی ہے۔ اور عموماً اس بات کا پورا سلیقہ ہے کہ اپنے نیازمندوں اور معتقدوں کے لئے جب وہ بیمار و بیکس و درماندہ ہوں اپنے انتظام اور خدمت کو آغوشِ مادر بنا دیجئے۔ پھر لکھوں گا اس وقت اس تحریر پر بس کرتا ہوں حور بانو اور ان کی نئی ماں دونوں لڑکیوں کو دعا۔

اکبر حسین۔ الہ آباد ۵ر جنوری سنہ ۱۹۱۶ء

میں نے اپنے عقدِ ثانی کی اطلاع دی تھی اس کی نسبت یہ خط ہے۔

حسن نظامی

میرے پیارے خواجہ صاحب! اللہ تعالےٰ آپ کو طریقت پر قائم رکھے ؎

حلقۂ پیرِ مغانم زِ ازل در گوش است　　بر ہمانیم کہ بودیم و ہمان خواہد بود

حافظ ہی کی زبان میں دلی مدعا ادا کرنے میں مزا آتا ہے۔ حافظ صاحب نعت میں فرماتے ہیں ؎

نگارِ من کہ بمکتب نرفت و خط ننوشت　　بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

کون ایسا ہے جو ان کو عاشقِ رسول اللہ نہ سمجھے اور اس طرزِ ادا کا شیفتہ نہ ہو جائے۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۷ر جنوری سنہ ۱۹۱۶ء

اس خط میں بھی اقبال کی مخالفت اور حضرت حافظ کی حمایت ہے۔ حسن نظامی

مکرمی زاد لطفہٗ - اگر درحقیقت کلیات کی ضرورت ہو تیار سال خدمت کروں، اور اگر صرف میری مدد کا خیال ہے اور کتابوں کے نکل جانے کا تو اگرچہ شکر گزار ہوں اور اس کی امید رکھوں گا لیکن اس وقت یہ درخواست ملتوی ہے کیوں کہ کتابیں نہایت کم رہ گئی ہیں شاید ۲۰ جلدیں باقی ہوں اور حصۂ دوم تو ایک بھی نہیں رہا۔ زیر طبع ہے۔

حضرت اقبال نے میرے نزدیک تمہید میں احتیاط نہیں کی اور ایک بڑا مجموعہ دلوں کا مغموم و مایوس ہو گا۔ لیکن اب وہ سنبھل کر مسئلۂ وحدت وجود اور مسئلۂ ہمہ اوست پر گفتگو کریں گے۔ میں آپ کو مناسب اور محفوظ جگہ میں نہ پاؤں گا اگر آپ قرآن مجید سے مسئلہ وحدت وجود کو ثابت کرنے کے لئے قلم اٹھائیں گے۔ علمائے شریعت نے غالباً فرمادیا ہے کہ یہ مسئلہ جزو اسلام نہیں ہے۔ اور میں تو یہ کہتا ہوں کہ ہمہ اوست کہنے سے پہلے "او" کو ثابت کرو پھر ہست کی توضیح کرو۔ یعنی ہستی کیا چیز ہے اور او کیسے کہتے ہو ہمہ اوست تک پہنچے ہی نہ پاؤ گے کہ حواس شریف لتشریف لے جائیں گے۔ حضرت اقبال خود ہی کو بڑھا کر ہمہ منم کہہ دیں تو مطلب حاصل ہے۔ شیخ سعدی صاحب کی نظم کیوں نہ پڑھ دیجئے۔ بوستاں میں ڈھونڈھ لیجے ؎

چو سلطان عزت علم برکشد | جہاں سر بہ جیب عدم درکشد
رہ عقل جز پیچ بر پیچ نیست | بر عارفاں جز خدا ہیچ نیست

آپ کو عذر نہ ہو تو ہم کو عذر نہیں کہ یہ اشعار شائع ہوں۔ ثقالت نہیں ہے ؎

حضرت اقبال اور خواجہ حسن | بیلوانی ان میں بانکپن
حب نہیں ہے زور شاہی کے لئے | آؤ گتھ جائیں خدا ہی کے لئے

درزشوں میں کچھ تکلف ہی سہی ہاتھا پائی کو تصوف ہی سہی

ہست در ہر گوشۂ ویرانہ رقص
می کند دیوانہ با دیوانہ رقص } اقبال

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۱ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء

اقبال کے شعر پر اشعار لکھے ہیں۔ حسن نظامی

مکرمی زاد لطفہٗ۔ دامِ گمس میں سرسری نظر سے پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ پرچہ صوفی میرے پاس آیا ہے۔ آپ کا ریویو بھی دیکھ لیا۔ اقبال صاحب کی پروفیسری فارسی شاعری کے ساتھ مل کر مغرب و مشرق دونوں کے لئے بھیانک ہو گئی ہے۔ اللہ ان کے بیان کو زیادہ صاف کرے اور ہم پر اپنا فضل کرے اور صبر عطا فرمائے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللہِ اَتْقٰکُمْ

مسلماں تو وہ ہے جو ہے مسلماں علم باری میں
کروروں یوں تو ہیں لکھے ہوئے مردم شماری میں

والدۂ حمایت آپ کے ریمارک پر خوش ہوئیں۔
میں خود فکر میں ہوں کہ کم سے کم چند روز کے لئے حدود عشرت منزل سے نجات حاصل کروں۔ خدا ملائے تو حالات سنئے گا۔ میں نے واحدی صاحب کو جلدیں بھیجدیں۔ حور بانو اور تو بیادہ دونوں کو دعائیں۔ مصرعہ۔ از کلید دین در دنیا کشاد
اگر رسول اللہ کے رنگ میں لیا جائے تو لیسنس کی ضرورت ہے۔ اگر دین صرف حصول دنیا کا ذریعہ سمجھا جائے تو بے دینی ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ کالج کے ذریعے سے معاش کی جائے جیسا کہ خود مصنف نے کیا ہے اور سب کر رہے ہیں تو ٹھیک ہے لیکن کالج کو کلید دین کیوں کہا؟ بہرکیف اقبال سے زیادہ نہ لڑیئے

دعائے ترقی و درستی اقبال کیجئے۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲ر فروری سنہ ۱۹۱۶ء

اس خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اکبر کو اقبال سے

محبت تھی۔ حسن نظامی

مکرمِ مخلصان زاد لطفہٗ۔ آپ کے دو خط اجمیر شریف سے آئے ایک کا جواب میں نے دہیں بھیجا۔ ایسے لوگوں کی زندگی غنیمت ہے جو میرا ذکرِ خیر کرتے ہیں۔ دل شکستہ ہوں صرف آخرت کا امیدوار ہوں۔ عبرت اور فنا کی باتیں پسند ہیں تکلیفوں سے بچنا چاہتا ہوں عیش و نمود کا طلبگار نہیں ہوں۔ ایسا آدمی نئی اصطلاحوں اور عقائد کی رو سے دشمن ملک و قوم ہے ؎

نظروں سے گر گئے سب جو کل تھے پر بھائی
اندھیر کر رہے ہیں روشن ضمیر بھائی

دل تو چاہتا ہے کہ حضرت شاد سے ملوں۔ یہ فرمایئے کہ وہ دہلی میں کب تک تشریف رکھیں گے۔ آپ کے مہمانان عرس شریف کب رخصت ہونگے؟ حور کو دعا اور ان کی بابی سے مراد میری نئی بہو کی خواجہ بانو ہیں۔

ہاں یہ تو فرمایئے آپ اجمیر شریف گئے تھے تو حکام سے اجازت لینی ہوئی تھی یا نہیں؟ مہاراجہ صاحب کہاں مقیم ہوں گے؟

نیازمند۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۶ر فروری سنہ ۱۹۱۶ء

حضرت اکبر کو شبہ تھا کہ انگریزی پولیس میرے ہر سفر کی نگرانی کرتی ہے۔ اس لئے یہ سوال کیا تھا۔ حسن نظامی

مکرمی زاد لطفہٗ۔ ارادوں کی کچھ نہ پوچھیے، پورے ہو سکیں تو بات ہے۔ والدۂ حمایت حور کو دیکھنے کی اور زیادہ تر درگاہ کی مشتاق ہیں۔ میں نے کہا کہ میرے

ساتھ چلو - وہ تیار ہیں۔ راجا میاں زیر رخصت ہیں کہہ گئے ہیں کہ چلیئے تو میں بھی چلا چلوں - ان سے بھی وعدہ کر لیا ہے - ہاں ممکن تو ہے کہ آخر فروری میں قصد کروں۔ شکایتیں بدستور - کلفتیں بدستور - خطرات بدستور، با ایں ہمہ ارادہ باقی ہے - دعا کیجئے کہ پورا ہو سکے -

ماجد میاں کے باب میں آپ کے خیال سے مجکو اتفاق ہے - ماجد کے اس کہنے پر کہ میں خدا کو نہیں جانتا اتنا غصہ نہیں آتا جتنا غیر ماجد کے اس کہنے پر غصہ آتا ہے کہ میں آپ سے زیادہ خدا کو جانتا ہوں۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ میں خدا کو جانتا ہوں۔ لیکن مانتا نہیں۔ اُدھر بھولا پن ہے اِدھر خیرہ سری - خیر صاحب - ع

تو و طوبے و ما و قامت یار فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

طالب دعا - اکبر الہ آباد ۱۴ فروری ۱۹۱۶ء

مکرمی - بے شمار کلفتوں، دقتوں، حسرتوں، پریشانیوں، خطروں وغیرہ وغیرہ میں ہوں آپ کے خلوص محبت کا تصور کبھی کبھی معین دل ہو جاتا ہے -

اکبر - ۲۷ فروری ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالٰے - آپ کے شفقیہ خط سے دل خوش ہوا - آپ کو صرف شوق محبت ہے - مجھ کو اس کے علاوہ شدید ضرورت بھی ہے کہ بقیہ انفاس زندگی کسی ہم درد، ہم رنگ محب کے پاس گزریں اور ایسا آپ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا لیکن عجیب پیچ پڑ گئے ہیں - کچھ واقعی زیادہ تردد ہی یہ خیال کرتا ہوں کہ آپ کی نگرانی کے ساتھ مہمان کی نگرانی بھی ہوگی اور مہمان کیسا کہ برائے خود مخل نظر ہو - دوسرے یہ بات ہے کہ ۱۱ مارچ کو لکھنؤ میں چیف سکرٹری صاحب سے

ایک لٹریری امر کے متعلق ملنے کا وعدہ ہو گیا ہے۔ نو ہی دن باقی ہیں۔ کیوں نہ اسی مرحلے کو طے کر کے آگے بڑھوں۔ ارادہ تو یہ ہوتا ہے کہ مئی، جون، جولائی وہرہ دون میں بسر کروں یا ایسی جگہ جہاں لو سے حفاظت ہو بہر حال زندگی ہے دو چار دن میں لکھنؤ پہنچونگا۔ پھر دہلی کا قصد کروں گا۔ وسط اپریل تک موسم کو اعتدال رہے گا۔ اپنے حالات و خیالات کیا لکھوں ملاقات ہوئی تو کہوں گا جواب جلد بھیجئے۔

ندھائے[1] ایک سٹ چوڑیوں کا اپنی پیرانی صاحبہ کے لئے مجکو دیا ہے۔ میں نے ہنوز روانہ نہ کر سکا۔ ممکن ہے کہ ساتھ لاؤں۔

اکبر الہ آباد ۲ر مارچ سنہ ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ہرگاہ یوپی آپ کے لئے مخدوش قرار پائی تو آپ مجھ سے کیوں اجازت طلب کرتے ہیں۔ میں حکومت کے خلاف کیوں ہونے لگا۔ مگر اس کا معتمد نہیں ہوں کوئی خدمت نہیں کر سکتا۔ بیمار ہوں۔ خانہ نشین ہوں۔ ایک خیال آیا کہ کلکٹر سے پوچھوں۔ لیکن پھر ذہن میں آیا کہ اچھے ہو جاؤ تو کیوں نہ حاذق الملک سے استعلاج کے لئے دہلی کا سفر کروں۔ دو ہی چار دن ہیں اسی ضمن میں آپ سے ملاقات ہو جائے گی۔ کچھ تو ار دل اُتر جائے گا۔ بہت سی ضروری باتیں تصوف کے متعلق ہونگی۔ ایک یورپین عالم نے ایک لاجواب کتاب اس کے متعلق حال میں تصنیف کی ہے وہ میرے ہاتھ میں ہے۔ عشرت سے ملی ہے، واحدی صاحب، نیاز صاحب، عارف صاحب سے بھی ملنے اور باتیں کرنے کا نہایت مشتاق ہوں اور آپ سے ملنے کا اشتیاق

[1] حضرت کی خادمہ کا نام ہے۔

کیا دعا کرتا ہوں کہ ایسا اطمینان ہو کہ بالکل آپ کے چارج میں ہو جاؤں، لیکن اِرَادَۃُ اللّٰہِ غَالِبٌ عَلٰے اِرَادَۃِ النَّاسِ چھوٹا پاندان کٹاؤ کٹاؤ کے کام کا بنارسی تحفہ ہے حور بانو نے پسند کیا ہوگا۔ سب کو دعا سلام دست موقوف ہو گئے مگر نزلے کا اثر ہنوز بدن پر ہے۔ معمولی غذا شروع نہیں ہوئی لیکن روز افزوں افاقہ محسوس ہے۔ ابنائے زمانہ پر طعن کے طریق سے ایک شعر کہا تھا کہ

بقیہ ریش نوچوں شیخ کی بس یہ ارادہ ہے
سبب یہ ہے کہ طاقت کم ہے اور فرصت زیادہ ہے

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۱ مارچ ۱۹۱۶ء

مکرمی زاد لطفہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اپنی طبیعت کو دیکھ رہا ہوں آج چار بجے صبح سے آٹھ بجے تک سخت درد سر رہا لیکن بعد اُس کے طبیعت صاف ہو گئی۔ شدید نزلے نے دماغ کو کمزور کر دیا ہے امید ہے کہ دو ایک دن میں اطمینان حاصل ہو بے اختیار دل چاہتا ہے کہ یارانِ طریقت کو دیکھوں دیکھئے اللہ کیا کرتا ہے۔ بعید نہیں کہ کسی دن بلا اطلاع السلام علیکم کی ٹھہرے ۲۳ مارچ یعنی آج کے زمیندار میں مشیر حسین صاحب بیرسٹر کا مضمون بنایت حضرت حافظ نظر آیا مشیر حسین صاحب ہم سے زیادہ قدر شناس حافظ علیہ الرحمۃ نکلے۔ اُن کی واقفیت زیادہ نکلی۔ آپ بہت خوش ہو نگے۔
خاکسار اکبر۔ ۲۳ مارچ ۱۹۱۶ء

جناب من! میرا خیال ہے کہ آنریبل آر برن صاحب چیف سکرٹری

ہز آنر یو پی سے بھی ملیئے، اپنے دوست نواب حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب سے مدد لیجئے۔ سفارشی چٹھی لیجئے۔ حکیم برہم صاحب ایڈیٹر مشرق سے ملاقات ہو تو اُن سے استمداد کیجئے، ان سے برن صاحب سے ملاقات ہے۔ مجھے کو خود بہت افسوس ہے بلکہ آپ پر غصہ ہے کہ آپ نے وہ مضامین[1] کیوں لکھے بہر کیف کوشش صفائی جائز ہے۔ میں تو ماندہ و درماندہ ہوں۔ لیکن خیال کر رہا ہوں آپ کی بہتری کا۔ ابھی تو ہز آنر لکھنؤ میں ہوں گے ۱۵ تک شاید رہیں لکھنؤ قیام کیجئے اور صبر عقل کے ساتھ کوشش کیجئے۔

خاکسار اکبر۔ الہ آباد۔ یکم اپریل ۱۹۱۶ء

پیارے خواجہ صاحب! اللہ آپ کا حامی رہے۔ آج سینہ و دماغ کو کسی قدر صاف پاکر ہمت باندھی، سلیمان، عبداللہ، ندھا اور اسباب کو لے کر اسٹیشن پر پہنچا، پونے پانچ بجے شام کو گاڑی پانچ بج کر اکیس[21] منٹ پر آتی ہے، پلیٹ فارم پر بیٹھا تھا کہ طبیعت میں جو پہلے ہی سے مضمحل تھی تغیر پیدا ہوا۔ گرمی بھی قیامت تھی، سارا بدن بے قابو ہو گیا، بمجبوری واپس آیا اور یہ کارڈ آپ کو لکھ رہا ہوں۔ ۱۹۱۴ء میں میں ۲۰ اپریل کو روانہ ہوا تھا اس سال یا تو گرمی زیادہ ہے یا میں ناتواں زیادہ ہو گیا۔ اصل یہ ہے کہ انفعالات اور قیود خلاف طبع نے دل کو بہت کم زور کر دیا۔ اللہ کی مرضی بھی ایک چیز ہے ایک چیز کیا بلکہ سب کچھ وہی ہے، دیکھئے میں ٹھیک وقت یعنی ۹ مارچ کو اٹھا تھا

---

[1] ہنگامہ کانپور کے دن حسن نظامی حضرت سے رخصت ہو کر الہ آباد سے میرٹھ گیا، راستے میں کانپور ٹھہر گیا۔ حکام کو شبہ ہوا کہ اکبر بھی اس سازش میں شریک تھے، ان کو پریشان کیا گیا۔ اس کے بعد حسن نظامی نے اخبار توحید میں سخت مضامین لکھے، انکی صفائی کے لئے حضرت آخر تک تاکید فرماتے رہے۔ اپنے حال سے زیادہ میرا فکر انکو تھا، میری تعمیل کی مگر حکام راضی نہ ہوئے، یہاں تک کہ دور ستم ختم ہو گیا۔ (حسن نظامی)

اگر لکھنؤ میں بیمار نہ ہو جاتا تو آگے بڑھتا۔ اس وقت اسٹیشن جا کر واپس آیا۔
بر سر وقت ہیجان مادے کا آگیا، ہمارا مادہ ناتوانی اور خفقان ہے۔ اسی کو
ہیجان ہے۔ اب دیکھیئے کیا کر سکتا ہوں، سکت ہوئی تو حاضر ہوں گا۔ آپ سے
ملنے کا بے حد متمنی ہوں، لیکن نہیں سمجھ سکتا کہ اس وقت آپ کو تکلیف کرنے کی
مشورت دوں۔ میں وہاں آتا تو حاذق الملک بہادر سے مشورت کرتا۔ وہی
ایڈریس بھی قرار دیا تھا۔ بہرحال مطمئن رہیئے۔ دل ملے ہیں تو آنکھیں بھی ملیں گی
آپ کا خط پہنچا۔ امید کہ حور بانو اب اچھی ہوں۔ میں نے غلطی کی کہ سردی سے
بچا۔ گرمی تو اس سے زیادہ مانع سفر ہے۔ بہرحال اب نہ آسکا تو اکتوبر میں
اگر زندہ رہا تو آؤں گا۔
آپ نے میری مدح اپنی تصنیف میں کی ہے شکر گزار ہوں، انتخاب پر
کچھ اعتراض نہیں لیکن دیگر خطوط کو کاش دیکھ لیتا۔ پھر خط لکھوں گا۔
اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۸ مارچ سنہ ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالے۔ کل جو حالت پیش آئی اور بعد اس کے جو احساس ہوا
اس سے معلوم ہوا کہ ہنوز وہ بیماری جو لکھنؤ میں لاحق ہوئی تھی دفع نہیں ہوئی
میں نے قیاس کر لیا تھا کہ اچھا ہو گیا۔ کَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلاً۔ اگرچہ الخطاط کے
دن ہیں، ضعف روز افزوں ہے لیکن امید ہے کہ بشرط زندگی اس موجودہ ناد رستی
طبع کے رفع ہونے کے بعد کچھ بہتر حالت ہو جائے گی۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ
اوروں کا مہمان ہونے کی قابلیت مجھ میں نہیں ہے۔ ایک مکان ہو جس کو
جاڑوں میں گرم اور گرمیوں میں سرد رکھ سکوں، صاف ہو، ہوا دار ہو،
آسمان نظر آتا ہو، خود اپنا انتظام ہو، کھانے میں نہ میں انتظار کھینچوں نہ کوئی

نہ کوئی میرا انتظار کرے۔

حالت تو یہ ہے کہ مرنے کا اندیشہ ہو تو لوگ گھر کو یاد کرتے ہیں اور میں گھر سے علیحدگی چاہتا ہوں اللہ جلد صورت اطمینان پیدا کرے۔

اکبر حسین - الہ آباد ۲۹ مارچ ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ - میرا خط پہنچا ہوگا - کرنل میجر نکالے صاحب کے حالات سن کر خوش ہوا - ممکن ہے کہ آپ کے کچھ کام آئیں - پھر کو غم و ہر کا عزرائیل سمجھنا آپ نے خوب کہا ہے۔

رنج آسماں میں ہے نہ راحت زمیں میں ہے
اپنے ہی حس کا جوش ہے سب کچھ ہمیں میں ہے

یہ شعر اس انگریزی کتاب تصوف کے مطالعے کا نتیجہ ہے جس کا ذکر میں آپ کو لکھ چکا ہوں اللہ عاقبت بخیر کرے۔

افسوس ہے کہ میری ناتوانی سدِ راہ ہے ورنہ میں بھی اجمیر شریف کا قصد کرتا یہاں دم گھبراتا ہے - ارباب طریقت کی مفارقت کا صدمہ - پھر اقربا کی عقربیت کا الم - چاہا تھا کہ ترک وطن کروں - اٹھا بھی وقت مناسب پر لیکن اللہ کی مرضی نہ تھی - زندگی باقی ہے اور حالات نے نامساعدت نہ کی تو آخر ستمبر میں انشاء اللہ یہ ارادہ زندہ ہوگا - آپ کو رفیق نہ بنا سکنے کا ہر وقت غم رہتا ہے - واقعات کی پیچیدگی اور بانکپن کو عبرت کی نظر سے بھی دیکھتا ہوں۔

امید کی نظر سے بھی ادب کے ساتھ یہ خیال کرتا ہوں کہ یہ خدا کے لئے ہوں تھا! میرے لئے نہیں ہے۔

اکبر الہ آباد - ۲۸ اپریل ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ آپ کا کارڈ بہت ہی مختصر تھا۔ الحمد اللہ کہ
بہ دریافت خیریت اطمینان ہوا۔ گرمی سے بے حواس ہوں اور آپ کی مفارقت
سے بے جان۔ بے جان نہیں بے چین۔ اس وقت تو موسم بھی ستدراہ ہے۔
زندگی ہے تو ملنا ہوگا۔ انشاءاللہ گھر میں دعائیں۔ یہاں سارا گھر سارا احاطہ
آپ کا مشتاق اور خیر طلب رہتا ہے۔ پھر مفصل خط لکھونگا۔
خاکسار اکبر الہ آباد۔ ۲۴ر مئی ۱۹۱۶ء

محب اکبر سلمہ اللہ تعالےٰ۔ اس شدت گرمی میں حیدرآباد کا سفر معاذ اللہ
میرا تو دل دھڑکتا ہے۔ اللہ آپ کو مع الخیر واپس لائے، میں نے بھی ہزار سے
آپ کی تقریب کی کچھ تدبیریں کی ہیں اور کرتا رہتا ہوں۔ لیکن اکتوبر نومبر کا وقت
مناسب و ممکن سمجھا گیا ہے۔ میں خود کافی ہوتا۔ لیکن تر دامنی کی جرأت کتنی اور
گوشۂ عزلت سے نکلنا بھی دشوار ہو گیا ہے۔ بہرکیف اللہ کا فضل چاہیئے۔
آپ ایک اعتبار سے بے مثل و یکتا ہیں۔ فطرت آپ کے حالات زندگی کے ساتھ
بے تکلفانہ کھیلا کرے۔ آپ کے دل کے ساتھ خدا ہے۔ ع

بہ ہمانیم کہ بودیم و ہماں خواہد بود

آپ کی نیک خیالی رائیگاں نہ جائے گی، انشاءاللہ سے

کسیکہ محرم باد صباست میداند
کہ باوجود خزاں بوئے یاسمن باقی ست

میں خود ہنگامہ مصائب میں مبتلا ہوں۔ کیا حالت اس زخمی کی ہوگی
جس کے زخم مہلک ہیں اور ہنوز کچھ قوت رفتار باقی ہے، وہ گوشۂ عافیت
ڈھونڈھ رہا ہے کہ مرنے کے لئے بستر لگائے، لیکن گوشہ نہیں ملتا اور

قوتِ رفتار جواب دیتی جاتی ہے۔ ؎

مطالب ہیں بہت وقت دعا کچھ کہہ نہیں سکتا
الٰہی فضل کر اس کے سوا کچھ کہہ نہیں سکتا

خدا آپ سے جلد ملائے، یوں تو کسی موسم میں زندگی کا اعتبار نہیں۔ لیکن میرے لئے الہ آباد میں جون کا مہینہ زندگی کے لئے بالخصوص غیر معتبر ہے۔ حور بانو اور خواجہ بانو (خوب نام تجویز ہوا لائق عملہ) دونوں کو دعائیں سب کو سلام۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۱۰ ارمئی ۱۹۱۶ء

مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ مجھ سے ایک شخص نے پوچھا کہ آپ نے کبھی مراقبہ کیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں ہر شعر مراقبے کے بعد کہتا ہوں۔ یہ تو لطیفہ تھا لیکن عموماً یہی ہے کہ قافیہ پیمائی کے عوض زیادہ تر میری زبان بیان احساس میں مشغول رہتی ہے۔ لیکن یہ مصرعہ جو آپ کو پسند آیا اپنے ہی حس کا جوش ہے "سب کچھ ہمیں میں ہے" سچی بات یہ ہے کہ میرا ابتدائی احساس نہیں تھا۔ یہ درحقیقت اس کتاب انگریزی کے ایک باب کا بلکہ کل کا خلاصہ ہے جس کا ذکر میں نے آپ کو لکھا تھا جس کو حال میں ایک یورپین عالم نے تصنیف کیا ہے اور عشرت سلمہٗ کے ذریعے سے مجھکو ملی۔ میرے اور احباب بھی اس کتاب کے مشتاق ہو گئے ہیں از اں جملہ منشی رضا حسین خاں صاحب اور مہاراجہ صاحب دکن یہ دونوں صاحب آپ کے بھی دوست اور طالب ہیں۔ یہ کتاب انگلستان سے ملے گی۔

آپ نے اشعار کی داد دی ہے جس سے قلب کو انبساط ہوا۔ ایک سال سے زیادہ عرصہ گزرا کہ داغ دل کی چمک کو جس کی روشنی میں مصیبت کی لذت

ملتی تھی، اور آخرت کا شوق دل کو ابھارتا تھا، مکروہات اور تردّدات اور افسردگی کے ابر نے گل تو نہیں مگر بہت کچھ چھپا رکھا ہے۔ اللہ جلد اس حالت قبض کو بسط سے مبدل فرمائے۔ لیکن یہ تو ظاہر ہے کہ انا اللہ۔ ہم اللہ کے لیئے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اللہ ہمارے لیئے نہیں ہے۔ بڑی نازک اور طویل بحث ہے لیکن دل کو سمجھانے لیئے کافی ہے۔

رانا میں دن کیوں کر کٹے گا۔ اب ریل میں خس کی ٹٹیوں کا انتظام نہیں ہا اسی سبب سے دہرہ دون نہیں جا سکتا۔ یکم جولائی کو زندہ رہا تو آخر اپریل ۱۹۱۷ء تک شاید پھر کسی قدر غفلت ہو جائے اور بہ امید زندگی سفر کی ہمت بندھے۔

اجل آ پہنچی قبل اس کے کہ سمجھیں راز ہستی کا ۔۔۔ بگاڑا موت نے اور یہ نہیں سمجھے بنے کیوں تھے

اس وقت آفتاب نے بلند ہو کر حواس زیر و زبر کر دیا۔ انشاء اللہ کبھی کچھ اشعار بھیج دونگا۔ حور کو دعا۔ خواجہ بانو کو دعا۔ ابن عربی کو دعا۔ بھائی سنؤلیا صاحب اور ہمارے شاہ صاحب کو سلام۔ ماماں جی کو ما یجب۔

پتہ معلوم رہے گا تو خط لکھتا رہوں گا۔ آپ کو فطرت نے وہ ذوق سلیم عطا فرمایا ہے۔ اور اظہار احساس کا وہ بانکا طرز ہے کہ آپ سے مراسلت کرنے میں کاہلی اور افسردگی کی بھی کچھ کسر شان نہیں ہوتی۔ ایک شعر بیاض میں نظر آیا یاد نہیں کس عالم میں زبان سے نکل گیا تھا۔

ہے بدگماں جو وہ بت پروا نہیں کچھ اس کی
ہر برہمن ہے شیدا اکبر کی کافری کا

خاکسار اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۵ مئی ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ امید ہے کہ آپ خیریت سے پہنچ گئے ہوں۔ "پا بہ رکاب ہوں" کیا پیارا محاورہ ہے۔ ابھی گھوڑے پر سوار ہونگے، باگ اپنے ہاتھ میں ہوگی۔ لیکن اب تو شاید ٹکٹ بدست ہوں، زیادہ صحیح ہو۔ ابھی آپ کو خواب میں مدت کے بعد دیکھا۔ خوش حال اور اعلےٰ اوصاف درویشی کے ساتھ اللہ ہم سب کی عاقبت بخیر کرے۔ اکبر۔ ۲ جون ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ راہ کی بات ہے، وہاں کا کیا پوچھنا، ایک جھونکا سموم کا، شمع حواس گل کرنے کو کافی ہے اور میرے حواس کی بساط ہی کیا ہے، ابھی بادیان و گلاب و آلو بخارا پی کر بیٹھا ہوں، تھوڑی دیر میں کمرا ہوگا اور ٹٹی اور پنکھے کی بے اثری کا رونا بھی ہے۔ مگر تاکے اور اس کے اثر سے احتراز اولےٰ۔ کل دوپہر میں نے چند شعر کہے کیا بے اختیار ذہن میں ناطق ہو کر زبان پر آگئے ؎

صبح کو کہتا ہوں دیکھوں کس طرح کٹتا ہے دن شام اُسے ایسا بھلا دیتی ہے گویا کچھ نہ تھا

عمر یونہی کٹ گئی آخر ہوا معلوم یہ عرصۂ ہستی بجز امروز فردا کچھ نہ تھا

ایک مطلع اور ملاحظہ فرمائیے ؎

دامن گل پھیل کر اس باغ سے کیا لے گئے ہو گئے نذر خزاں اور داغ حسرت دے گئے

کل ایک خط لکھ چکا ہوں۔ مہاراجہ صاحب کے حضور میں تسلیم۔ آپ اچھی فصل میں پہنچے ہیں۔ مرغوبہ بالمغوبے کے دن ہیں۔ آپ کے یاد کرنے والے سلام شوق عرض کرتے ہیں۔ عقیل ابن عشرت کے لئے ایک تعویذ بھیج دیجئے اس کو سخت کھانسی آتی ہے۔ دہلی کب واپسی کا قصد ہے۔ خاکسار اکبر الہ آباد۔ ۵ جون ۱۹۱۶ء

بھاگوت گیتا کے اٹھارہ ادھیاؤں کا اردو ترجمہ نظم میں ہوا ہے۔ پنڈت دینا ناتھ صاحب مدن سیجز دہلوی بی۔اے۔ اکونٹنٹ محکمہ تعمیرات پنجاب مصنف ہیں۔ رسالے کا نام مخزن اسرار ہے۔ حال ہی چھپا ہے۔ رام نرائن پریس متھرا۔ قیمت ۳ر

ڈاکٹر اقبال صاحب نے اسرار خودی میں سری کرشن جی مہاراج کو قابلِ تعریف ادب کے ساتھ یاد کیا ہے اور ان کی تعلیم کو برقرار رکھا ہے۔

مخزنِ اسرار کے مصنف نے بندگانِ خدا پر احسان کیا ہے کہ چند اہم مضامین گیتا کا ترجمہ کر دیا ہے۔ مگر ترجمہ نظم میں ہے۔ معانی کا انکشاف اچھی طرح نہیں ہوتا یعنی عوام کے لئے۔ کیا آپ یا آپ کے دوستوں میں سے کوئی صاحب اُس کی تشریح صاف اردو نثر میں کر دیں گے۔ ارجن پوچھتا ہے ؎

علمِ توحید واحد ذات وصفات وجسم وجاں ان منازل کا نشاں بتلایئے اے مہرباں

شری بھگوان صاحب جواب دیتے ہیں صفحہ ۴۴ صفحہ ۴۵ صفحہ ۴۶ مخزنِ اسرار میں یہ مضمون ملے گا۔ میں نے اہم مضامین اس لئے کہا کہ ایک پہلو اہمیت کا یہ بھی ہے کہ بنی آدم کا ایک بڑا اور باثر گروہ اس کو صحیح سمجھتا ہے اس کو مستند قرار دیتا ہے۔ مذہب کی اہمیت شاید زیادہ تر اسی بنا پر ہے۔

خاکسار اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۵ر جولائی ۱۹۱۶ء

پیارے خواجہ صاحب! خدا کے حفظ و امان میں رہیئے۔ عادتاً الہ آباد لکھ گیا حالانکہ ۲۹ر جولائی کی شام سے پریاواں میں ہوں۔ عشرتی کے اہل و عیال یہیں ہیں۔ رئیس وہیں نے لکھا تھا کہ آیئے۔ میں الہ آباد سے یونہی دل برداشتہ تھا۔ چلا آیا ہوں۔ دو چار دن میں اور کہیں چلا جاؤں گا۔ جہاں خدا لے جائے

واپس الہ آباد کا قصد نہیں ہے۔ طبیعت صحیح نہیں قریباً ہر وقت ایک شکایت لاحق رہتی ہے ان میں سے بعض تکلیف دہ ہوتی ہے۔ دیکھئے اللہ کو کیا منظور ہے۔ سلیمان ساتھ ہے اور ایک آدمی اور ہے۔ سلیمان تو آپ کا مرید ہے پورا نمازی ہے۔ میرا ہم درد ہے بہت خدمت کرتا ہے۔ کسی قدر اطمینان ہے خدا آپ تک پہنچا دے تو خوب ہے۔ گھر نہ سہی آپ کی نگرانی اور انتظام ہی سہی میری دونوں بہنوں کو بے حد افسردگی ہے کہ میں الہ آباد چھوڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن کیا کہوں حالات ہی ایسے پیش آ گئے ہیں کہ مجھ کو وحشت ہوتی ہے۔ عشرت جونپور میں ہیں سنتے عشرے میں پرتاپ گڈھ چلے جائیں گے وہیں کی تبدیلی ہوئی ہے۔ پرتاب گڈھ الہ آباد سے بہت قریب صرف دو گھنٹے کی راہ ہے۔ پرتاب گڈھ ہمارے سمدھی صاحب کا علاقہ ہے خدا انجام بخیر کرے گورنمنٹ نے نواب صاحب کی خواہش پر وہاں تبدیل کر دیا ہے۔ عشرت کی باطنی آرزو ہے کہ نظامیہ انتظام میں ان کا گھر نشو و نما پائے مگر میں کچھ کہہ بھی تو سکوں۔ میری عمر میں یہ استثنا، ایک سال کے جب شاید میں سترہ۔ اٹھارہ سال کا تھا اور دو ایک اور موقعوں کے جب میں مجبور میں تھا یہ پہلا وقت ہے کہ عید الہ آباد میں نہیں ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ عید ہی نہیں ہوئی۔ یہاں چہار شنبے کو عید ہوگی۔

کیا عجب ہے کہ یہاں سے لکھنؤ جاؤں۔ بعد چندے بشرط زندگی دہلی کا قصد کروں خطیب میں آپ کا مضمون دیکھ کر کہ مشہور نہ ہونا گویا آزادی ہے یہ خط آپ کو لکھنے لگا۔ آپ نے خوب لکھا ہے۔ صحیح لکھا ہے۔ میں آپ کو بہت ہی دوست رکھتا ہوں۔ سب کچھ نیچرل اور روحانی اتحاد ہے۔ میں نے حال ہی میں ایک غزل کہی ہے۔ دو شعر یہ ہیں ؎

صورتِ فانی سے آخر کیوں پہچانے گئے — مجکو حیرت ہے کہ یہ بت کیوں خدا مانے گئے
اک زمانے میں یہ خواہش تھی کہ جانیں ہم کو لوگ — اب یہ رونا ہے کہ ہم کیوں اس قدر جانے گئے

آپ کا مضمون "غم نہ کرو" بھی لائق غور ہے۔ اگر خوشی و غم اختیاری ہے تو بے شبہ غم نہ کرنا چاہیئے میں تو یہیں تک ترقی کر سکا ہوں (وہ بھی پوری ترقی نہیں) کہ غم میں خوش رہوں اور اس کو اپنے حق میں مفید سمجھوں۔ آپ کا بھی اصلی مقصود یہی ہوگا۔ یہ مطلب نہیں کہ سر پہ پتھر گرے تو چوٹ نہ لگے، یہی مطلب ہوگا کہ خوشی سے ہائے ہائے کرو۔ یہ ٹھیک مصیبت ہیں ول لگی پیدا ہو جائے۔

کیا بتاؤں آپ کا معاشر ہونا یا آپ کو اپنا معاشر بنانا اس وقت بلحاظ حالات مشکل ہو گیا۔ ورنہ مجکو دلی راحت ملتی۔ واحدی صاحب کو سلام شوق حور بانو خواجہ بانو دونوں کو دعائیں۔ زندگی ہے تو اُن کی مراد پوری ہوگی ہمارے ڈپٹی صاحب یعنی سمدھی صاحب کے چھوٹے بھائی علی حسین خاں صاحب آپ کو بہت پوچھا کرتے ہیں۔ آپ کے بڑے معتقد ہیں۔ میرا ایک نیا مطلع ہے۔ کچھ واقعہ کچھ ظرافت سے

قید میں زیست کی بنیاد ہلی جاتی ہے — پھر بھی ہے شکر کہ روٹی تو ملی جاتی ہے

نیاز مند۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ یکم اگست ۱۹۱۶ء

خواجہ صاحب! آپ نے الہ آباد کا ارادہ ترک کر دیا، اللہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اُن کے دل میں یہ بات ڈال دو۔ نامقبول بندہ نہیں ہے صرف زیر امتحان ہے۔ بات یہ ہے کہ اس قدر اسباب دل برداشتگی یک جا ہو گئے کہ میں نے الہ آباد چھوڑ دیا جس وقت آپ کا رڈ لکھ رہے تھے میں پریاگ ان میں تھا

اور علیل تھا۔ اب تک بہیں ہوں۔ شاید کوئی خط بھی آپ کو لکھا ہے۔ یہ
پہلی عید تھی کہ بستر سے اٹھا ہی نہیں۔ سہ پہر کو چند لقمے مونگ کی کھچڑی کے
کھائے رات کو پھر فاقہ۔ آج صبح کو پھر کھچڑی کھائی۔ اس وقت سہ پہر کو
ذرا حواس درست ہیں۔ اب دیکھئے کیسی گزرتی ہے۔ ارادہ ہے کہ یہاں
سے لکھنؤ جاؤں۔ وہاں سے دہلی آؤں۔ دہلی سے تو آپ ہی مقصود ہیں
اور وہی تسکین کے لئے رین بسیرا ہی ہے سمجھا تھا کہ مناسب ہوگا کہ ابتدائی
قیام کہیں اور ہو۔ اب مجھ کو زندگی میں کچھ نشاط نہیں۔ آپ ایسے دوست
کے پاس رہا چاہتا ہوں کہ روح کو بوئے موانست آتی ہے اور آپ سے
پوری ہمدردی اور خدمتوں کی امید ہے خیر جب وہاں ہونگا تو دیکھا جائیگا
حکیم صاحب نے لکھا تھا کہ نومبر میں آیئے۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔ خط الہ آباد
کے پتے سے آئے آج میں نے بُدھا کو بھی بلوایا ہے کہ ساتھ ہو۔ آپ کے
گھر کی سچی محبت کی کچھ کشش بھی ہے کہ میرا دل بے اختیار اسی طرف مائل ہے۔
وہ اشعار کیا ہیں زبردستی کا سودا ہے ملئے گا تو سُنئے گا۔ لیکن دل اشعار
کہنے کو بھی نہیں چاہتا بہت کہہ چکا۔ رین بسیرے کی قمریاں ہوں اور ہم ہوں:
اکبر حسین پریاواں۔ ۴ر اگست ۱۹۱۶ء

مکرمی زاد لطفہ۔ دو بجے رات سے ایسا شدید درد سر لاحق ہوا کہ چھ بجے
صبح تک بیٹھا رہا۔ ساڑھے سات بجے ہیں۔ ابھی نماز قرآن پڑھ چکا ہوں۔
دن رات کی مسلسل نامہ رسی اور تکلیف عجیب تماشا ہے۔ میزبانوں کے
ہاتھ میں رہ کر کھانے کا اچھا انتظام نہیں ہو سکتا۔ بُدھا ساتھ ہیں لیکن
وہ خود مہمان ہیں۔ یہاں سے نجات پا کر اپنا منتظم خود ہوں تو کچھ عافیت ہو۔

کچھ اس لئے کہ اس موسم کو اور اپنی ناتوانی کو کیا کروں۔ عشرت میاں آپ کے خط سے خوش ہوئے۔ ان کو میری راحت کا ضرور خیال ہے لیکن اسباب ایسے جمع ہیں کہ میں عشرت منزل میں نہیں رہنا چاہتا کم سے کم پانچ۔ چھ مہینے تک اسی سبب سے ارادہ ہے کہ لکھنؤ یا دہلی میں رہوں اور جہاں تک ممکن ہے اپنے خیر طلب خادموں کو جمع کر لوں۔ لیکن ایک مکان کی ضرورت ہوگی کہ باانتظام خود رہ سکوں۔ دہلی میں ایک گھر سے تو رشتہ داری کا تعلق ہے۔ ان روز وں معلوم نہیں وہ لوگ کس محلے میں ہیں۔ خط لکھا ہے جواب نہیں آیا۔ دوسرے آپ ہیں آپ سے روحانی موانست ہے اور یہ میرے لئے فوز عظیم ہے لیکن کچھ نہیں معلوم کہ آپ کی معیت کا انتظام کب باطمینان ہو سکتا ہے۔

میں بہت خوش ہوا کہ ڈاکٹر اقبال صاحب نے آپ سے ملنے کا شوق ظاہر کیا میں نے ان کا خط دیکھ کر آپ کو مخاطب کر کے چند شعر کہے ؎

اے خواجہ حسن کرو نہ اقبال کو رد ۔۔۔ قومی رگنوں کے ہیں نگہباں وہ بھی

تم محو ہو حسن کی تجلی میں اگر ۔۔۔ ہیں دشمن فتنۂ رقیباں وہ بھی

پریوں کے لئے جنوں ہے تم کو اگر ۔۔۔ دیووں کے لئے ہے سلیماں وہ بھی

عشرت میاں نے پسند کیا اور کہا کہ خواجہ صاحب کو لکھ دیجئے۔ کہتے تھے کہ دو چار شعر اور کہئے۔

خاکسار اکبر۔ پریاگ ۔ ۹ ر اگست ۱۹۱۶ء

مکرمی! میں آج دوپہر کو یہاں پہنچا ؎

امین آباد میں کھولی کمر لیکن زباں چپ ہے ۔۔۔ سفر کا بار دوش اترا ہے بار دل نہیں اترا

یہ تو آپ تک پہنچ کر البتہ ممکن ہے۔ ہنوز اوقات معمولی پر غذا نہیں ہوتی۔

اکبر حسین ۔ لکھنؤ ۔ امین آباد پارک نمبر ۴۲ ۔ ۱۰ اگست ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ آپ کا بہت ضروری خط جس میں شیخ وحید الدین صاحب پر اعتراض ہونے کا حال لکھا تھا۔ مجکو کل ملا۔ پرسوں الہ آباد چلا گیا تھا وہاں سے واپس آیا مجکو خود اکثر یہ خیال آیا ہے کہ خود تحریک کر کے اس امر کو حکام سے دریافت کروں لیکن ہنوز فیصلہ نہیں کر سکا کہ کس تمہید سے کیا پوچھوں یہ گتھیاں انتظام قدرت ہی نے ڈالی ہیں۔ وہی سلجھائے گی۔ خدا کی مصلحتوں کو کون سمجھ سکتا ہے۔ بہ ظاہر تو اس وقت جام زندگی تلخ کیا معنی زہر ہو گیا ہے۔ بے گناہوں اور معذوروں کو مبتلائے تکلیف کرنا اچھی بات نہیں ہے۔ اللہ کے فضل و کرم کا امیدوار اور مصلے پر استوار رہنا چاہیئے۔ راحت دنیا کے متعلق اپنے ارادوں کے نہ پورا ہونے سے بے چینی ضرور ہوتی ہے اور بہت ہوتی ہے۔ لیکن مومن گھاٹے میں نہیں رہ سکتا ؎

صبح کو کہتا ہوں دیکھوں کس طرح کٹتا ہے دن
شام اُسے ایسا بھلا دیتی ہے گویا کچھ نہ تھا

میں نے اقبال صاحب کو لکھا تھا کہ حسن نظامی سے محبت رکھنی چاہیئے۔ انہوں نے لکھا کہ محبت تو رکھتا ہوں لیکن وہ بُرے طریقے سے اظہار مخالفت کرتے ہیں۔ میں نے لکھا کہ آپ کو محبت اس لئے رکھنی چاہیئے کہ خواجہ صاحب کتنا ہی اظہار بے خودی کریں لیکن عملی حالت میں آپ کے شریک غالب ہیں اسی کا اثر ہے کہ پونے دو برس ہو گئے ملنا میسر نہیں ہوا۔ اس خط کا جواب نہیں آیا۔ حال ہی میں لکھا ہے آپ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اقبال صاحب کے مقاصد کی میں قدر کرتا ہوں لیکن جو پیرایہ اختیار کیا گیا ہے وہ دل شکن اور ضرر رساں ہے سوشل تعلقات کی شیرینی رخصت ہوتی ہے۔

جو کچھ بھی ہو میرے نزدیک ہم کو بہ لحاظ ہماری حالت کے نیکی اور سلامت روی

کے ساتھ طاعتِ باری میں مصروف ہونا چاہیئے۔

میں اچھا نہیں تھا۔ اسی سبب سے اس سے پہلے خط نہ لکھ سکا۔ دن میں کئی مرتبہ بے کار ہو جاتا ہوں اور دم واپسیں کا خیال ہر وقت رہتا ہے اس میں نقصان ہی کیا ہے۔

خواجہ بانو کو خدا زندہ اور خوش رکھے۔ میں ممنون ہوا کہ اُنہوں نے میری خدمت کے لیئے شہر میں قیام کا ارادہ کیا تھا۔ اُن کی عالی حوصلگی ہے کہ اپنے سلسلے کے ارادت مندوں اور اپنے آستانے کے حاضر باشوں کی خدمت و دلجوئی کا ایسا خیال رکھتی ہیں۔ اگر میں آیا اور شہر میں قیام ہوا تو ایسا ہونا دشوار نہ ہوگا اور مجھکو بہت دلی تقویت پہنچے گی۔

میں سال کے ختم ہونے کا منتظر ہوں۔ امید کرتا ہوں کہ اس وقت تک مطلع امید بہت کچھ صاف ہو جائے۔ کیا عجب ہے کہ آخر بھادوں میں قصد کروں۔

اکبر اعین آباد۔ پارک لکھنؤ۔ ۲۳ اگست سنہ ۱۹۱۶ء

جناب خواجہ صاحب۔ بائیس ۲۲ گھنٹے ہو چکے ہیں۔ غذا نہیں ہوئی، معدے کی یہ حالت ہے۔ اُدھر کان کے درد نے کل دن بھر بے چین رکھا۔ آج کچھ افاقہ ہے لیکن بعد غذا تبخیر ہوتی ہے اُس وقت محفوظ رہوں تو بات ہے مسلسل شکایتیں رہتی ہیں۔ آخری بستر لگانے کی جگہ ڈھونڈھ رہا ہوں۔ اللہ مالک ہے۔

آپ نے ہوٹل میں ٹھہرنے کا ذکر لکھا تھا۔ کیا الہ آباد آنے کے لیئے آپ آزاد ہیں یا اجازت حاصل کی جاتی ہے اور وہ اجازت وہیں دے دی جاتی یا یہاں سے مراسلت ہوتی اگر آپ ہی ان قیود میں مبتلا ہوتے تو مجھکو چنداں خیال نہ ہوتا۔ مشکل یہ ہے کہ میں خود نہیں جانتا کہ کس حالت میں ہوں۔ ایک وقت تو

ضرور نظر ہو گئی تھی۔ حالانکہ محض غلط فہمی اور بدگمانی تھی اور ہے۔

کل ایسی سخت گرمی تھی کہ الامان۔ معلوم نہیں وہاں کی آب و ہوا کا کیا حال ہے۔ آپ کے مہمانوں سے تو غالباً کچھ تعرض نہ ہو۔

اکبر حسین پرپاوان۔ ۵ راگست ۱۹۱۶ء

۸۶

از درگاہ شریف دہلی ۲۶ راگست ۱۹۱۶ء

آداب عرض ہے نامہ گرامی ملا۔ مفہوم سے سمجھا کہ آپ شاید تشریف لانے میں تامل رکھتے ہیں۔

جی ہاں دہلی جاتا ہوں تو ایک صاحب دور دور ہمراہ رہتے ہیں جس جس سے ملنا ہوتا ہے اس کو قلم بند کرتے ہیں۔

گھر پر جو آئے اس کی بابت ٹھیک معلوم نہیں ہے کہ کیا ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ صاحب ہر وقت یہاں نہیں رہتے۔ شائد باہر گھات میں رہتے ہوں۔

حکیم برہم صاحب نے از راہ عنایت وعدہ کیا تھا کہ ۲۰ راگست کو نینی تال جا کر آپ کی صفائی کی کوشش کرونگا۔

میں نے اپنی طرف سے ضد و سرکشی کو کبھی قائم نہیں رکھا۔ ہر اصلاح طلب خیال کے آگے جھک گیا۔ اس کے بعد بھی دل صاف نہ ہو تو ضمیر خودداری کی ذلت سمجھتا ہے اور بندہ خدا ہونے کی ترنگ آتی ہے اور خیال ہر قوت کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے[1]۔

ڈاکٹر اقبال کا اور میرا کیا مقابلہ، ان کے ہاتھ پاؤں ہیں۔ میں بے دست و پا ہوں غدر کے زمانے میں مسٹر مٹکلف نے میرے دادا کو پکڑا اور کہا تمہارے ہتھیار کہاں ہیں انہوں نے جیب سے تسبیح نکالی اور کہا یہ موجود ہیں۔

آپ نے سچ فرمایا۔ طاعت رب بڑا سہارا ہے۔ یہ ہو تو غیر اللہ کے خوش رکھنے کی

ہونس کہاں سے آئے۔

تب بھی اقبال کو میرے سامنے مجھ کو خوش کرنے کو برا کہا جاتا ہے تو خود بخود جی دکھتا ہے۔ بعض اوقات لڑنے لگتا ہوں۔ اس وقت خیال کہتا ہے اقبال (نہ) میرے دوست ہیں ان کو کوئی دوسرا برا کیوں کہے۔ (۴)

خواجہ بانو علیل ہوگئی تھیں۔ حاملہ ہونے کے سبب ان کی والدہ کو بہت خطرہ ہوا تھا مگر خدا نے فضل کر دیا۔ اب اچھی ہیں کشمیر کے احباب بلا رہے ہیں شملے کی دعوت تو آٹھویں دن آتی ہے (۲) میں نے آپ کی زیارت کو دل کی سیر تصور کیا تھا کشمیر و شملے کو اس پر نثار کرنا چاہتا تھا۔ دیکھیے خدا اپنی شناخت کے لئے کس کس سامان کو محروم کرتا ہے۔ (۲)

(۳) معلوم نہیں کیا اسباب ہیں آج کل زیر نظر اشخاص کی دیکھ بھال میں زیادہ تک دور ہے سب کے ساتھ یہی حال ہے (۳)

حور بانو آداب عرض کرتی ہیں۔ انہوں نے خواجہ بانو کے ساتھ عربی شروع کی ہے مولانا میاں محمد صاحب ایک بڑے متقی درویش عالم ہیں وہ پڑھانے آتے ہیں۔ معلوم نہیں آپ کی اس تعلیم کی نسبت کیا رائے ہوگی۔ میں نے (۴) بلا حصول اجازت تعلیم شروع کرا دی۔ مولانا مسن اور پاؤں سا ہیں۔ پردے کی احتیاط پوری رکھی جاتی ہے۔ اب لکھنؤ میں قیام کب تک ہے۔

(۵) حاجی عبدالحق صاحب عنافروش (تاجر گراموفون) کی خدمت میں سلام مسنون (۵) درگاہی شاہ کو ان کے وطن سہارنپور میں میں نے ایک طریقت کے تصویر پر اکیس (۲) دن نظر بندی کی سزا دی ہے۔ وہ بہت مضطرب ہیں۔ اکیس (۲) دن کے بعد بلا کر گلے ملوں گا۔

حسن نظامی

داہنی خدا ہوتا تو وہی کرتا جو ہو رہا ہے اور ہونے والا ہے۔ لیکن خدا نہیں ہوں بندہ ہوں لہذا یہ کہتا ہوں کہ اگر خدا ہوتا تو اس فقرے کی داد دینے میں عرش و فرش کو ایک کر دیتا ماشاء اللہ کیا رنگ ہے اور کیا طرز ادائے خیال ہے، کیا بلاغت ہے ؎

راستی موجب رضائے خداست　　کس نہ دیدم کہ گم شد از رہ راست

(۲) آپ کے جذبۂ محبت نے مجھکو آپ سے زیادہ بے چین کر رکھا ہے۔ اب تو دنیاوی زندگی کی لذتوں اور ترنگوں سے محروم و مایوس ہو چکا ہوں۔ ہر وقت ساعت آخر کا خیال رہتا ہے۔ چاہا تھا کہ آپ کے رین بسیرے میں آخری بستر لگاؤں۔ آپ سے زیادہ خیر طلب اور مخلص خادم آپ سے زیادہ خدا سے بہتری کی امید دلانے والا میری نظر میں میرے لئے کوئی نہیں۔ لیکن جب اطمینان دل نہ ہو تو کیا کیا جائے۔ اسی فکر میں ہوں۔ حالت تو یہ ہے کہ اگر الہ آباد گیا تو تجویز ہے کہ دوسرے مکان میں بعینے کرائے کے مکان میں رہوں۔ اللہ اپنی مصلحتوں کو خود خوب جانتا ہے۔ باوجود اس تشویق کے بد اطمینان نہ مل سکنا بے معنی نہیں ہو سکتا اگر لذت نفس کے لئے ملنا ہے تو نفس کی محرومی باعث قوت روح ہے۔ اگر خدا کے لئے ملنا ہے تو گو مفارقت ہو لیکن اس خیال سے سہارا ہے کہ خدا دونوں سے ملا ہوا ہے میں سوچ رہا ہوں کہ کوئی تحریر مثل تال بھیجوں۔ طبیعت اچھی نہیں ہے قبض درد سر، تبخیر اور سب سے زیادہ یہ خیال کہ وقت آخر آ گیا۔ ان امور نے ہمت سفر بہت کم کر دی ہے۔ ایسا سفر جو اس خیال سے کیا جائے کہ پھر واپس آنا ہے اور ٹھکانا کہیں اور ہے۔ موسم بھی اچھا نہیں۔ ابھی تک لکھنؤ میں ہوں اور قصد

ؔ۱ یہ خط حسن نظامی کے خط کی پشت پر نمبر لگا کر لکھا گیا ہے۔ اس واسطے دونوں کا نقل کرنا ضروری معلوم ہوا۔ پہلے حسن نظامی کا خط ہے پھر حضرت اکبر کا۔

قیام ہے۔ یہاں تک کہ دہلی آسکوں۔ آئندہ جو اللہ کی مرضی ہو۔

(۳) ضرور کچھ اسباب ہیں۔ جہاں تک آپ ایسوں کو تعلق ہے۔ حکام کی ناواقفیت اور بدگمانی پر سخت افسوس ہے اگر کسی سے بہ سبب غلط فہمیوں کے کچھ لغزش ہوئی اور اُس نے افسوس ظاہر کیا اور معذرت کی تو چشم پوشی چاہیئے بلکہ دلجوئی۔ ع

لطف کن لطف کہ بیگانہ شود حلقہ بگوش

بہرحال جو کچھ ہوا امید ہے کہ اللہ تعالےٰ جلد مطلع کو روشن تر کردے گو بالکل صاف نہ ہوں میں تو بہرحال حامی و خیر خواہ گورنمنٹ ہوں لیکن اب کسی قابل نہیں رہا۔

(۴) پاگل لوگ اگر بہت زیادہ پاگل نہ ہوں تو ہوشیاروں کی قدر کرتے رہیں بہر دست اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آئندہ ہر ایک کی توفیق اور رسائی۔ کل ایک صاحب نے میرے اس خیال پر بڑی شگفتگی ظاہر کی کہ اس وقت ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو ہوٹل اور مغربی ارتباط نے باشرابی بنا یا ہے یا دیوان حافظ نے انہوں نے فرمایا کہ دیوان حافظ والے تو عموماً ابرار اور متقی ہی گزرے ہیں۔ بہرکیف شاید کالج ہی کچھ رنگ لائے۔ ہم تو تکتے ہیں اور دعائے مغفرت میں مشغول۔

(۵) لڑکیوں نے عربی شروع کی بہت ہی اچھا کیا۔ لیکن مشکل چیز ہے۔ بہرحال مسائل مذہبی اور تاریخ مذہبی سے اردو زبان کے ذریعے سے بھی واقفیت حاصل کریں۔ میں اب تھک گیا۔ پھر لکھوں گا۔ نمبر آپ کے خط میں لگا دیئے ہیں اُن کے ذریعے سے خط پڑھیئے گا۔ جب آپ درویش پریس جاتے ہیں تب پولیس کیا لکھتی ہے۔ وہاں تو اکثر جانا ہوتا ہوگا۔ اور جب آپ کسی سے باتیں کرتے ہیں تو کیا اُن کا بھی خلاصہ لکھا جاتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو عمدہ رسالہ زبان اردو کا مرتب ہو جائے گا۔ حکیم حاذق الملک کہاں ہیں؟

مکرمی - سلمہ اللہ تعالےٰ - حکیم برہم صاحب کے خط کا یہ مضمون تھا - میں خود اس خیال میں ہوں کیا کہوں - گھر میں کچھ حادثات پیش آئے اور میری مالی حالت نے بھی جواب دیا - اب اسی ہفتے میں نینی تال جاؤنگا اور کوشش کرونگا - آپ سے ملنے کو ایک دن کے لئے لکھنؤ ٹھہر جاؤنگا -

ہفتہ شاید گزر گیا اور وہ تشریف نہ لائے اس وقت اس فقرے کا خیال آیا جس پر نشان کھینچ دیا ہے - کیا اس کے متعلق کچھ کرنا چاہیئے - میں بھی حاضر ہوں اگر ضرورت ہو - لیکن کیا مقدار رہو ؎

اکبر حسین - لکھنؤ - امین آباد پارک نمبر ۴ - ۶ ستمبر ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ - مدتیں گزریں شدت تبخیر سوداوی نے میرے دل و دماغ کو پریشان کر دیا - اوہام کے ہجوم میں نہ صحیح رائیں قائم کر سکتا ہوں نہ حالات موجودہ سے اپنے متعلق کوئی قطعی فیصلہ کر سکتا ہوں - اور سچ یہ ہے کہ جب اعضا میں قوت نہ رہی تو کچھ نہ رہا -

رات یہ خیال آیا کہ جب ہم پاک صاف بے گناہ ہیں، کسی سازش بندی میں شریک نہیں، نادانوں سے محترز اور شریروں کے مخالف ہیں، ہم کو کوئی خاص ہدایت نہیں ہوئی تو پھر کیوں مبتلائے اوہام رہیں - کیوں نہ بے تکلف احباب دہلی سے ملیں -

لیکن آپ تو شملے جا رہے ہیں - معلوم نہیں کب آیئےگا پھر قطعی طور پر کچھ لکھ بھی نہیں سکتا کسی وقت طبیعت بحال ہوئی تو ہمت سفر بندھی - معاً تبخیر

؎ حضرت نے حکیم برہم صاحب سے حسن نظامی کی سفارش چاہی تھی کہ الہ آباد آنے کی روک دور ہو جائے حکیم صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ نینی تال جا کر سفارش کرونگا -

شروع ہوئی۔ اعضاء بے کار ہو گئے۔ جو اللہ کی مرضی۔ ہاں یہ پوچھتا ہوں کہ شملے سے انشاء اللہ کب تشریف لانے کا ارادہ ہے۔

واحدی صاحب سلمہٗ اور اُن کے اسٹاف سے ملنے کا بے حد آرزو مند ہوں، سبب یہ ہے کہ آپ کے یاران طریقت میں ہیں۔ آپ کا فیض ہے عارف صاحب سے بھی خوش ہوں کہ آپ کی مدح گستری میں انہوں نے قلم اٹھایا ہے۔

آپ نے اچھا کیا کہ اشاعت خطوط کی اجازت نہیں دی۔ اس وقت مضامین سے قطع نظر محض میرا تعلق پریس بھی غالباً محل نظر ہے۔ دسمبر تک انتظار چاہیئے۔ بہر حال قبل اشاعت بہ شرط زندگی میں اُن خطوں کو دیکھ لوں۔

بہت لوگ ایسے ملتے ہیں کہ بڑا دعوائے عرفان الٰہی اور عشق حقیقی کا۔ لیکن بعد تجربے کے ظاہر ہوتا ہے کہ صرف دنیا طلبی اور پالٹکس کا مذاق رکھتے ہیں۔ اُن پر یہ شعر صادق آتا ہے۔

بہ ظاہر تھا براق راہِ عرفاں   چو دم بر داشتم لیڈر بر آمد

مولوی تو رخصت ہو چکے۔ مشائخ اور صوفیوں سے غریب پبلک کے قلوب و عمل کچھ سنبھلے ہوئے ہیں۔ کچھ لوگ نادانی سے اُن کے درپے بھی ہیں۔ اُن پر یہ شعر صادق آتا ہے ؎

بقیہ ریش نوچوں شیخ کی بس یہ ارادہ ہے
سبب یہ ہے کہ طاقت کم ہے اور فرصت زیادہ ہے

افسوس ہے کہ قلم کو یہیں روکنا پڑا۔ اور لکھنا تھا لیکن طاقت نہیں پھر لکھوں گا۔ خدا گناہوں کو معاف فرمائے۔ عاقبت بخیر کرے۔ ملک میں امن و امان قائم رہے گورنمنٹ مطمئن ہو۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۸ ستمبر ۱۹۱۶ء

ڈیرہ سر میں نے شاید عرق بادیان کے لئے آپ کو لکھا ہے۔ لیکن خیال آیا آپ شہر سے دور ہیں اور سکون طبع بھی میسر نہیں لہذا براہ راست حکیم صاحب کو لکھ بھیجا ہے۔ حاجی صاحب کو بھی لکھ دیا ہے کہ مل جائے تو پہنچائیں۔ آپ کا مطول خط مل گیا۔ ع

در پس ہر گریہ آخر خندۂ ایست

چیف کمشنر صاحب[1] سے ملتے رہیئے۔ مریدین کا مشائخ سے ملنا معمولی بات ہے۔ ہمیشہ سے یہ سلسلہ ہے۔ اس میں جدت کیا ہے۔ بہر حال حق کا راعی خدا۔ لالہ جی ستائیں تو اُن کا پاپ ہے، گورنمنٹ بہر حال مائی باپ ہے۔ میرے لئے دعا فرماتے رہیئے۔ کتاب مضامین پہنچی کیا پوچھنا ہے۔ اس میں میں بھی زندہ کیا گیا ہوں۔ تھینکس۔ واحدی صاحب نے بھی خوب لکھا ہے۔

نیاز مند اکبر۔ امین آباد نمبر ۲۴- ۱۳ ستمبر ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالے جو پریشانی آپ کو لاحق ہے اُس میں میں آپ کا شریک غالب ہوں لیکن وہ صرف آزادی نہ ہونے کی بے لطفی ہے نہ یہ کہ اور کوئی خطرہ ہو۔ آپ نے کیا کیا ہے۔ بہر حال خدا کا فضل چاہیئے۔

آپ نے اچھا شغل شہادت نامے کا پیدا کیا۔ غالباً اس کی ضرورت بھی ہے میں کیا مشورہ دیتا۔ اس کوچے میں کبھی قدم ہی نہیں رکھا۔ اور یہ بھی نہیں معلوم کہ کس امر خاص میں مشورت مطلوب ہے۔ دائرۂ قبول وسیع ہو سکتا ہے۔ اور اس کے لیئے صوفی مشرب ہونا خوب ہے۔ لیکن مقبول کل ہونا یہ کسی کے حصے میں نہیں

---

[1] اس زمانے میں پولیس حسن نظامی کی نگرانی کرتی تھی اور مریدوں کے پاس جانا آسان نہ تھا اسی لیئے ارشاد ہوا کہ چیف کمشنر دہلی سے ملتے رہو۔

یعنے مذہبی پہلو سے اور یوں تو آپ کے طرز بیان کی دھوم ہے ڈپٹی کمشنر نے غلط نہیں کہا کہ آپ بڑے آدمی ہیں، بڑائی کا ٹیکس دیتے ہیں۔ اُس نے بڑا آدمی کہا، بڑا شخص کہنا چاہیئے تھا۔ خیر اللہ مددگار ہے۔ آپ کی محبت و توجہ کا بہت ممنون ہوں لیکن میں اس اظہار کی ضرورت نہیں سمجھتا۔

ماجد صاحب آپ کے اخلاق درویشانہ کے بہت معتقد ہیں اور میں بہت خوش ہوتا ہوں جب آپ کا کوئی مداح مل جاتا ہے۔ اپنا حال کیا لکھوں، بے ٹھکانے ہو رہا ہوں۔ بار بار دہلی آنے کی ترنگ دل میں آتی ہے۔

اکبر حسین۔ امین آباد پارک لکھنؤ نمبر ۲۴۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ اس مصیبت کی کچھ حد نہیں۔ آگے لوگ دنیا سے بیزار اور دل شکستہ ہوتے تھے تو فقیری اور صحرانشینی میں پناہ لیتے تھے۔ مجھ کو یہ بھی اجازت نہیں۔

نشاط طبع مقصود ہے، اخبار اور کمیٹی اور مضمون میں۔ دل نہیں لگتا۔ رہنے ہی کا ٹھکانا نہیں اور طبیعت کا یہ حال کہ ہر وقت محتاج خدمت۔ آپ سے کیا کہوں کہ دعا کیجیے۔ خدا کرے پرائیویٹ معاملات سے اطمینان ہو۔

اکبر حسین۔ لکھنؤ۔ یکم اکتوبر ۱۹۱۶ء

میرے پیارے خواجہ صاحب! اللہ کے حفظ و امان میں رہیئے۔ جناب صاحب

ا؎ حسن نظامی کی ڈاک پر سنسر تھا۔ جب بہت تکلیف ہوئی تو اُس نے حکومت دہلی سے اس کا سبب پوچھا جواب ملا کہ تم بڑے آدمی ہو تمہارے پاس بیرونی ممالک سے خط آتے ہیں۔ جنگ کا زمانہ شروع ہے بڑائی کا ٹیکس دینا چاہیئے۔ ۱۲ حسن نظامی

آپ سے مراسلت کا ذکر کرتے تھے۔ میں نے کہا کہ آپ کو دیکھ کر مسرت ہوتی ہے۔ بوئے یار می آید یعنے آپ خواجہ صاحب کے دوست ہیں۔

سلیمان الہ آباد ہی میں ہے۔ ایک خط سے معلوم ہوا تھا کہ اچھا ہوتا جاتا ہے۔ چار پانچ روز میں آجائے گا۔ لیکن ہنوز نہیں آیا۔ پرسوں بقرعید ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا، کیا کروں۔ میری لائف کو یاد کیجئے اور اس وقت یہ حالت دیکھئے، بات تو یہ تھی کہ با عشرت منزل میں اُسی سامان سے رہتا۔ یا آپ کی خانقاہ میں۔ لیکن دونوں جگہ سے نظریں روکتی ہیں۔ ارادہ کر رہا ہوں کہ کل پرتاب گڈھ چلا جاؤں۔ پھر جو خدا کا کرنا ہو وہ ہو۔ اس مختصر بالاخانے پر کپ ٹیک پڑا رہوں۔ سردی بھی آپہنچی۔ اور میں ہر وقت ایک نہ ایک شکایت میں مبتلا رہتا ہوں۔ نور میاں صاحب نے بڑے تکلف سے دعوت کا کھانا بھیجا۔ اُن کے بھائی صاحب نے بھی کھانا بھیجا۔ اصرار کیا کہ میری کوٹھی میں رہیئے۔ نواب سرور جنگ نے بھی بہت مدارات کی۔ مدعو کیا۔ اور کس کس کو بتاؤں لیکن میں اپنی پریشانیوں میں گم ہوں۔ لیکن ہر نفس اللہ پر نظر ہے۔ لہذا پریشانیاں مبارک کہی جاسکتی ہیں۔ زندہ رہا تو دہلی پہنچ کر آستانہ بوسی کرونگا۔

معلوم نہیں حاذق الملک یہاں اور رام پور سے واپس تشریف لائے یا نہیں اُن کے عنایت نامے کا جواب لکھنا ہے۔

مجھ کو آپ کا بہت خیال رہتا ہے۔ آپ کا کیسا مالی نقصان ہو رہا ہے اور پبلک کی محرومی کا کیا بیان کیا جائے۔ میں خود بھی ابتری حالات کے سبب سے منتظم طریق میں نہیں رہ سکا۔ چاہتا ہوں کہ ایک ٹھکانے کی جگہ مل جائے اُس کو مرکز قرار دے کر پھر سفر کرتا ہوں۔ بشرط زندگی وصحت خدا کرے شہادت نامہ جلد ختم ہو اور نتائج حسب مراد نکلیں۔ گھر میں سب کو دعا ئیں۔

دوستوں کو سلام۔

آپ کا مخلص اکبر لکھنؤ۔ امین آباد پارک نمبر ۲۴ - ۶ر اکتوبر ۱۹۱۶ء

اب کے محرم میں کیا ہو گا۔ آٹھ۔ دس اشتہار مجھ کو بھیج دیجئے۔ اذان کا مضمون خوب ہے۔ دل اچھا ہے۔ جو آواز اُٹھے گی دل نواز ہو گی۔ اس وقت سر میں درد ہے۔ اکبر۔ لکھنؤ۔ ۷ر اکتوبر ۱۹۱۶ء

پیارے خواجہ صاحب۔ خدایت یار باد۔ آپ کا مالی نقصان ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ پبلک کا مذہبی اور اخلاقی نقصان اس روک سے بہت ہوا جو آپ کی تشریف آوری پر لگادی گئی۔ افسوس اُن کے حال پر جو اس کے ذمے دار ہیں۔

میں نہیں جانتا کہ عشرت منزل اور آپ کی خانقاہ کے سوا میں کہیں اور کیوں اور کب تک اور کس دل سے رہوں ؟

کرشمۂ قدرت یہ ہے کہ اُنہیں دونوں جگہوں کے متعلق مجھ پر گمان ہیں۔ بزرگانِ دنیا اور احباب قدر افزا نہایت شوق و اصرار سے اپنی اپنی طرف مدعو کر رہے ہیں۔ مکان دے رہے ہیں۔ لیکن دل نہیں بڑھتا۔ بڑھے کیا۔ دیکھتا ہے کہ کیا منزلیں درپیش ہیں۔

۱۵ر اکتوبر کو قصد ہے کہ پرتاب گڈھ میں عشرت سلمہٗ سے ملوں بعد ازاں الہ آباد جاؤں۔ نہ معلوم کہاں ٹھہروں۔ ۲۲ر کے بعد پھر کہیں کا قصد کر دوں۔ کاش دہلی کا۔

اب خط الہ آباد کے پتے سے بھیجئے گا۔ وہاں نہ بھی ہوں گا تو انشاءاللہ پہنچ جائے گا۔ حور بانو خواجہ بانو کو دعائیں۔ مجھ کو خیال آتا ہے کہ آج ہی

آپ کو ایک خط لکھ چکا ہوں۔

نیاز مند اکبر۔ لکھنؤ۔ ۱۲؍ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء

خدا کا ذکر ہے رطافت ہماری مصلّے ہے ہمارا تخت شاہی

ہماری فوج ہے۔ اخلاق حسنہ ہمارا حصن ہے ترک مناہی

بلند اپنی نظر ہے فضلِ حق سے کرے گی کیا کسی کی کم نگاہی

جو بہ سچ ہے کہ جو چاہو وہی ہو

تو چاہوں گا وہی ہونا ہے جو کچھ

اکبر ۱۳؍ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء

عزیزی و حبیبی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ آپ کی خیریت نہیں دریافت ہوئی۔ خط نہیں آیا۔ تعلق خاطر ہے۔ الٰہ آباد جانا ضرور ہے۔ دونوں بہنیں میرے لئے بے چین ہیں۔ اُن کے سوا اور ہے کون سید کی ماں اپنے تعلقات سے مجبور ہیں حمید کی دادی بہت ناتواں ہیں تاہم مستعد ہیں کہ یہاں بلائے آئیں۔ لیکن کہاں بلاؤں۔ درگاہ نظامیہ میں ٹھکانا مل سکتا تو وہیں بلاتا مجھ کو بھی وہاں کی خاک[1] سے مناسبت اُن کو بھی دیکھئے اللہ کیا کرتا ہے۔ الٰہ آباد سے کچھ چیزیں بھی لینی ہیں۔ اگرچہ روکا جاؤنگا۔ لیکن بہت دل برداشتہ ہوں۔ احباب لکھنؤ بہت گرویدہ ہیں لیکن وہی بات ہے کہ:۔ ع

از درون من نہ جست اسرار من

یہ تو میرے عقیدے میں آپ ہی نہیں ہے۔ دہلی کا ارادہ ترک نہیں کیا بجز اس کے کہ آپ صریحاً ممانعت کریں۔ وہاں دو بیبیاں میری رشتہ دار ہیں۔

---

[1] خاک کی مناسبت میں صاف اشارہ ہے کہ دہلی میں دفن ہونا چاہتے تھے۔ ۱۲

بلی ماران میں رہتی ہیں۔ اُن کا اصرار ہے۔ آپ نے شہادت نامے پر توجہ کی
یہ سمجھیے کہ غم ہی نہیں فائدہ ہے۔ اکبر لکھنؤ۔ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء

مکرمی زاد لطفہٗ۔ کل بعد دوپہر یہاں پہنچا الحمد للہ کہ عشرت میاں کے دل کو
آپ سے اور آپ کی طریقت سے بے تعلق نہیں پایا۔ عقیل پنج گنج پڑھتا ہے
اللہ مدد کرے۔ بچہ کم زور ہے میں نے مشورت دی ہے کہ حاذق الملک صاحب
کو دکھادو۔ عشرت مستعد ہیں کہ ہفتے عشرے کے لیئے دہلی جائیں۔ میں ارادہ
کررہا ہوں کہ امروز فردا میں الہ آباد جاؤں۔ وہاں سے دہلی آؤں۔ لیکن
کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیا ہوسکے گا۔ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِکَ
غَدًا اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ ط اس وقت تو یہ حالت ہے کہ جائے قیام ذہن
میں معین نہیں ہے۔ مرید حضرت دل ہوں مقیم خانۂ تن ہوں۔

آپ کے قبلہؔ و کعبہ کے مضمون پر اخبار مشرق میں کسی صاحب نے بہت کچھ فضول
لکھ ڈالا ہے۔ جی چاہتا ہے جواب لکھوں۔ میں نے تو ایک دفعہ لکھا تھا جناب
جامع مسجد دہلی مدظلہٗ۔ یہ کیا۔ جناب من بات یہ ہے کہ ہر شخص سے بلحاظ مرتبہ
خطاب مناسب ہے بالفعل جامع مسجد دہلی آئندہ ترقی کیجیئے گا تو کعبہ بھی لکھوں گا
اودھ اخبار میں شعرا کانفرنس کے ساتھ آپ کا ذکر دیکھا۔ لکھنے والے نے
لکھا ہے کہ شاعری کو اس کانگریسی اور کانفرنسی سانچے میں کیوں ڈھالتے ہو۔
جواب تو یہی ہے۔ اس لیئے کہ تم سے قافیہ ملاتے رہیں۔ دیکھیئے کیسا
موزوں جواب ہے۔

لہ حسن نظامی نے لکھا تھا کہ قبلہ و کعبہ کسی آدمی کو لکھنا بُرا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت کا
لطیفہ۔ جناب جامع مسجد دہلی بہت ہی خوب ہے۔ ۱۲

اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ صحت جو کچھ ہے قائم رکھے۔ ارادوں پر عمل کر سکوں۔ سب کو دعا سلام۔

خاکسار اکبر۔ پرتاب گڈھ۔ ۱۰ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء

مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ عشرت سلمہٗ کو میرے یہ اشعار بہت پسند آئے ہیں۔

گو سعی ہوائے شوق نے کی بو اُس کی نہ نکلی محفل سے
مجنوں نے اُڑائی خاک بہت لیلےٰ نے نہ جھانکا محمل سے

دنیا کے تغیر کا نہیں جس شیدائے جمال یاری کو
پروانے کو مطلب شمع سے ہے کیا کام ہے رنگِ محفل سے

ایذا کا مجھے حس ہی نہ ہوا فریاد و فغاں میں کیا کرتا
جس وقت نہ خنجر تھا گلا آنکھ اپنی لڑی تھی قاتل سے

جونپور میں وہی سالانہ عرس ہونے والا ہے عشرت کہتے تھے کہ میں تم کو لکھ بھیجوں گا کہ کسی قوال کو یاد کرا دیں۔ میں نے کہا اپنا اپنا مذاق ہے۔ اور تم سنو تو ایک بات ہے بس تم آپ کو بھی مطلع کر دیا۔ عشرت کو شوق تو ہے قوالی سننے کا۔

کیا عجب ہے کہ عشرت بھی دہلی کا قصد کریں۔ رخصت مل گئی تو قصد پورا ہو گا۔ انشاء اللہ مجکو تو ابھی سے سردی محسوس ہوتی ہے۔ اگر آنا ہے تو اسی اکتوبر میں آؤں۔ عشرت دنیا دیکھ آئے لیکن ابھی دلی نہیں دیکھی۔

اکبر۔ پرتاب گڈھ۔ ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہٗ۔ جب تک اللہ کا حکم نہ ہو ہم آپ کیوں کر ہل سکتے ہیں۔
شوق ہے ہوا کرے اس تمنا میں کہ حور کے نکاح کے وقت موجود ہوں۔ کل میں
الہ آباد سے روانہ ہوا۔ راجا میاں دلی کے مشتاق تھے اور چار دن کی تعطیل
تھی ان کو بھی ساتھ لیا اور اپنے ساتھ سکنڈ کلاس میں بٹھایا تا کہ دل نہ گھبرائے
اور متفرق چیزوں کے نگراں رہیں۔ بندھا اور سلیمان تھرڈ کلاس میں تھے۔
ریل چلی اور ہم خوش تھے کہ دوپہر کو آپ کے ساتھ کھانا کھاتے ہونگے اور بندھا
حور کی بلائیں لیتی ہونگی وہ وقت تبخیر کا تھا اور گاڑی میں وہ تین انگریزی خیال
عمل مچا رہے تھے مجھ کو غیر معمولی قبض کی شکایت تھی۔ فتح پور پہنچ کر کچھ غذا ہوئی
پھر لیٹ رہا۔ کچھ آگے بڑھ کر احتباس ریاح اور ناتوانی اعصاب سے اس
شدت سے بے چین ہوا کہ حواس مختل ہو گئے۔ کانپور میں مجبوری اُتر پڑا۔
بندھا اور راجا میاں سے کہا کہ تم لوگ چلے جاؤ پہلے تو وہ رضامند ہوئے لیکن
پھر غالباً اس خیال سے کہ مرا ساتھ نہ چھوڑیں انہوں نے سفر کو قطع کیا۔ ویٹنگ روم
میں رات بھر بے چین رہا ممکن تھا کہ کسی دوسری ٹرین میں دہلی روانہ ہوتا۔ لیکن
کھانے کا جو شرائط کے ساتھ ہوتا ہے کوئی انتظام نہ تھا۔ لہذا نہایت افسوس
کے ساتھ سات بجے صبح کے پسنجر میں الہ آباد واپس پہنچا اور عشرت منزل ہی میں
چلا آیا۔ آٹھ بجے صبح کو طبیعت درست ہوئی۔ اگرچہ نماز صبح ہی کے وقت سے
خفت شروع ہو گئی تھی۔ اب کیا کہوں کہ کیا کرنا چاہتا ہوں۔ ایک خیال یہ ہے
کہ پہلے سے منازل مقرر کر کے اور احباب کو لکھ کر انتظام کر کے سفر کروں۔
دوسرا خیال یہ ہے کہ تبخیر دوسرے وقت عموماً ہوا کرتی ہے اور رات ہی کو
اکثر شدت ہوتی ہے۔ لہذا علی الصباح اکسپرس میں چلوں اور ساڑھے آٹھ بجے
شب کو دہلی پہنچوں لیکن وہ وقت اچھا نہیں۔ آپ تک پہنچنے میں دس گیارہ

بچیں گے۔

میں یہ دیکھ کر خوش ہوں کہ آپ اپنی علمی قابلیت اور قرآن کی واقفیت کو بڑھا رہے ہیں اور باطنی اور روحانی ترقی کی بھی فکر ہے۔ ایسا جو خزانہ جمع کر لیجیے بس وہی آپ کا ہے۔ حور کا عقد کس لڑکے سے ٹھہرا ہے۔ کیا عمر ہے۔ کیا تعلیم ہے۔ کیا کرتا ہے۔ رخصتی کب ہوگی ہم لوگوں کو پیشتر سے اطلاع چاہیے۔ چلّے سے فارغ ہو کر خبر دیجیے گا۔ میری غذائے روح بھی لٹریری اور صوفیانہ سوسائٹی ہے جس کے صدر آپ اور عزیزی واحدی وغیرہ ممبر ہیں

اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنِیْ مَعَ الْاَبْرَارِ وَاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ؕ

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۶؍ اکتوبر ۱۹۱۶ء

جناب من کارڈ پہنچا۔ امید ہے کہ میرا خط پہنچ گیا ہوگا۔ ہم ساڑھے گیارہ بجے ریل سے اترا۔ شاید شام کو خط لکھا۔ ۲۷؍ کو روانہ ہوا ہوگا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ۸؍ مارچ کو شام کو اسٹیشن پر گیا، اسباب ساتھ ٹکٹ لئے جاتے تھے کہ طبیعت خراب ہوگئی۔ واپس آیا۔ اس مرتبہ تو روانہ ہی ہوگیا اور کس اہتمام سے۔ لیکن کانپور پہنچ کر ایسی حالت ہوئی کہ اترنا ہی پڑا۔ اس دورے کے وقت ایک خفقان سا ہو جاتا ہے۔ باندی بی بی تو کہتی ہیں کہ ضرور کچھ مصلحت ہے کہ آپ دہلی سے روکے جاتے ہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ اللہ کو منظور نہ تھا کہ اس وقت دہلی پہنچوں۔ لیکن یہ مصلحت کیا کم ہے کہ ارمان نہ پورا ہونے پر دل بے چین ہو۔ مغرب کا وقت قریب ہے کچھ لکھ چکا ہوں کچھ پھر لکھوں گا۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۹؍ اکتوبر ۱۹۱۶ء

مکرمی دام مجدکم - داماد کے انتخاب میں آپ نے عقلمندی سے کام لیا ہر اعتبار سے میں مطمئن اور مسرور ہوا - اللہ راست لائے - تعلیم عربی فارسی بھی کچھ ہو اور عمدہ سوسائٹی میں اُس لڑکے کو شریک ہونے کا زیادہ موقع ملنا چاہیئے - مطلب یہ ہے کہ ذی علم اور صاحب امتیاز لوگوں میں -

آپ کا قیاس صحیح معلوم ہوتا ہے - سردی میں مجکو تبخیر زیادہ ہوتی ہے جہاں اختباس ریاح کو دیر ہوئی - خفقان اور سوء خیال شروع ہوتا ہے - اس وقت بالکل آزادی اور سکون کی طلب ہوتی ہے - ہنگامہ ریل میں یہ کہاں - متواتر صدمات اور تحمل نے دل کو اور بھی کم زور کر دیا ہے - امید ہے کہ کم زور ہونا اچھا یعنی یہ کمزوری صرف طلب دنیا اور تعلقات کی طرف سے ہے شاید فیصلہ کر لوں کہ گرما ہیں بسر کروں - مکان ٹٹی پنکھے کا بندوبست کر دیا جائے خیر اس کے لئے ابھی بڑا وقت پڑا ہے -

آپ پہلے شرکت کانفرنس کی نسبت تو لکھیے - اگر نہ لکھ چکے ہوں تو لکھیے کہ میں قیاس کرتا ہوں کہ جناب والا کو میری شرکت کانفرنس میں کچھ عذر نہ ہوگا لہذا شریک ہونے کا ارادہ ہے - تاہم اگر اجازت صریح مرحمت ہو تو عین نوازش ہے - اگر لکھ چکے ہوں تو خیر - دوسرے مضمون یعنی میری عیادت و خدمت کی نسبت سوچ کر لکھوں گا - خواجہ بانو اب کیسی ہیں - حور بانو سے کہہ دیجیے افسردہ نہ ہوں - میری صحت کی دعا کرتی رہیں - حصہ اول نہیں ملا حصہ دوم کل روانہ ہوگا -

جی ہاں گھر ہی میں اعتکاف اچھا ہے - بلحاظ آپ کے منصب کے یہ ضروری و موزوں ہے ورنہ آپ کے دل کی درستی اور توجہ الی اللہ فطری ہے یہ اللہ کی نعمت ہے - علم و ریاضت کو دخل نہیں - مراسلت رہے گی یا نہیں -

لکھنؤ قریب ہے دن ہی دن میں سفر ہو سکے گا۔ آپ آئے اور میں زندہ اور قابلِ سفر رہا تو آپ سے ملنے کو انشاء اللہ ضرور آؤں گا کہیں لحاف میں دبکا رہوں گا۔ آپ کا وہ سفر نومبر کے لئے ہو گا۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۳۰ / اکتوبر ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ آپ یہاں کے حالات اور رنگ طبائع سے آگاہ نہیں ہیں۔ قیاس کو امید اور آرزو کی طرف بہت وسیع نہ کیجئے اور افضالِ الٰہی کے منتظر رہیئے۔ میں کیا کہوں کہ خود کس درجے مشغول ہوں بہرحال اجازتِ عیادت اکبر نہ طلب کیجیے۔ وہی شرکت کانفرنس ٹھیک ہے نبض دیکھیئے۔ میں بھی موقع کا منتظر ہوں۔

تمام حالات ایسے جمع ہیں کہ میرا دل یہاں رہنے کو نہیں چاہتا۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں۔ میں خود اپنے دل کو دیکھتا ہوں کہ آرام و عافیت اور خدا اور آخرت کا خیال رکھنے والوں کی صحبت کا طالب ہے۔ اور اس میں کچھ ہرج نہیں ہے۔ اور نہ کوئی مزاحم ہو گا کیوں مزاحمت ہونے لگی۔ لیکن عزیز لوگ ہیں کہ بدحواس ہوئے جاتے ہیں۔ بس چپکے بیٹھے رہیئے کہیں نہ جایئے اُن کے دل، ان کے اغراض ان کے قیاسات کو کیا کروں۔ لیکن تا بہ کے۔ خدا سے امید ہے کہ فضل کرے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۱ / اکتوبر ۱۹۱۶ء

محترم نامے کا شکر گزار ہوں۔ میں بہت کم کسی رسالے کو پڑھتا ہوں لیکن اس کو دل لگا کر دیکھ رہا تھا۔ میں نے دل کیا لگایا تھا۔ دل خود ہی لگ گیا تھا۔ چند ورق پڑھے تھے کہ منشی رسول احمد مانگ کر لے گئے۔ اُن کی کاپی آجائے گی تو

واپس دیں گے۔ اکبر حسین الہ آباد۔ ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ عشرت منزل کے شمالی برآمدے میں جو باغ کی طرف ہے رہتا اور سوتا ہوں۔ لیکن آج صبح کو سردی زیادہ محسوس ہوئی شانوں میں درد تھا۔ اب کمرے میں چلا جاؤں گا۔ عشرت پرتاب گڈھ بلاتے ہیں۔ بنگلہ جنگل میں ہے۔ بہت سردی ہوتی ہے۔ دو تین دن کے لئے بہ تکلف چلا جاؤں گا۔

رات مولوی احسان اللہ صاحب عباسی گورکھپوری جنہوں نے بلا اصل متن کے قرآن مجید کا اردو ترجمہ شائع کیا ہے اور میرے مکرم اور آپ کے بھائی احسان کے اُسوۂ حسنہ کے نامہ نگار ہیں مجھ سے ملنے تشریف لائے تھے فرماتے تھے کہ درود جو نماز میں پڑھتے ہیں کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ۔ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اسی سے امامت بارہ اماموں کی ثابت ہے۔ اور میں تو لکھنؤ جاتا ہوں تو شیعہ مجتہدوں کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں۔ البتہ ہاتھ باندھ کر پڑھتا ہوں۔ کیونکہ عادت پڑی ہوئی ہے۔ اور اس میں کچھ حرج بھی نہیں ہے۔ تبرا پر مزاحمت نہیں کرتا۔ کیونکہ مزاحمت سے ضد بڑھتی ہے۔ خلفائے ثلاثہ کو دنیوی بادشاہی حاصل تھی۔ روحانی سلطنت بارہ اماموں میں تھی۔

آپ کے دوست اُسوۂ حسنہ کے لئے یہ مضمون مفید عام مولانا سے کیوں نہیں حاصل کرتے؟۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۰؍ نومبر ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ عزیزی اقبال حسین کے خط سے معلوم ہوا کہ عشرت میاں نے اُن کو لکھا ہے کہ بڑے دن کی تعطیل میں دہلی کا قصد کروں گا میرے لیئے تو وہ شدید سردی کا وقت ہوگا خیر زندگی ہے تو دیکھا جائیگا۔

محرم نامے کے صرف چند صفحے میں نے دیکھے تھے کہ منشی رسول احمد صاحب منصرم عدالت دیوانی وہ کتاب یہ کہہ کر مجھ سے لے گئے کہ کل واپس کردونگا لیکن اب تک واپس نہیں کی۔ کہتے ہیں کچہری میں بھول گیا۔ بعد تعطیل ملے گی۔ لیکن بارہا انہوں نے مجھ سے یہ کہا کہ شیعہ اس سے بہت خوش ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ شیعہ بھی لکھتا تو اتنا ہی لکھتا۔ میں تو خیال کرتا ہوں کہ انہوں نے مبالغہ کیا ہے آپ نے جو کچھ لکھا ہوگا صحیح واقعات اور مناسب جذبات کی بنا پر لکھا ہوگا۔ منشی رسول احمد صاحب نے محرم نامہ اور مجموعہ مضامین ویلیو پے ایبل آپ سے مانگا ہے کتابیں اُن کو جلد بھیج دیجئے تاکہ میری کتاب واپس ملے۔

اقبال صاحب کا خط آیا ہے۔ لکھتے ہیں۔ میں تصوف کے خلاف نہیں ہوں صرف چند مسائل سے اختلاف ہے جو کچھ ہو شکستگی دل بری چیز ہے۔ یا گداز دل کہیئے۔ یہ نہیں تو وہ رنگ نہیں۔ میں نے لکھ دیا کہ خواہش یہی ہے کہ آپ محبوب قلوب رہیں۔ میں تو عبرت و آلام کے ہاتھوں مردہ ہو گیا۔ میں ہوں اور ایک دوسرا عالم ہے۔ خبر نہیں دنیا کہاں ہے اور اس کی اصلاح کے لیئے کیا کہنا اور کیا کرنا چاہیئے ؎

آمادہ حریف ہیں ستانے کے لیئے اور دکھ میں شریک ہونے والا نہ رہا
زندہ ہوں تو مجھ پہ ہنسنے والے بہت مرجاؤں تو کوئی رونے والا نہ رہا

خدا آپ کے اعتکاف کو قبول فرمائے اور ترقی عطا کرے۔

نیازمند اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۶ نومبر سنہ ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ - محرم نامے میں آپ نے نہایت قابلیت و محنت سے واقعات جمع کر دیئے ہیں اور طرزِ بیان ایسا اچھا ہے کہ جس نے دیکھا دیکھتا ہی رہ گیا یہاں تک کہ ختم کیا - آپ جہاں تھے وہیں ہیں کوئی کچھ کہے - بہت اچھی نصیحت آپ نے کی ہے - ماننا کون ہے لیکن کسی کو غصہ بھی نہ آئے گا -
اقبال صاحب نے البتہ بہت ترقی کی ہے - اُن کو ضرورت ہے میں یہ لکھ دوں گا تاکہ

آپ کے ہاتھ میں میں ہاتھ نہیں دے سکتا   داد دیتا ہوں مگر ساتھ نہیں دے سکتا

خدا کے ساتھ رہنا چاہیئے - پھر جو رنگ چاہو اختیار کرو - لیکن حالت یہ ہے کہ

مسلماں تو وہ ہے جو ہے مسلماں علمِ باری میں،
کروڑوں یوں تو ہیں لکھے ہوئے مردم شماری میں

پرسوں سے نزلے میں مبتلا ہوں - دردِ سر اور اعضا شکنی ہے - آج پرتاب گڈھ جانے کو تھا لیکن نہ جا سکوں گا - جائے امن و فراغ اب تک نہیں ملی - دوسرا نہ کہے کہ آپ کو یہ کرنا چاہیئے اُس کو ہمارے دل کی خبر نہیں - بس ہمیں جو مناسب سمجھیں کریں - چیف سکرٹری صاحب نے اتوار کو گیارہ بجے بلایا تھا میں اچھا نہ تھا - نزلے کی آمد تھی - اعضا شکنی تھی - خیر گیارہ بجے پہنچا تیس منٹ تک بیٹھا رہا لیکن ملاقات نہ ہوئی - کوئی یوروپین آگیا تھا - میری طبیعت زیادہ نادرست ہوئی - دردِ سر بڑھ گیا - بالآخر چلا آیا - معذرت لکھ بھیجی اب اگر وہ خفا ہوں تو ظلم ہے -
الحمد للہ کہ آپ نے ترجمہ قرآن مجید کا خیال ترک کیا - مجھ کو تعجب تھا اُس کا ترجمہ یہی کائنات ہے -   اکبر الہ آباد - ۱۴ر نومبر سنہ ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ - آپ اعتکاف میں ہونگے - اللہ تعالےٰ اطمینانِ دل

زیادہ کرے قوت باطنی بڑھائے۔ غیر ضروری مباحث، مکروہات دنیا سے محفوظ رکھے۔ حاسدوں کے شر سے بچائے۔ خفقان کی کمی اور عاقبت بخیر ہونے کی دعا کا آپ سے بھی طالب ہوں۔ حضرت اقبال کے خیالات میں بہت تبدیلی ہوئی یا کم سے کم اس کا اظہار رہوا۔ اب ان کو اچھی اور منضبط و مربوط سوسائٹی مل جائے گی۔ آپ کی فرمائش کلیات ابھی یاد آئی عشرت باہر گئے ہیں آئیں تو کہوں۔ ہمارے سمدھی صاحب کے حقیقی چھوٹے بھائی شیخ علی حسین خاں صاحب آپ کے بڑے مشتاقوں میں ہیں سلام کہتے ہیں۔ حور بانو خواجہ بانو کو دعا۔ سب عزیزوں کو سلام۔

اکبر۔ پرتاب گڈھ۔ ۱۷ نومبر ۱۹۱۱ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ پرسوں میں پرتاب گڈھ سے واپس آیا۔ عقیل سلمہ نے اپنی کاپی کلیات کی آپ کو بھیج دی ہے۔ رسید سے مطلع فرمایئے گا۔ زمانہ بہت پر آشوب ہے۔ قومی حالت نہیں رہی صرف شخصی حالت ہے۔ اکثر صاحبوں نے پوچھا کہ محرم نامے کی جیسا کہ وہ ہے کیا ضرورت تھی۔ میں یہی کہہ سکا کہ شخصی حالتوں کی اصلاح سے کیوں کوئی روکا جائے خیال ہے کہ ظعن و بدگمانی سے محفوظ رہیں۔ جب اپنا اقتدار تھا تو اس کی چنداں پرواہ نہ تھی۔ اقبال صاحب نے تو مجھ کو خط میں لکھا ہے کہ مسئلہ امامت کو انہوں نے مان لیا۔ لیکن یہ نہیں اقرار کیا کہ میں شیعہ ہو گیا خانہ ساز عقائد سے دوسرا مذہب تو قائم ہو نہیں سکتا شغل زندگی سمجھیے۔

ظریفانہ مضمون کا کیا مضائقہ ہے۔ مجھکو اکثر یہ وہم ہوتا ہے کہ ہماری سرکار تو تردد ات میں ہے اور ہم کو دل لگی سوجھی ہے۔

آپ کا چلہ انشاء اللہ ۹ دسمبر کو ختم ہوگا۔ کاش اس وقت یہ کہہ سکوں ؎

تو شبانہ می نمائی بہ بری کہ بودی امشب
کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

اپنا حال کیا لکھوں لا الٰہ الا اللہ اور خفقان ہسٹری پر نظر کرنے کی نہ فرصت نہ ضرورت شیعہ سُنّی کو حلوا پلاؤ مبارک ہم کھا ہی نہیں سکتے ہضم ہی نہیں ہوتا۔ زندگی سے مجبور ہوں ؎

ہوا جو ہم نفس قطرہ بن گئی دم بر
حباب نے بھی خودی کا مزا اٹھا ہی لیا

آپ معذور ہیں دوسروں کی قائم مقامی بھی کرنی ہے۔ علاوہ بریں ؎

ترکِ دنیا کے خیالات کو دھوکا پایا
غور جب ہم نے کیا سائنس کو دنیا پایا

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۳ر نومبر ۱۹۱۶ء

پیارے خواجہ صاحب۔ زمانہ اعتکاف میں مبتلائے تکلیف ہو جانا یہ بھی ایک آزمائش تھی۔ میں نے جو جواب دیا اس کے معنے بھی ضرورت شکم ہی ہیں اس وقت شیعہ و سُنی کے الفاظ بالکل بے معنی ہیں۔ عملی پہلو کے لحاظ سے صرف ڈھانچے کا رکھ رکھاؤ سوشل مجبوری سے ہو رہا ہے۔ بیگم صاحبہ کی پسند کا اثر کے دن اور آپ کی شخصیت اور دنیاوی ضرورت کے دن۔ اگر مجھ سے آپ سے ملاقات مقدر ہے تو میرے خیالات اس باب میں سُنیئے گا۔ میرے دادا شیعہ تھے۔ پردادا کی خبر نہیں غالباً سنی سپاہی تھے۔ اب تو میں یہ کہتا ہوں کہ ؎

شیعہ کو مجھ سے کچھ بھی خوف و خطر نہیں ہے
وہ ہو علی تو باشد بندہ عمر نہیں ہے

اور بہت سے باریک نکتے سنیئے گا۔ جی نہیں چاہتا کہ لکھوں۔ میں اعتراض کرنے میں بہت رُکتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میری حالت نہایت ہی غیر معمولی ہے فطرت کے اقتضا سے دنیا کیوں نہ متاثر ہو۔ خدا کرے آپ کا مالی فائدہ ہو۔

آپ چمکیں۔ بڑی خوشی کا باعث ہو گا۔ آپ خدا کو مقدم رکھیں گے یعنے اللہ کو تو اکبر کو کیوں چھوڑنے لگے۔ جو اصل کار دین ہے وہ فقط وحدت فقط اک "وہ ہو" مذاہب کو بہت جانچا بس اپنے منہ میاں مٹھو۔ منشی جی کے ہاں صاحب فرمائش کو دریافت کرونگا۔

محرم نامہ اسرار خودی تک نہیں پہنچا۔ مگر ہے قابل داد۔ اچھا ہے اقبال کا کچھ جواب ہو جائے ماجد صاحب لکھتے ہیں۔ آپ کانفرنس میں آئیں گے کیا یہ سچ ہے ؟

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۸ نومبر ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالٰے۔ یہ نہ خیال فرمائیے گا کہ آپ سے بدگمان ہوا ہوں صرف یہ اندیشہ ہوا کہ لوگ بددل نہ ہوں۔ بلاشبہ ضرورت سے مجبوری ہے۔ جی ہاں زنانہ پن ہی کا تو روگ ہے۔ اسی سبب سے فطرت آج تک الگ رہی اور ضروری کام آپ ہی کی جماعت سے لئے اور لے رہی ہے۔ آپ کو کفر سے مقابلہ اور اُن کا صرف آپ سے مقابلہ یہی خیال ہے کہ اولاد کو اس مذاق سے بچائیں ورنہ آرام اور حلاوت تو اُدھر بہت ہے۔ تقدس کی تو حد ہی نہیں۔ لیکن زبانی باتیں ہیں۔ وہ اخلاق کہاں ؎

زبانی ہی باتیں ہیں لفظوں میں گم ہو اجی بھائی صاحب جو سب ہیں وہ تم ہو

میں نہیں جانتا انقلاب زمانہ آگے چل کر کیا رنگ دکھائے۔ اس وقت تو صبر و استقامت مناسب ہے۔

یہ فرمائیے اب آپ کی طبیعت کیسی ہے۔ رفیق صاحب کے صاحبزادے کی شادی دہلی میں ۲۸ دسمبر کو ہے۔ نوید کا رقعہ آیا ہے۔ لکھ دیا کہ بشرط امکان شریک ہونگا۔

ابھی آپ کو ایک کارڈ آپ کے جواب میں لکھ چکا ہوں۔ بعد ازاں کاغذوں میں یہ خط نظر آیا اور یاد آیا کہ کل لکھا تھا۔ لفافہ نہ تھا، روانگی ملتوی کردی تھی۔ پھر بھول گیا لہذا بجنسہ روانہ کرتا ہوں۔ کیا آپ کو اجازت مل گئی یا قیاس اجازت کو جائز سمجھنے کا قرینہ ہے۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲ر دسمبر ۱۹۱۶ء

میرے مکرم۔ یہ آپ نے کیا فرمایا کہ آپ کے پچھلے خط نے روک دیا۔ یہ پہلا وقت ہے کہ یا آپ سے غلط نویسی ہوئی یا آپ سے غلط فہمی ہوئی۔ اگر ممکن ہو تو ضرور لکھنؤ تشریف لائیے میرے لئے دسمبر کے آخر میں سفر قریباً ناممکن ہے جس کے معنی ہیں کہ سخت مشکل ہے لیکن بشرط زندگی میں اسی مشکل پر غالب آنے کی کوشش کرونگا۔ مگر پہلے سے اطلاع ہو تاکہ محفوظ جائے قیام کا انتظام کیا جائے۔ میں نے ہرگز نہیں لکھا کہ جانے دیجئے ملتوی کیجئے۔ یعنی ارادۂ تشریف آوری لکھنؤ۔ بشریت کو بڑی حسرت۔ والا فقرہ نہایت بلیغ ہے۔ آپ کا حصہ ہے۔ برادرم میں کیا اور آپ کی یہ حسرت دلی اتحاد کا اقتضا ہے۔ مجھ کو بھی ہے لیکن سمجھ لیا ہے کہ میری بہتری کے لئے آپریشن ہو رہا ہے۔ میں کانفرنس میں ہرگز شریک نہ ہو سکونگا۔ آپ ہی سے ملنا مقصود ہے۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲ر دسمبر ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ۔ اس وقت خیال آیا کہ لکھنؤ آنے میں آپ کو زحمت ہوگی کیونکہ شرکت کانفرنس کا تو کوئی دلی شوق آپ کو ہوگا نہیں البتہ میرا ملنا۔ وہ حسب مسرت طبع اطمینان کے ساتھ شاید نہ ہو۔ ایک یہ بات ہوگی کہ لکھنؤ میں

موجود ہوتے ہوئے کانفرنس میں شریک نہ ہونگا نہ ہوسکونگا۔ ع

معذرت سست اعتراض حیثیت

اگر آپ کو یہ خیالات ہوں تو ایسی حالت میں کہ آپ کو جواب صریح گورنمنٹ یوپی سے نہیں ملا کیوں وہاں جایئے میں دہلی آنے کے لئے صرف وقت کا منتظر ہوں۔

اکبر حسین - الہ آباد - ۳۰ر دسمبر ۱۹۱۶ء

اس سلسلے میں مولانا عبد الماجد صاحب بی - اے - مصنف فلسفۂ جذبات کا خط بھی درج کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے جو حسن نظامی کے نام آیا تاکہ حضرت اکبر کے خطوط کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجائے - وھوھذا!

مکرمی - آج میں اس قابل ہو گیا کہ برن صاحب سے مل سکا پہلے میں نے خود اُن سے اردو کانفرنس میں شرکت کی خواہش کی اور وعدہ لے لیا۔ پھر میں نے آپ کا ذکر کیا۔ کہا کہ میں اُن سے شخصاً تو نہیں واقف۔ لیکن اُنکی تحریر سے خوب واقف ہوں۔ میں نے پوچھا کہ اگر وہ اُردو کانفرنس میں شریک ہونے یہاں آئیں تو آپ کی گورنمنٹ کو اعتراض تو نہ ہوگا۔ کہا کہ اس کا میں کوئی قطعی جواب نہیں دے سکتا۔ اس کا جواب خود اُنہی کا طرز عمل دے سکتا ہے۔ اگر اُن کا طرز عمل وہی رہا جو بعض گزشتہ مواقع پر رہا ہے تو گورنمنٹ بھی مجبور ہو جائے گی۔ میں نے کہا کہ میں اُن کے گزشتہ طرز عمل کی بابت تو اس وقت کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ لیکن آئندہ کی بابت البتہ کہہ سکتا ہوں اور وہ یہ کہ وہ یہاں خالص اردو کانفرنس کی شرکت کے لئے آئیں گے۔ کانگریس و لیگ کے جلسے میں بھی غالباً نہ جائیں۔ کہنے لگے کہ ہاں مجھے زیادہ ڈر اُن کی شرکت کانگریس ہی سے ہے۔ اس کے پنڈال میں جاکر وہ اپنے قابو میں

نہ رہیں گے۔ میں نے اس کی بھی تردید کی۔ اس پر کہا کہ اگر ایسا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ اردو کانفرنس تو بہت ہی بے ضرر چیز ہے۔ اس میں بخوشی آ سکتے ہیں بلکہ مجھ سے مل بھی سکتے ہیں۔ مسٹر محمد علی و ابو الکلام کا بھی ذکر کرتے رہے۔ میں نے کہا اُن کی تمثیل صحیح نہیں۔

یہ تھا خلاصہ میری ان کی گفتگو کا۔ میں تو یہی رائے دونگا کہ آپ ضرور آئیے زیادہ سے زیادہ یہ کہ یہاں آ کر اُن سے مل لیجیے گا۔

نیاز کیش ماجد۔ گولہ گنج۔ لکھنؤ۔ ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۶ء

پیارے خواجہ صاحب اللہ کے حفظ و امان میں رہیئے۔ ماجد میاں لکھتے ہیں کہ ارادہ ہے کہ برن صاحب سے مل کر آپ کے باب میں تحریک کریں۔ میں مدت سے یہ خیال کرتا تھا اور آپ کو لکھنا بھول جاتا تھا کہ ممکن ہے کہ برن صاحب کی شخصیت اس باب میں سدّ راہ ہو۔ ہز آنر سے کام نہ چلے گا۔ برن کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے۔ وہ منائے جائیں۔ اُن کی حاکمی مانی جائے۔ کہا جائے کہ آپ لٹریری آدمیوں کے مربی ہیں۔ ہمت افزا ہیں، فارسی اُردو کو آپ پر فخر ہے جو لغزش طوفان غلط فہمی میں مجھ سے ہو گئی اس سے قطع نظر فرمایئے۔ میرا ابھی بہت نقصان ہو رہا ہے۔ اور میرے وابستگان دامن کا بھی۔ میں خود سب کچھ کرتا۔ لیکن خود آلودگی سے پاک نہیں۔ غلط قیاس کر لیا گیا۔ کہ معاملۂ مسجد میں آپ کا مشیر تھا۔ مجکو اندیشہ رہا کہ مبادا میری تحریک سے کہیں اُن کے کان اور نہ کھڑے ہوں ؎

چو رستم پدر باشد و من پسر	بہ گیتی نہ ماند و گر نامور

اچھا ہوا کہ ماجد میاں نے یہ خیال پیدا کیا۔ میں نہیں جانتا کیا اثر ہوگا۔

خدا اثر دے بات تو کچھ نہیں۔ آپ بھی ایک عرضی برن صاحب کو بھیج دیں تو کیا ہرج ہے۔ "آنریبل آر برن" چیف سکریٹری گورنمنٹ یو پی لکھنؤ۔ اردو ہی میں ہو۔ صاف ہو۔ میں اس بات سے خوش ہوا کہ ماجد میاں کے دل نے بھی آپ کی خانقاہ میں پناہ پائی ہے جو دن گزریں غنیمت ہے۔ استقامت تو اللہ کی بڑی نعمت ہے جس کو نصیب ہو۔ ہمارا تو یہ حال ہے ؎

دل جو عدمے بہت اٹھاتا تھا ایک رنگ آتا ایک جاتا تھا

اپنی بیاض میں یہ ایک شعر پاتا ہوں ؎

ٹھیک ہے مصرع کا مضمون قافیہ گو سخت ہے
اہل دل نالاں ہو جس سے وہ بڑا کمبخت ہے

اکبر۔ الہ آباد۔ ۴ر دسمبر ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ ماجد میاں نے بڑا کام کیا۔ برن صاحب سے آپ کے لکھنؤ آنے کی اجازت حاصل کرلی۔ بڑی بات یہ ہے کہ آپ برن صاحب سے ملیں گے۔ برن صاحب نے کہا کہ میں تصوف کو پسند کرتا ہوں اب آپ کا لکھنؤ جانا نہایت ضروری ہے۔ خدا نے چاہا تو راہیں کھل جائیں گی۔ میں اگر آیا تو بعد ختم کانفرنس آؤنگا۔ لیکن اس سردی میں سفر سے زیادہ آرام بحالت قیام دشوار معلوم ہوتا ہے۔ مرا حال یہ ہے جہاں تک دنیاوی زندگی کو تعلق ہے ؎

جان مردہ ہے بدن افسردہ ہے مانند خاک جی رہا ہوں گا کبھی لیکن اب اپنی قبر ہوں

آپ کا خیر طلب۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۶ر دسمبر ۱۹۱۶ء

مکرمی دام الطافہٗ - ماجد میاں نے مجھ کو کچھ زیادہ لکھا تھا - بہرکیف
جو آپ کو لکھا اُس کا نوٹس لیجئے باقی سے بے خبری کیجئے اور اس مضمون کو خود
پیش ہو جانے دیجئے - برن صاحب ہی سے ملنے کے لئے لکھنؤ آنا ضروری ہے -

بہ منعم کن تا کرد گار جہاں — دریں آشکارا چہ دارد نہاں

اگر برن صاحب آپ سے بے تکلف ملیں تو آپ مجسٹریٹ الہ آباد کے نام
چٹھی مانگ سکتے ہیں - میرا ذکر کر سکتے ہیں کہ بوجہ مذاق تصوف کے میری اُن کی
ملاقات تھی اور میں اُن کا مہمان ہوتا تھا - لیکن ۲ دو سال سے انہوں نے یہ خیال
بدگمانی گورنمنٹ جائز نہیں رکھا کہ میں اُن کا مہمان ہوں - ممکن ہے کہ وہ
دو سطریں مجھ کو لکھ دیں - لیکن یہ باتیں موقع پر منحصر ہیں اور اپنے دل کی
اُپج پر - آپ عام طور سے بھی اعلان صفائی کی استدعا کر سکتے ہیں - بلا
تخصیص - لیکن تصوف ہی کو لیجئے اور سچی بات ہے وہ کہہ دیجئے کہ غلط فہمی
ہوئی - دباؤ پڑا - ایک جوش طبیعت کا اظہار ہو گیا - سلف گورنمنٹ کے
تو آپ قطعی مخالف رہے ہیں - اور اب تو یہ کہنا چاہیئے کہ پالٹکس سے ہم کو
سروکار نہیں - تمام بنی آدم کی محبت کا سبق دینا ہمارا کام ہے - فساد
کے خلاف وعظ ہم پر واجب ہے -

میں اپنی حالت اور اپنے خیالات کیا کہوں - آپ نے کبھی لکھا تھا
کہ ایک بڑی قوت کا خیال آنے لگتا ہے اور حمیت رنگ دیتی ہے - میں نے
آپ کو بہت داد دی تھی - یہ تو آپ کی فطرت ہی ہے اور ایسا ہونا چاہیئے -
اللہ میرے گناہوں کو معاف فرمائے اور میری ہرزہ سرائی کے
نقصانات سے مجھ کو محفوظ رکھے - میں تو اپنی ہی حالت اور عقائد اور
عادات کو اس امر کا سخت مانع پاتا ہوں کہ بت پرستی میں کامیابی حاصل کروں

پھر امراض و ناتوانی اور دنیا سے مایوسی اور بے تعلقی نے اور بھی افسردہ و بے پرواکر کے مجھ کو مخبوط سا کر دیا ہے۔ آپ کو اس کہنے کا حق ہے کہ اگر آپ مخبوط ہیں تو مجھ کو مجنون ہونا چاہیئے۔ لیکن لیلائے دنیا کے تعلقات کے لحاظ سے آپ کا مجنون ہونا شاید نظرت کو بھی پسند نہیں۔ ہم کیا جانیں کس بات پر اس وقت خوش ہونا چاہیئے۔ اللہ سے دعا ہے جو ہمارے حق میں بہتر ہو وہ کرے۔

میں آپ سے ملنے کے لئے لکھنؤ کا ارادہ کرنے والا ہوں انتظام قیام کے لئے لکھا ہے۔ بہتر ہے کہ ۱۹۔ یا ۲۰ر دسمبر تک پہنچ جایئے۔ پھر دیکھیئے اللہ کیا کرتا ہے۔ بعد کانفرنس تو سردی اور بھی سوا ہو جائے گی اگر آسکا تو پہلے ہی قصد کرونگا۔ ہمدم میں چڑے چڑیا کا مضمون عرش دلکشی پر پرواز مار رہا ہے۔ میں نے کہا میں ایسا کیوں نہیں لکھ سکتا مختصر مگر معنی خیز جواب ملا کہ تم حسن نظامی نہیں ہو۔

اکبر الہ آباد۔ ۷ر دسمبر ۱۹۱۶ء

ڈیر خواجہ صاحب۔ آفتاب احمد خاں صاحب کو میں نے ابھی جواب لکھا ہے۔ "یاد آوری کا شکرگزار ہوں۔ ایجوکیشنل کانفرنس کے صیغہ اردو کی صدر نشینی عزت کی بات ہے لیکن میں بہ سبب اپنے امراض لاحقہ کے شرکت سے معذور رہوں۔

خواجہ حسن نظامی صاحب کو گورنمنٹ نے بہت خوشی سے لکھنؤ اردو کانفرنس میں شرکت کی اجازت دی ہے۔" شرائط صلح نامہ یہ ہیں کہ دولت خانقاہی پالٹکس میں دخل نہ دے۔ تصوف کے شغل کو فروغ دیں۔

یہ فقرہ جس پر خط کھینچ دیا ہے اُن کو نہیں لکھا۔ اس خط میں قلم سے
نکل گیا ہے۔ "آپ فرمائیں تو میں خواجہ صاحب کو لکھوں" کیا حرج ہے میں نے
ایسا لکھ دیا۔ آپ کے وہاں سے کیسے تعلقات ہیں اور کیا خیالات ہیں۔
اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۹ ر ستمبر سنہ ۱۹۱۶ء

میرے پیارے خواجہ صاحب۔ سہ پہر کے خط میں میں نے لکھا کہ اگر آپ
ایسی اصلاح نہ حاصل کر سکیں جس میں میری آزادی بلحاظ میری موجودہ حالت
کے شامل ہو تو آپ الہ آباد نہ آئیے۔ اُس وقت میرے حافظے نے اس بات
کو پیش نہ کیا کہ قبل اس کے جب تازگی غم فراق نے شوق کو بہت تیز کر دیا
تھا آپ نے یہ تجویز کی تھی کہ میں ہوٹل میں ٹھہروں گا۔
اس تجویز پر اسی سبب سے عمل نہ ہوا کہ شاید بدگمان آنکھیں وہاں بھی
زحمت میں پھنسائیں لیکن غالباً اتنی اصلاح تو اب ضروری ہو جائے گی کہ
احتیاط کو اس قدر وسیع کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ خیر اللہ کے بھروسے پر
برن صاحب سے مل تو لیجیے۔ "نا شدہ راشدہ مشمر" فارسی میں کسی حکیم کا
مقولہ ہے۔ یعنے جب تک کوئی بات نہ ہولے یہ نہ سمجھو کہ ہو گئی۔ جب
برن صاحب سے ملاقات ہو جائے تب کہیے کہ ملاقات ہوئی۔ لیکن انشا اللہ
ضرور ملاقات ہو جائے گی میں آپ کو لکھ چکا ہوں کہ غالباً اصلاح حالت میں
اسی سبب سے توقف ہوا کہ برن صاحب سے استدعا نہیں کی گئی۔
میں تو مشورہ دونگا کہ آباد میں بھی کلکٹر صاحب سے ملیئے۔ ممکن ہے کہ
میں اس باب میں خود اُن کو لکھوں۔ کیونکہ میں آپ کا ذکر سال گزشتہ میں
کلکٹر صاحب سے کر چکا ہوں۔ اب تو مدت سے میں اُن سے نہیں ملا۔

مل ہی نہیں سکا۔ دل ہی نہیں اُبھرا۔ طبیعت ہی صحیح نہیں۔ بہرحال شرط یہ ہے کہ برن صاحب آپ کو علانیہ اجازت تشریف آوری الہ آباد کی دیدیں۔ ممانعت تو اب بھی نہیں ہے۔ لیکن یہ امر ناصاف ہے۔ اگر نہ میں لکھنؤ آؤں نہ آپ الہ آباد آئیں (امید ہے کہ اللہ تعالےٰ ایسا نہ ہونے دے) تو یہ تو ٹھہرا ہی چکا ہوں کہ بشرط زندگی و درستی حواس دہلی آؤں۔ آئندہ جو اللہ کی مرضی۔

حور بانو کو دعا۔ خواجہ بانو اب کیسی ہیں اُن کو بھی دعا۔ جملہ یارانِ طریقت کو سلام شوق۔ نواب سید محمد خاں آف کلکنہ انتقال کر گئے ابھی تار آیا۔ نہایت افسوس ہوا۔ میرے بڑے دوست اور قدر دان تھے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۱۲ ؍ دسمبر ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ آپ نے تو برن کو خود لکھا تھا۔ کیا چٹھی نہیں گئی یا اُس کا جواب نہیں آیا۔ بہرکیف لکھنؤ کی تحریر کے منتظر رہیئے۔ معلوم نہیں چیف کمشنر صاحب آپ کو کیوں بلا رہے ہیں۔ خیر جو ذریعہ ہو۔ بڑی نعمت ہے کہ آپ پر سوشل ملاقاتوں کا دروازہ بلا تکلف کھل جائے۔ اور کھلا رہے۔ افسوس مجھ کو یہ موقع نہیں کہ اپنی صفائی کروں۔ لیکن ایسا ہونا بھی تو کیا ہوتا۔ اور ہو بھی تو کیا ہو۔ بلکہ ان واقعات سے میری کاہلی اور آرام طلبی کو بڑی مدد ملی ہے۔

معلوم نہیں اُردو کانفرنس کی کون تاریخ ہے۔

نیازمند اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۱۴ ؍ دسمبر ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالے۔ میں اکثر اس خیال میں رہتا ہوں کہ آپ مجھ کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یا میں آپ کو زیادہ پسند کرتا ہوں۔ آپ کو مجھ سے زیادہ محبت ہے یا مجھکو آپ سے زیادہ محبت ہے۔ آپ کو میری مفارقت زیادہ ناگوار ہے۔ یا مجھکو آپ کی مفارقت زیادہ ناگوار ہے۔ مگر کبھی فیصلہ نہیں کر سکتا اور فیصلہ نہ کر سکنے پر خوش ہوتا ہوں۔ مفارقت پر کیوں مجبوری ہوئی۔ کیوں ایسے اسباب پیش آئے نہایت پیچیدہ سوال ہے۔ آپ کا بڑا مالی اور دلی نقصان ہوا۔ میری تو زندگی ہی تلخ تر ہو گئی اور پبلک کا روحانی اور لٹریری نقصان ہوا۔ لیکن کچھ بھی شک نہیں کہ جو کچھ ہوا انجام کار ہم کو بہتری کی امید کرنی چاہیئے۔ مصائب بڑے معالج ہیں۔ علاج میں پرہیز بھی ہے آپریشن بھی۔ صوم میں بڑا تنقیہ جسمانی ہے۔ ارمانوں اور آرزوؤں کے پورا نہ ہونے میں بڑا تنقیہ روحانی ہے۔ مقصود اللہ ہے۔ بے قراری کا اللہ اللہ شوق کے اللہ اللہ سے قریب تر کر سکتا ہے اگر نظر ہو اور قسمت اچھی ہو۔

سی پارۂ دل پہنچا۔ آپ کے جوشِ دل اور رنگ سخن میں آیات الٰہی کا مشاہدہ ہوا کہیں کہیں دیکھا۔ بتدریج و بہ اوقات مختلف کل دیکھوں گا۔ عبدالحق صاحب نے بھی خوب لکھا ہے۔ واحدی صاحب نے بھی عبدالحق صاحب کا دماغ ہے واحدی صاحب کا دل میں نے بھی جا بجا اُس کو اپنا آئینہ پایا۔ روحانی اتحاد کا اثر ہے۔ اللہ یاران طریقت کو خوش رکھے استقامت بخشے ایک دوسرے کے لئے دعا کرتے رہیں۔ تصوف خوب چیز ہے۔ گورنمنٹ اس کی پاکیزگی اور نیک خیالی سے آگاہ ہو تو آپ کی مدد کرے انشاء اللہ اطمینان ہو جانے پر ایسا ہوگا مستقبل قریب ہی سے مجھ کو بھی امید عافیت ہے۔ خیر نواب صاحب سے بھی ذکر کر دیا تھا سہ

واعظا ہم بھی سمجھتے ہیں خدا ہے کوئی اور دل لگی کے لئے اک بت بھی نگار کھا ہے

لکھنؤ کے لیڈر ایک اخبار نکالا چاہتے ہیں، اس کا نام "ہمدم" ہوگا اور جالب صاحب دہلوی ایڈیٹر ہوں گے۔ مسٹر شاہد حسین جو شریک غالب ہیں وہ ہمارے نواب سعدی صاحب کے بہت عزیز دوست ہیں۔

نواب صاحب نے میری یہ رباعی جو پہلے کی کہی ہوئی ہے بہت پسند کی اور ان کو مشورہ دیا کہ اس کو اپنے اخبار کا مستقل عنوان قرار دیں ؎

پابند اگرچہ اپنی خواہش کے رہو حامی نہ کسی خراب سازش کے رہو
قانون سے فائدہ اٹھانا ہے اگر لائل سبجکٹ تم برٹش کے رہو

دیکھئے وہ اس مشورے پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں۔ جس بالاخانے پر مقیم ہوں اس کے عقب میں مطبع ہمدم کے لئے مکان لیا گیا ہے مجھے تو کسی قدر وحشت ہے، بدگمانیوں کا زور ہے۔ دہلی تو غالباً ابھی نہ آؤں۔ الہ آباد ہی چلا جاؤں گا۔ عشرت کو خط لکھا ہے۔ اُن کا یا اُن کی تحریر کا منتظر ہوں وہی شعر صادق آتا ہے ؎

اضطرابم نہ گزارد کہ نشینم جائے انتظارت نہ گزارد کہ روم جائے دگر

دیکھئے کب تک جینا ہے اور کن حالات میں۔ بہرحال الیہ راجعون کا سہارا ہے۔ اکبر حسین۔ لکھنؤ۔ امین آباد نمبر ۲۴۔ ۱۵ دسمبر ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ۔ میں نے عشرت سے کہا کہ کیا خوب ہو کہ برن صاحب کو حامی پیٹرن بنا کر خواجہ صاحب فلسفۂ تصوف کو ہند میں پھیلا دیں اور ایک جماعت مدد کو اُٹھ کھڑی ہو۔ انگریزی مصنفوں کے خیالات بھی بذریعہ ترجمہ پیش ہوں۔ اُنہوں نے کہا کہ برن صاحب سے ملنے سے پہلے خواجہ صاحب

آپ سے ملتے تو باتیں ہوتیں۔ میں نے کہا اب تو موقع نظر نہیں آتا۔ خیر دیکھا جائے گا۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۷ ار دسمبر ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ میری پہلی تحریروں میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ مجکو یقین نہ تھا اور اسی سبب سے تمام امور میں تذبذب تھا اگرچہ ماجد صاحب نے لکھ دیا تھا لیکن پیشگی خوشی سے رُکتا تھا۔ وہی بات پیش آئی۔ میری افسردگی بھی تازہ ہوئی، وہی مجلس انبساط طبع برہم ہوگئی۔ آپ کچھ زیادہ اندوہناک نہ ہوں۔ بلحاظ وقت یہ پولٹکل ادا ضروری سمجھی گئی ہے۔ جس قدر آزادی حاصل ہے اُس کو نہایت غنیمت سمجھئے اور اور اللہ کا بہر حال شکر کیجئے زمانہ کروٹ بدلے ہی گا آپ طریق راست پر رہیئے اپنی حد کو نگاہ رکھیئے نقصانات پر صبر کرتے رہیئے۔ اللہ فضل کریگا۔

ع کس ندیدم گم شد از راہ راست۔ آپ نے خوب لکھا کہ مقصد اعتکاف زندگی سے خدا نجات دے۔ زندگی تو وقت ہی پر ختم ہوگی۔ لیکن یہ خیال حوادث اور آلام کا مقابلہ کرنے کے لئے نہایت مؤثر ہے۔ آج صبح میں نے ایک مطلع کہا تھا ؎

فلسفہ غم کا جسے معلوم ہے ہو مبارک وہ اگر مغموم ہے

اصلاح نفس اور دنیا شناسی کے لئے اس سے بہتر کوئی نسخہ نہیں ہے

خیر اس باب میں تو میں لکھتا ہی رہونگا۔

اب میری رائے یہ ہے کہ آپ لکھنؤ تشریف نہ لائیں اور برن صاحب کو ایک چٹھی اس مضمون کی لکھ بھیجیں۔

میں نہایت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھ کو لکھنؤ میں شرکت اردو کانفرنس

کی اجازت عطا فرمائی۔ لیکن میری بڑی آرزو اور خواہش یہ تھی کہ آپ سے ملنے کی عزت حاصل کروں۔ افسوس ہے کہ اس وقت بہ سبب آپ کی عدیم الفرستی کے میری یہ خواہش پوری نہ ہو سکے گی۔ لہذا میں نے اُردو کانفرنس کی شرکت کا خیال ترک کر دیا۔ پولیٹکل کانفرنس سے مجھ کو کوئی تعلق اور ہمدردی نہیں ہے۔ مجھ کو اپنی غلط فہمی کا بے حد افسوس ہے جس کے سبب سے میری نسبت کچھ بدگمانی پیدا ہوئی۔ امید ہے کہ آپ کی مہربانی سے کبھی میری یہ مشکل آسان ہو جائے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ گورنمنٹ نے صدر نشینان نیشنل کانگریس کے نام کیسے تہدیدی احکام جاری کئے ہیں۔ حزم و احتیاط گورنمنٹ پر فرض ہے۔ الحمد للہ کہ آپ کا اعتکاف ختم ہوا۔ انشاء اللہ اس کے فوائد دیکھئے گا۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۰ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء

مکرمی۔ آپ کا خط پہنچا۔ میں پہلے ہی لکھ چکا ہوں کہ لکھنؤ میں شرکت کانفرنس کو ملتوی کیجئے۔ میں نے بھی ماجد صاحب کو لکھا ہے کہ برن نے وعدہ خلافی کیوں کی۔

مجھکو رات ایک شبہ ہوا کہ شاید خود آپ کے چیف کمشنر صاحب دہلی گورنمنٹ یوپی سے آپ کی ملاقات کے حارج ہیں۔ لاٹ صاحب نے مجھ سے وعدہ کیا اور نہ ملے۔ برن نے ماجد میاں سے وعدہ کیا۔ پھر معذرت کر دی۔ شاید یہ لوگ چیف کمشنر کو کچھ لکھتے ہوں۔ اور وہ کچھ خلاف مشورت دیتے ہوں۔ لیکن محض ایک وہم ہے۔ اگر آپ اس وہم میں شریک ہو سکیں تو چیف کمشنر سے کہیئے کہ برن صاحب سے ملنا چاہتا ہوں

لٹر آف انٹروڈکشن دیجیے۔ دیکھیے کیا کہتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ برن ان ایام کانفرنس میں بہت عدیم الفرصت رہیں گے۔ امید تو ہے کہ جب مطلع صاف ہو اور آپ لکھنؤ میں حاضر ہوں تو برن سے ملاقات ہو۔ اور نہ بھی ہو تو اجازت الہ آباد وغیرہ کی مل جائے۔ اور کلکٹر الہ آباد کو اطلاع اجازت دے دی جائے۔ اتنا ہی سہی۔ اگر یہ اجازت مل جائے اور آزادی ملاقات ملازمان و متوسلان سرکاری مل جائے تو ان بڑے حکام سے آپ کا نہ ملنا آپ کے حق میں زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے۔ بہ نسبت ملنے کے۔ لیکن اللہ کی جو مرضی ہے وہ پوری ہوگی۔ اُس کا فضل طلب کرتے رہیے۔ میں خود اپنے لئے ان ملاقاتوں کو سخت زنجیر خیال پاتا ہوں۔ حوادثات نے مجبور کیا پھر بھی چھوڑے بیٹھا ہوں لیکن یہ سچ ہے کہ مجکو دنیا سے تعلق کم ہے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۲ دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء

مولانا عبد الماجد صاحب کا خط حسن نظامی کے نام آیا جو یہ ہے حسن نظامی نے یہ خط حضرت اکبر کو بھیجا۔ اس کے اوپر حضرت نے یہ عبارت لکھی جو اس خط کے بعد درج ہے۔

میں اس طرف دو تین بار برن صاحب کے پاس گیا۔ مگر ہمیشہ معلوم ہوا کہ لکھنؤ سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ آج خدا خدا کر کے ملاقات ہوئی۔ میں نے اردو کانفرنس کا دعوتی کارڈ دیا۔ چند منٹ تک اس کے متعلق گفتگو رہی اس کے بعد خود ہی آپ کا ذکر کیا۔ کہ ان کا خط میرے نام آیا تھا میں نے پوچھا کہ پھر ان سے کسی روز ملاقات کیجیے گا۔ کہا کہ "میں ان سے نہیں مل سکتا میں نے اس کی اطلاع اُنہیں دی ہے"۔ میں نے کہا کہ "آپ نے تو

اُس روز منظور فرمایا تھا، شاید درمیان میں "... میرا یہ جملہ ناتمام تھا کہ وہ کھڑے ہو کر مجھ سے ہاتھ ملا کر بولے "افسوس ہے اس مسئلہ پر کسی بحث کے لئے میں مطلق وقت نہیں رکھتا"

ظاہر ہے کہ اس کے بعد میرے لئے گنجائش ہی کیا تھی؟ واپس آیا تو آپ کا کارڈ ملا۔ میری جو کچھ فیلنگ ہوئی ہوگی اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں چلتے وقت حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ میں اُن کے لکھنؤ آنے کی ممانعت نہیں کرتا۔ اب دیکھیے کب ملاقات ہوتی ہے۔ والتسلیم۔

ماجد۔ گولہ گنج۔ لکھنؤ۔ ۲۱ر دسمبر سنہ ۱۹۱۶ء

مکرمی زاد لطفہٗ۔ میرے خطوط پہنچے ہونگے۔ اُن کے مضامین کو پیش نظر رکھیے۔ سفر اور ملاقات کی آزادی کی کوشش چاہیے۔ برن صاحب بغیر لئے یہ آزادی دیدیں یا دلا دیں تو مطلب حاصل ہے اُن کا ملنا کچھ ضروری نہیں بلکہ حسب دلخواہ ملنے میں مشکلات کا سامنا بھی ہوتا۔ دنیا کا برتاؤ ضرور یاد رکھیے۔

خدا شناس تو ہونا نہیں ہے سہل اکبر
یہی بہت ہے جو دنیا شناس ہو جاؤں

میرے خیال میں برن صاحب یا کوئی گورنمنٹ صاحب آپ کو ضرر پہنچانے یا آپ کی تحقیر کا ارادہ نہیں رکھتے۔ آپ اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش۔ نیاز نامجات اور عنایت نامجات سے کام نکل جائے تو کافی ہے۔ آخر اجازت لکھنؤ مل گئی وقت خود بڑا مصلح ہے۔ لیکن اس وقت خود ہیجان میں ہے جب اپنے آپ کو سمیٹے گا تو آپ ویسے دل والوں کو بے ٹھکانے نہ چھوڑے گا میں اپنی حالت دکھا کر آپ کو کیا تسکین دوں۔ آپ فرمائیں گے تم دنیا ختم کر چکے

ضرورت ہی کیا ہے۔ بہرحال آج صبح میں نے یہ دو شعر اپنے حسب حال موزوں کیے تھے ؎

نہیں ہے جنبش کی ان میں قوت جو گفتگو کو کھڑے ہوئے ہیں،
بندھے ہوئے ان کے ہاتھ دیکھے ہیں پاؤں کے گڑھے ہوتے ہیں
معارف رکھیں ہمیں خدارا اُنہی کو ہو لیڈری مبارک،
ہم ایک گوشے میں اپنے اچھے دبے دبائے پڑے ہوئے ہیں

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۶ر دسمبر ۱۹۱۶ء

ڈیر خواجہ صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ آپ نے علی گڑھ میں دعوت شرکت ایجوکیشنل کانفرنس منظور فرمائی بہت اچھا کیا۔ مسلمانوں کو اخلاقی اور روحانی تعلیم کی بہت ضرورت ہے۔ اور اس باب میں آپ سے بہت مدد مل سکتی ہے۔ میں اگر اس قابل ہوتا تو میں بھی ضرور شریک ہوتا۔

سید اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۷ر دسمبر ۱۹۱۶ء

مکرمی دام لطفہٗ۔ اعتکاف مخمصہ کو میں زندگی کی طرف اشارہ سمجھ کر جواب میں کچھ فقرے لکھ گیا۔ یہ غلطی ہوئی آپ کا مقصود موجودہ کشمکش رد و قبول سے تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اُردو کانفرنس میں شریک ہونے اور لکھنؤ آنے کی اجازت ہی کامیابی ہے۔ وسعت آزادی ہے امید ہے کہ کانگریسی موسم گزرنے پر آپ کو الہ آباد آنے کی اجازت بھی مل جائے کہ دوستوں سے ملنا ہے کسی کی عیادت کرنا ہے۔ اگر یہ آزادی ہو جائے تو سکرٹری صاحب سے ملنا نہ ملنا کوئی امر وقیع نہیں ہے۔ آپ نے ماجد صاحب کو مطلع کر دیا ہوگا۔

مدت سے مہاراجہ کشن پرشاد صاحب کا خط نہیں آیا امید ہے کہ سب خیریت ہو

نیاز مند اکبر حسین - الہ آباد - ۲۱ دسمبر ۱۹۱۶ء

ڈیر خواجہ صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ - وعدے کا ایفا ضرور تھا۔ ورنہ خستہ ہو رہا ہوں۔ لکھنے کو بھی نہ چاہتا تھا۔ پانچ بجے صبح اُٹھنا۔ نو بجے سے فارغ ہوتا۔ اس موسم میں میرے لئے ایک عجیب بات ہے، عشرت کا بنگلہ جنگل میں ہے، چاروں طرف کھیت ہیں۔ شدید سردی تھی۔ میں قیام نہ کر سکا سات بجے عشرت نے موٹر پر اسٹیشن پہنچایا۔ ہوا کا سامنا تھا۔ میں بھی کمل میں گٹھری بن گیا۔ دس بجے الہ آباد پہنچا۔ زندگی ہے تو بسنت میں اب ہوش آئے گا۔ کہ میں کون ہوں کہاں ہوں۔ علی گڑھ کا حال سُنا۔ آپ کے جانے میں مصلحت تھی اچھا ہوا آپ ہو آئے آپ نے فراغ خاطر سے اپنے گھر میں بی بی بچوں کے ساتھ کھانا کھایا اور اس کی قدر کی۔ مجکو اپنے دو شعر یاد آئے۔ معذرت کے موقع پہ زبان پر آتے تھے ؎

نہیں ہے جنبش کی ان میں قوت جو گفتگو کو کھڑے ہوئے ہیں
بندھے ہوئے اُن کے ہاتھ دیکھے ہیں پاؤں اُن کے گڑے ہوئے ہیں

معاف رکھیں ہمیں خدارا اُنہیں کو ہو انجمن مبارک
ہم ایک گوشے میں اپنے اچھے دبے دبائے پڑے ہوئے ہیں

اگرچہ آپ کا یہ وقت نہیں ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ کوئی راہ اس طرف نکلے گی تو "قاضی مشو چیزے دیگر شو"، بہر حال اللہ کے فضل کا طالب رہنا چاہیئے۔ آئندہ وقت مناسب پر بعض آزادی دیکھئے گا۔ پھر خط لکھیں گا۔ اب نماز عصر کو اٹھتا ہوں۔

اکبر حسین - الہ آباد - جنوری ۱۹۱۷ء

پیارے خواجہ صاحب - خدا کے حفظ و امان میں رہیئے - شاید ایک ہفتے سے آپ کا خط نہیں آیا - طبیعت کو تعلق ہے - آپ کے چند مضامین نظر سے گزرے اور سب پسند آئے - ازاں جملہ موت کی گھڑی جس سے معلوم ہوا کہ خود آپ کو اس کا کیسا خیال ہے - موت کی نسبت بہت کچھ کہا جا سکتا ہے - مجھ پر ایسے حالات گزر رہے ہیں کہ نہ صرف افسردگی بڑھتی ہے بلکہ اطمینان میں خلل ہے لیکن کیا کیا جائے - بہر کیف اللہ کا کرم چاہیئے - راجہ صاحب کا خط آیا بمبئی میں ہیں - معلوم نہیں کراماً کاتبین کی نگرانی بدستور ہے یا اس میں کچھ کمی بیشی ہے

اکبر حسین - الہ آباد - ۵ رجنوری ۱۹۱۷ء

(حسن نظامی کے خسر کے نام)

برادرم سلمہ اللہ - کتاب میلاد شریف کا شکر گزار اور ان تمام مسلسل عطیات کا قرض دار ہوں - لیکن اس وقت آپ سے اس کے سوا اور کچھ نہیں کہنا کہ حور کے ابا کی خیریت لکھیئے - پندرہ بیس (۱۵، ۲۰) دن سے اُن کا کچھ حال معلوم نہیں ہوا میں خود بوسوں کی بے جا بدگمانیوں یا کبر و نخوت کے سبب سے سخت متردد و افسردہ ہوں - بہر حال اُن کی خیریت لکھیئے - لڑکیوں کو دعا کہیئے میرے لیے بھی دعا کیجیے کہ اللہ اطمینان دل عطا فرمائے - تردد خود یہ سبق دیا کرتا ہے کہ تَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلاً - اوروں کے تعلق کے خیال سے ناتوانی محسوس ہوتی ہے - بہر حال فضل الٰہی چاہیئے -

اکبر - الہ آباد - ۸ رجنوری ۱۹۱۷ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ - برن صاحب کو لکھا تھا کہ آپ سے ملوں گا - ۲۲ر نومبر ۱۹۱۶ء گیارہ بجے اُنہوں نے مقرر کی - میں گیا - تیس ۳۰ منٹ بیٹھا رہا -

ٹکٹ بھیج دیا تھا، کوئی یورپین مل رہا تھا خدا کی مرضی محجکہ تبجبر کا دورہ لاحق ہوا طبیعت ہاتھ سے جاتی رہی - چلا آیا - سہ پہر کو معذرت لکھ بھیجی اور لکھا کہ پھر حاضر ہوں گا - امید تھی کہ ہمدردی کا جواب آئے گا - لیکن کچھ جواب نہ ملا خفقان واوہام پیدا ہوئے - اب تو طبیعت کو سکون ہو گیا ہے - طبیعت کو سمجھا لیا ہے سالہا سال سے میں عزلت گزیں تھا - دو سال ہوئے بعض واقعات نے اور عزیزوں کے تقاضے نے مجبور کیا تھا کہ پھر اظہار نیاز کے لئے اٹھوں ورنہ اس ناتوانی، ان امراض، اس زخم خوردہ دل اور بے تعلقی کے ساتھ یہ دردسر کہاں - انہی باتوں کی طرف خطوط سابق میں اشارہ تھا خانگی تردد ات کا دفتر تو الگ ہے - امید ہے کہ آپ اچھے ہوں، رفع انتظار کو یہ خط لکھ دیا -

اکبر حسین - الہ آباد - ۲۰ / جنوری سنہ ۱۹۱۷ء

آپ کی تحریروں کی دھوم ہے مبارک ہو، میں دیکھتا ہوں کہ پچھلے دنوں آپ کی عملی معلومات میں بہت اضافہ ہوا ہے لیکن یہ تو تجارت کا گدام ہے - عقلمند آدمی بڑھاتا ہی رہے گا اس قابلیت کو آپ کی خواجگی سے تعلق نہیں بہت لوگ ہسٹری کا پیپا بنے ہوئے ہیں برگیڈ میں کون پوچھتا ہے ہاں تحریر کا بانکپن یہ ندوے یا یونیورسٹی سے نہیں آیا - مسجد سے بھی نہیں - دل سے نکلا ہے - کہا جاتا ہے کہ آپ کو اردو زبان آتی ہے - بات یہ ہے کہ آپ کو اللہ میاں آتے ہیں - وہی پر تو ہے بہر حال اسی سے لو لگائے رہیے دنیا کے دن اور اس کی قید میں کے دن ؟

اکبر - الہ آباد - ۲۲ / جنوری سنہ ۱۹۱۷ء

مکرمی زاد لطفہٗ ۔ کتاب پہنچی ۔ ابھی پیکٹ کھولا بھی نہیں ۔ لڑکی کے مرنے کا نہایت افسوس ہوا ۔ افیون بہانہ اجل تھی ۔ کیا مراد وہ پرچہ نہیں پہنچا جس پر میں نے چند بے تکلفانہ ریمارک کئے تھے اور لکھا تھا کہ کتاب بھیج دیجئے ۔ میں تو خیال کرتا ہوں کہ اس کے پہنچنے پر آپ نے کتاب بھیجی ۔

آپ سے اپنا حال کیا کہوں ۔ یہ تو خوب ہے کہ ہر حال ہر دم داخل ماضی ہوتا جاتا ہے ۔ لیکن اس کے سوا کہ خدا کے فضل کا امیدوار ہوں اور کوئی حال ایسا نہیں کہ اس کو مستقبل میں بھی چاہوں ۔ اس سے مقصود شاکی حالت ہے حالت طبعی تو بہرحال قابل شکر ہے پانچ سات روز میں پرتاب گڈھ جانے کا ارادہ ہے ۔ ع بہے جاتے ہیں بے مقصود بحر زندگانی میں

جینا برا نہیں ہے لیکن اللہ جینے میں دل لگا دے ؎

خودی کے حس سے بھی ہوتا ہے انتشار اکبرؔ کہاں رہوں کہ مجھے بھی مرا پتہ نہ چلے

اکبر حسین ۔ الہ آباد ۔ ۲۴ ؍ جنوری ۱۹۱۷ء

پیارے خواجہ صاحب ۔ سلامت رہیئے ۔ کرشن بیتی کے شروع کے چند اوراق پڑھے ۔ اور وہ اشعار آپ کو لکھ بھیجے ۔ میں نے لڑکپن میں اپنے والد ماجد صاحب قدس اللہ سرہٗ سے جناب کرشن کا جو ذکر سنا تھا ۔ اس نے مجکو آمادہ کر دیا تھا کہ اس مجلس میں آپ کا جام قبول کروں ۔ مذہبی اور فقہی خیال سے بالکل الگ ہو کر صرف عارفانہ رنگ اور بہار آفرینش پر نظر تھی ۔ آپ کی تحریر کا کیا پوچھنا دلی کی زبان، چشت کا دل، حسن کی ذات جو کچھ بھی ہو تھوڑا ہے ۔ میں خدا جانے کس عالم بے خبری میں رہتا ہوں ۔ جو اس کی مجبوری یا دنیا کی مروت سے مکالمت و مراسلت تفصیلی میں کبھی مشغول ہوتا ہوں ۔ نہ جزئیات کا علم

نہ اُدھر توجہ کی ضرورت نہ تفصیل کا دماغ ہے

اس بزم میں کیا آثار ملے ہنگام سحر سامانوں میں ہے۔

اک داغ تھا شمع مردے کا کچھ پر نچے پڑے پروانوں کے

ہستی کی یہ لہریں دام نظر دم بھر میں نشاں اُن کا نہ اثر

گرداب فنا میں غرق ہیں سب دریا میں رواں افسانوں کے

اب میں ہسٹری میں پہنچا۔ ختم کر لوں تو خیال کوئی پہلو پیدا کرے۔ لیکن آپ کی مدح کو اسی سے محدود و مخصوص کرنا بوجوہ چند مناسب نہیں سمجھتا۔ یہاں تک لکھا تھا کہ اُکتا گیا۔ اب پھر کبھی۔

آپ کا مشتاق۔ آپ کا بہی خواہ اکبر الہ آباد۔ ۲۹ جنوری سنہ ۱۹۱۷ء

(صفراوی) دست آ رہے ہیں، دوران سر ہے۔ پھاگن کی آمد ہے وحشت انگیز ہوا چل رہی ہے، بدن میں خون کہاں، یاد گذشتہ ہے اور حسرت و عبرت کا جوش۔ دوا بن رہی ہے یعنی بادیان اور الائچی کا سفوف۔ محرم نامے پر آپ کی تحریر دیکھی اطمینان ہوا کہ ذہن کو مشغول کے لیئے کافی مواد مہیا ہے۔ اچھے مخاطب موجود ہیں۔ پھر خط لکھوں گا۔ بہ شرط زندگی۔

مشتاق لقا و طالب وفا۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۲ فروری سنہ ۱۹۱۷ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ سخت پرہیز و احتیاط ہے۔ رات سے قبض شدید ہے۔ لیکن اس وقت کسی قدر جو اس صاف ہیں۔ آپ کی کتاب خوب ہے شریفانہ خیالات رسم و مذہب کے مطابق ہیں۔ زبان بہت شستہ و صاف۔ البتہ کتاب کے نام میں مجھکو تامل ہوا۔ لڑکیوں کی تعلیم کی جاتی ہے۔ بیوی کی تعلیم کا

موقع عام نہیں ہے۔ عورتوں کی تعلیم بھی معنے خیز ہے۔ بیوی سے مکالمت بھی صحیح ہے۔ یہ کتاب دراصل بیوی سے مکالمت ہے لیکن اس قت کا فیشن دیکھ کر زیادہ معترض بھی نہ ہونا چاہیئے۔ خدا ملائے تو کیا کچھ نہیں کہنا۔ قلم سے کیا کام لوں۔ گورمنٹ کی نظر میں کیا ہوں دنیا کی نظر میں کیا ہوں اپنی نظر میں کیا ہوں فطرت کو ہم سے کیا تعلق ہے، خدا کے نزدیک کیا ہوں: اپنا حال کیا کہوں ایک گم شدگی کی حالت میں ہوں:

یہ کارڈ لکھ چکا تھا کہ آپ کا کارڈ پہنچا۔ موجب تقویت دل ہوا۔ زندہ باش۔ خاکسار اکبر۔ الہ آباد۔ ۲ فروری ۱۹۱۷ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ: تار علی الصباح پہنچا۔ رات بھر درد سر سے سخت بے چینی تھی۔ گلاب بادیان کا استعمال ہے۔ احتباس ریاح اور تبخیر بس یہی ہے لیکن میرے لئے مصیبت ہے ادھر ابر و باد اور ترشح کا سلسلہ ہے یہ اور بھی معین مرض ہے۔ میری یہ شکایت پرانی ہے۔ بدن میں صفرائے محترقہ موجود ہے گزشتہ دو سال سے جو اوہام اور خلاف مزاج باتیں پریشان کر رہی ہیں اُن کا بھی اثر ہے۔ بہرحال امید تو ہے کہ بشرط زندگی طبیعت پھر بحال ہو جائے۔ اور زندگی کا کورس پورا کرے۔ آپ کی توجہ کا شکرگزار ہوں۔ انشاءاللہ جیتے ہیں تو مل ہی جائیں گے اور دل کا رُخ مرکز کی طرف ٹھیک ہے تو ملے ہی ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں میں نے یہ اشعار کبھی آپ کو لکھے یا نہیں ؎

اک ہی کام سب کو کرنا ہے — یعنے جینا ہے اور مرنا ہے

اب رہی بحث رنج و راحت کی — یہ فقط وقت کا گزرنا ہے

سب سے بد تر بتوں سے ہے امید — سب سے بہتر خدا سے ڈرنا ہے

امید ہے کہ آپ کے گھر میں سب خیریت ہو۔ پھر خط لکھوں گا انشاءاللہ۔
مجھے اپنا یہ مطلع اکثر یاد آتا ہے۔ اور اس کے معنے پر غور کرتا ہوں ؎
اگرچہ تلخ ملا جام عمر فانی کا مگر محل نہیں ساقی سے بدگمانی کا
اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۴ر فروری ۱۹۱۷ء

مکرمی زاد لطفہٗ۔ آپ کا کارڈ نہیں ملا۔ آپ کا اظہار محبت صدمۂ مفارقت کو بڑھاتا ہے میں نے پانچ نظمیں جو لکھی ہیں داد لینے کا چنداں خیال نہیں۔ بلکہ بعض کے نہ معلوم ہونے سے عمل میں بڑی دشواری ہے لیکن یہ سچ ہے کہ سب کچھ خدا کی مرضی کے تحت میں ہے۔ خدا آپ کی مشکلات آسان کرے اور مکروہات دنیا کا مقابلہ کرنے کی قوت عطا فرمائے۔ میں تو اب دنیا سے اتنا ہی طلبگار ہوں کہ اطمینان سے مرنے دے۔ ع
خوب تھا جو کچھ دیکھا جو سنا افسانہ تھا۔ اللہ اپنا فضل کرے، حور بانو اور خواجہ بانو کو دعائیں۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۵ر فروری ۱۹۱۷ء

بیوی کی تعلیم۔ ٹائیٹل پیج کی عبارت نے اُس خدشے کو قریباً بالکل رفع کر دیا۔ قوت انشا کی داد قبول فرمایئے۔ اکبر الہ آباد۔ ۷ر فروری ۱۹۱۷ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ لاٹ صاحب کے منشی جی سے مدتیں گزریں ملاقات نہیں ہوئی لیکن ہم ۲ر جنوری کو اُنہوں نے تھوڑا سا مچھلی کا قورمہ بھیج دیا تھا۔ غالباً کہیں سے آیا ہوگا۔ میں نے تھوڑا سا کھایا۔ رات کو طبیعت صاف نہ تھی ایک گولی چورن کی کھالی تغیر فضل منتظر تھا جگر نے اپنے کام میں

تصور کیا، صفراوی دست آنے لگے - دو دن بعد قبض شدید ہو گیا - سر میں دو
شدید چکر کہ الامان - راتیں مصیبت سے کٹیں ابتک نجات نہیں ملی - آج
چھ گھنٹوں کی بے چینی کے بعد پرہیزی غذا ہوئی ہے - سب سے زیادہ
دوران سر سے تکلیف ہوتی ہے - پھر اعضا میں بھی تشنج ہوتا ہے، امید ہے
کہ ہفتے عشرے میں طبیعت اور موسم سے ارتباط ہو جائے - اسی سبب سے
اب تک پرتاب گڈھ نہ جا سکا - آپ کی حال کی تصنیفوں میں میلاد نامہ سب سے
زیادہ مجکو پسند آیا - اگرچہ اُس کو بھی کل نہیں دیکھ سکا - کہاں تک پڑھوں
پریس کے دریا اُمڈے رہتے ہیں، آپ کام کی باتیں کرتے ہیں، خدمت ملت
یہی ہے، ٹھیک راہ ہے اور ضرورت بھی ہے، میں نے جو کچھ سیکھا ہے نہایت
کم ہے، لیکن اگر اُسی کم کے ایک جزو قلیل پر بھی عمل کروں تو کیا سے کیا ہو جاؤں
لیکن نہیں ہو سکتا - کیا کروں ناتواں بہت ہوں - دل ٹھکانے نہیں - جگہ اطمینان
کی نہیں - اللہ فضل کرے - سب کو سلام دعا -

اکبر حسین - الہ آباد - ۱۲ر فروری ۱۹۱۷ء

مکرمی! خوب کتابیں ہیں - قبر کے کتبوں کا آخر صفحہ بہت پسند آیا -
لیکن دل بھر آیا - آپ کی طبیعت آیات الٰہی میں سے ایک آیت ہے - خدا
بلند تر کرے -

آپ سے ملنے کا آرزومند، خستہ و ناتواں اکبر - ۷ر مارچ ۱۹۱۷ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ - الحمد للہ و بحمد اللہ کہ باوجود مصائب روحانی اور
ابتدائے جسمانی کے اور قیود دل شکنی ذوق لقائے یاران طریقت دل میں پاتا ہوں

آپ کی خیریت مدت سے معلوم نہیں ہوئی۔ میں سخت مجبوری سے اور ایک خاص ضرورت کے سبب سے پرتاب گڈھ سے پرسوں اور وہاں سے لکھنؤ پہنچا۔ دو چار دن میں ان شاء اللہ پرتاب گڈھ کا قصد ہے۔ گرمی کی آمد غالباً مجبور کرے کہ پھر الہ آباد چلا جاؤں۔

اکبر حسین۔ امین آباد نمبر ۱۰۸۔ ۲۳ مارچ ۱۹۱۷ء

کیا لڑکے کا نام امر اللہ حسین نظامی رکھا گیا یا امیر اللہ حسین نظامی خیر جو نام ہو، اللہ مبارک کرے اور زندگی عطا فرمائے۔

میں نے ذرا فکر کی تو انوار اللّٰہی نظامی ایک نام ذہن میں آیا۔ انوار اللہ میں یائے نسبتی لگی ہوئی ہے۔ بہرحال یاد رکھنے کے قابل ہے کیونکہ ۱۳۳۵ھ اس سے نکلتے ہیں۔ گویا تاریخ ولادت ہے، اگر میرا حساب صحیح ہو۔

اکبر۔ امین آباد لکھنؤ۔ یکم اپریل ۱۹۱۷ء

مکرمی! سلمہ اللہ تعالیٰ۔ میں ان شاء اللہ کل صبح الہ آباد جاتا ہوں۔ وہاں سے مفصل خط لکھوں گا۔ اس وقت دفتری دو تین کتابوں کی جلد باندھ لایا۔ دیکھا تو آپ کے جدید رسالے تھے۔ خوش ہوا کہ عشرت یہ کتابیں پڑھتے ہیں۔ اگرچہ کم فرصت ہے۔

نیازمند اکبر حسین۔ پرتاب گڈھ۔ ۸ اپریل ۱۹۱۷ء

خدا اس گھر کو قائم رکھے، آباد رکھے جہاں میری فکر رکھنے والے ہیں۔ یہاں تو میرا کوئی گھر ہی نہیں ہے۔ طبیعت اچھی نہیں رہتی۔ ارادہ تو کرتا رہا لیکن

خط نہ لکھ سکا۔ اس وقت نوٹ پیپر نہ ملا کل یا پرسوں انشاءاللہ بیاز نامہ لکھوں گا۔
مجموعۂ خطوط کا دیباچہ دیکھ کر مصرعہ کہا۔ ع

زمانہ مجھ کو گھٹا رہا ہے اور آپ مجھ کو بڑھا رہے ہیں

بچے کی خیریت آپ نے نہ لکھی، امید ہے کہ اچھا ہو۔

اکبر۔ الہ آباد۔ یکم مئی ۱۹۱۷ء

مکرمی زاد لطفہٗ۔ خط لکھنے کا وعدہ کیا تھا، نہ لکھ سکا، لیکن کلک اندیشہ صفحۂ خاطر پر ہر وقت آپ کو خط لکھا کرتا ہے۔ حرارت موسم کے ساتھ تبخیر زیادہ ہوتی جاتی ہے، اس کا باعث یا روز افزوں ضعف ہے یا مجموعۂ خاطر کا انتشار بہر حال اللہ سے اچھی امید ہے۔ شاید آپ کو لکھ چکا ہوں کہ لکھنؤ میں برن صاحب سے اچھی طرح مل لیا۔ بنجرا در اودھ سرکے لعنت پر آپ کا نام بھی آگیا تھا۔ جدمیاں باندے گئے ہوئے تھے اُن سے ملاقات نہ ہونے کا افسوس ہوا۔
الحمدللہ کہ آپ کی تصنیفیں مقبول اور فائدہ رساں ہیں۔ خواتین کو دعا۔ خدام کو سلام۔ لڑکے کی خیریت لکھئے۔ خاکسار اکبر۔ الہ آباد۔ ۳ مئی ۱۹۱۷ء

مکرمی دام مجدکم۔ سواد نظام الدین سے برکت حاصل کرنے اور خواجہ نظامی کمپنی کے مہمان بننے کا شوق اس قدر اور ایسا عالی رتبہ ہے کہ وہ لفظوں کے تحت میں آکر معرض بیان میں آنا پسند نہیں کرتا۔ اسی سبب سے میرے خط اس سے خالی ہوتے ہیں۔
ایک دن کا آنا کیا! آپ سے ملنا جس کی رجسٹری غالباً لازمی ہوگی۔ اگرچہ دلی مراد ہے لیکن تکلف ضرور ہوگا۔ یا تو ایک سال اور صبر کیجئے۔ امید ہے کہ مطلع

کچھ صاف ہو ۔ بدگمانیاں کم ہو جائیں ۔ یا پہلے سے مجھ کو اطلاع دیجیے ۔ مجسٹریٹ صاحب کو مطلع کر رکھوں ۔ میں کچھ نہیں جانتا کہ معاملات کہاں ہیں ۔ خیالات کا کیا رُخ ہے ۔ گوشۂ عزلت و بے خبری میں رہتا ہوں ، صرف قیاس کر لیا ہے کہ

آسمان وہی ہے ۔ رات ہے یا دن ہے ۔ اللہ جانے ۔

میں ٹکٹ بھیج کر ہیجان تنجیر کے سبب سے چیف سکرٹری صاحب کے آستانہ حال سے بلا انتظار حصول شرف حضوری واپس چلا آیا تھا ۔ خیال تھا کہ شاید اس مجبوری کی کچھ غلط تعبیر ہو ۔ ع کبر سمجھے ہیں ناتوانی کو ۔ یہی خدشہ رفع کرنا تھا وہ رفع ہو گیا ۔ اور کوئی بات نہیں ہوئی ۔ پیر خود در ماندہ تا بہ شفاعت دیگراں چہ رسد ۔ اور شفاعت ہو بھی تو خود حضرت اعلیٰ سے گفتگو ہونی چاہیئے ع وعدے بھی یاد دلاتے ہیں گلے بھی ہیں بہت

وہ دکھائی بھی تو دیں اُن سے ملاقات تو ہو

صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے کی کوشش چاہیئے ۔ اللہ فضل ہی کریگا ۔ اور مجکو اس حال سے بھی مدد ملتی ہے کہ دنیا ہی سب کچھ نہیں ہے ۔ الا امتناع ۔

طبیعت اچھی نہیں رہتی ، ہمہ تن تنجیر سودا وی ہوا جاتا ہوں ع

اظہار عقل میں ہیں احباب گرم کوشش اور مجکو فکر یہ ہے اپنا جنوں چھپاؤں

خواجہ بانو صاحبہ کو تسلیم اور داد قابلیت ، حور بانو کو دعا اور شوق عبادت پر مرحبا انوار الٰہی نظامی کو پیار ۔ راجہ صاحب نے نظم میں تاریخ خوب فرمائی ۔

خاکسار اکبر ۔ الہ آباد ۔ ۸ مئی ۱۹۱۷ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ ۔ مجموعۂ خطوط کی تمہید میں آپ نے جو کچھ میری نسبت تحریر فرمایا صحیح ہو یا غلط یا مبالغہ آمیز بہرکیف باعث افسوس ہوا ۔ افسوس اس بات کا کہ ایسے محب سے مل نہیں سکتا ۔ اور زمانہ فراق بڑھتا جاتا ہے ، کم از کم وقت کا

کا انتظار ہے۔ یہ کتاب کب شائع ہوگی سب کو اس سے تعلق ہے اور میں تو اس کا مشتاق ہوں۔ معلوم نہیں سفر الہ آباد کی نسبت آپ نے کیا فیصلہ کیا۔ امید ہے کہ گھر میں سب اچھے ہوں۔

نیاز مند۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۱۴ر مئی ۱۹۱۷ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ آپ نے الہ آباد آنے کے باب میں کیا فیصلہ کیا۔ سید عشرت حسین کی سالی کی شادی تھی۔ کل وہ پرتاب گڈھ سے واپس آئے اور پرتاب گڈھ گئے۔ آپ کی خیریت پوچھتے تھے۔ میں نے اپنا ایک تو تصنیف مطلع ان کو سنایا انہوں نے نہایت پسند کیا۔ آپ کو بھی لکھتا ہوں۔ دیکھئے کہ الفاظ سے کچھ معنی پیدا ہوتے ہیں یا نہیں ؎

زباں سے دل میں صوفی ہی خدا کا نام لایا ہے
یہی مسلک ہے جس میں فلسفہ اسلام لایا ہے

انوار الٰہی[1] نظامی کی خیریت لکھیے۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۱۷ر مئی ۱۹۱۷ء

پہلا مصرعہ میں نے بدل دیا ہے ؎

تصوف ہی زباں سے دل میں حق کا نام لایا ہے
یہی مسلک ہے جس میں فلسفہ اسلام لایا ہے

آپ سے کبھی ملنا ہوا تو مفصل گفتگو ہوگی۔ افسوس ہے کہ بعض حضرات بلا غور و فکر تصوف پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ وہ جان مذاہب ہے اور دشمن شرک گویا علم توحید ہے۔

ا۔ ح۔ الہ آباد۔ ۱۸ر مئی ۱۹۱۷ء

ڈیر خواجہ صاحب۔ آپ نے اچھا کیا، ارادۂ سفر ملتوی کر دیا۔ موسم بھی

---

[1] حسن نظامی کے بڑے لڑکے حسین کا تاریخی نام "انوار الٰہی نظامی" رکھا تھا۔ ۱۲

اچھا نہیں۔ کم ٹوموٹ ضروری چیز ہے۔ آپ کو کلیات کا حصہ اول تو مل گیا تھا پھر کیوں آپ نے اس کے نہ ملنے پر افسوس ظاہر کیا ہے۔ شاید آپ کا مقصد تیسرے حصے سے ہو جو اب تک نہیں چھپا۔ زندگی کا حظ تو مجھے نہیں رہا۔ البتہ موت کا طالب اس سبب سے نہیں ہوتا کہ طلب ممنوع ہے، اور وہ خود آرہی ہے۔ میں کیا بلاؤں ۔

بڑھتا جاتا ہے ضعف اپنا ذرا آہستہ آہستہ
لئے جاتی ہے پیری سوئے گور آہستہ آہستہ

کم ٹوموٹ کے تیسرے یا چوتھے صفحے کے حاشیے پر میں نے اپنا یہ مطلع لکھ دیا ۔

آج جو کفر سے مصروف ہیں سرگوشی میں
ہوش آئیگا انہیں موت کی بیہوشی میں

انوار اللّٰہی نظامی آسمان کو دیکھتا ہے، یہ بات دلیل صحت ہے، بچے کی جان کو اس نظارے سے انبساط ہوتا ہے۔ اُس کو خدا ہی کی سپردگی میں سمجھئے۔

ابن عربی کو دعا پہنچے۔ اب وہ کیا پڑھتے ہیں۔ کیا یہ متوقع اور امید ہے کہ وہ ایک بڑے عالم ہو جائیں۔ آپ کے گھر میں اس کی ضرورت ہے۔ میں ان دنوں رفقا اور ملازمین کی کمی سے دقت میں ہوں۔ سلیمان بیمار ہے۔ منشی جی گھر گئے تھے جگو اچلا گیا تجارت شروع کی۔ ابن عربی اپنے سلام پر مستحق انعام ہیں۔ اب ان کی کیا عمر ہے۔

میں حاذق الملک صاحب کو لکھوں گا کہ خواجہ صاحب نے آپ کا ادب کیا اگرچہ موت کی طرف بلاتے ہیں۔ لیکن حکیم صاحب کی اجازت ضروری ہے معلوم نہیں کوئی شخص دہلی جائے تو آپ سے ملاقات مل سکتا ہے یا نہیں۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۰ مئی ۱۹۱۶ء

جناب خواجہ صاحب! خدا کے حفظ و امان میں رہیئے۔ میں خط کیا لکھوں۔

خط ہی مجکو لکھا کرتا ہے۔ یعنے یہ سوچا کرتا ہوں کہ خط میں یہ لکھوں وہ لکھوں۔
سوچ ہی میں رہ جاتا ہوں ؎

حال دل میں سنا نہیں سکتا لفظ معنی کو پا نہیں سکتا

اپنی خیریت لکھئے نظامی وورین کی خیریت لکھئے۔ آپ سمجھے بھی بچہ حسن کی نظر[1] آسمان پر رہتی ہے۔ پرسوں ایک قطعہ موزوں ہوگیا۔ سامعین نے بہت پسند کیا۔ شاید آپ کو بھی چوتھے مصرعے پر لطف آئے ؎

جو یائے رازِ حسن ازل سے کہے کوئی سن صوت سرمدی کو کلام مبین کو دیکھ
ارشاد ہے کہ شرک نہ کر اور نماز پڑھ معنی یہ ہیں کسی کو نہ دیکھ اور ہیں کو دیکھ

اکبر۔ الہ آباد۔ ۸ رجون ۱۹۱۷ء

مکرمی زاد لطفہٗ۔ آپ نے خوب کیا، دواخانہ کھولا۔ فریدالدین عطار کی یاد آگئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس طرف آپ کو متوجہ کیا۔
آپ نے بورڈنگ کی سکونت کی مضرتیں خوب دکھائیں۔ نہایت صحیح خیالات ہیں۔ میں اس کے متعلق بہت کچھ سُن چکا ہوں۔ لیکن اللہ ہی فضل کرے۔
سید صاحب اور سلیمان میرے پاس ہیں۔ دونوں میں کبھی جھگڑا ہو جاتا ہے۔ میں نے سمجھا دیا ہے آپ بھی لکھ بھیجئے کہ باہم محبت رکھیں۔ سید صاحب خود کہتی تھی کہ یہ میرا پیر بھائی ہے میں اس سے محبت رکھتی ہوں۔ دیگر ملازمان احاطہ عشرت میاں کی لسٹ میں داخل ہیں۔ لیکن بالفعل صرف خیراتی خانساماں ہے چوکیدار اور مالی کی تلاش ہے۔ میں اُس خانگی معاملے کی ناصفائی کے سبب سے

---

[1] حسن نظامی کا بڑا لڑکا حسین شیرخوار تھا تو ہر وقت آسمان کو دیکھا کرتا تھا۔ عورتوں کو وہم ہوا میں نے حضرت کو لکھا۔ اس کا اشارہ ہے۔ اسی کو نظامی وورین فرمایا ہے۔ ۱۲

بالکل غیر مطمئن حالت میں ہوں، جو کچھ آرام اختیار میں ہے وہ بھی یہاں حاصل نہیں کر سکتا۔ کیا مصلحت پروردگار ہے۔ آپ کس مقام پر رہ کے گئے گو اگر نہ رو کے جاتے تو وہ قدم آ گئے، ظاہرا بہت کچھ تھا لیکن سب ارادے، ولولے، نیازمندیاں، عقیدتیں، لٹریری، اُمنگیں پست ہو کر مرجھا کر رہ گئیں ہیں باوجود وسائل عظیمہ کے بستر راحت و اطمینان پر پاؤں نہیں پھیلا سکتا۔ ایک خار پیرہن کھٹک رہا ہے۔ لیکن الحمد للہ آپ کی بنیادیں قائم ہیں اور مجکو بھی امید کا سہارا ہے۔ جو کچھ ہو۔ سب وہم و تماشا ہے۔ اللہ صبر و سکون دے عاقبت بخیر کرے میں نہیں سمجھا ہستی ہی کیا چیز ہے۔ اور پھر ہماری ہستی۔

مرا دل دلّی کی طرف کھنچ رہا ہے، خدا وہ وقت لائے۔ السلام علیکم وعلیکم السلام۔ آپ سے زیادہ میرا ہم خیال و ہم رنگ شاید ہی کوئی ہو۔ کیا اللہ تعالےٰ ہماری مشکلات اور درد سے آگاہ نہیں ہے ضرور آگاہ ہے۔

لہذا ہم ان حالات پر ادب اور امید کے ساتھ نظر رکھنے کی کوشش کرتے ہیں زندگی ختم ہو گئی تو کیا حرج اس وقت بھی اُس کی عملداری میں رہیں گے اور اگر ہم کا خاتمہ ہے تو غم کا بھی خاتمہ ہے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۱۵ر جون ۱۹۱۷ء

خوب ہے اردو میں لکھے جس نے حالات گرشن | اس مصنف کو مگر دلّی ہی پیدا کر سکی
وہ بگولا خاک خسروی کے پہلو سے اُٹھا | جس کی گردش طبع اکبر کو جنوں سے بھر سکی
یہ اُمنگ آخر نظام الدین سے اُٹھی کہ جو | باسلیقہ ہاتھ ساز عشق حق پر دھر سکی

پھر لکھوں گا اس وقت وسرت و دل دونوں بیکار ہیں حور کو ذوق طاعت مبارک خواجہ بانو کو حسین کی خدمت مبارک، اور دونوں کو گرشن بیتی کا مصنف

مبارک - اکبر - الہ آباد - ۲۷ جون سنہ ۱۹۱۷ء

مکرمی زاد لطفہٗ - میرا کل کا خط بے انتہا مجمل ہے جو لکھنا تھا کچھ نہ لکھ سکا۔ بالکل بے نتیجہ ہے خیر دیکھا جائے گا - آپ کے دل و زبان کی داد تو دیدی۔ آج ہیں نے کرشن بیتی ختم کر دی - آپ کی تمہید و توجیہہ بہت معقول اور پولیٹیکل ہے ہندو ظاہرا اُبھرتے جاتے ہیں - ہم کو یہاں رہنا ہے - اُن کے دیوتاؤں سے واقف ہو کر کیوں نہ اُن سے بیگانگی کم کریں - یہ پالیسی انگلوں کی بھی رہی ہے ہم لوگوں میں یہ وقت افتراق کا ہے اتحاد کا نہیں ہے - ہو کیوں کر، مرکز ہی قائم ہونے نہیں پاتا - طاقت ہی نہیں ہر صاحب دماغ و قلم مضمون آفرینی کر رہا ہے - خدا جانے کیا ہوتا ہے - میرے نزدیک تو اصلاحی علتیں سخت ہیجان میں آگئی ہیں - جو جیتا رہا اثرات کو دیکھے گا - گو ایک وقت ظاہرا سکون کا بھی آجائے - خیر یہ سب باتیں حدوث کی ہیں آپ تو دم بھر میں قدم میں پہنچکر سب کو غائب پاتے ہیں۔

کرشن جی کے زمانے میں اخلاقی خوبیوں کا جو معیار تھا اگر وہ اس میں کھرے نہ اُترتے تو کیوں ملک ان کو دیوتا بنا لیتا - معلوم نہیں کل ہندو ان کو دیوتا مانتے ہیں یا کوئی گروہ خارج بھی ہے (آریوں کے سوا) گیتا برائے خود دلیل روشن ہے کتاب بہت آب و تاب سے نکلی ہے مودی صاحب تو اگر خاموش رہیں یہی بہت ہے - ڈاکٹر اقبال نے بھی سری کرشن مہاراج کا ذکر خیر اسرار خودی میں کیا ہے جناب امیر کی بھی بہت مدح کی ہے - سر علی امام صاحب کے نام معنون فرمایا ہے وہ زیادہ پولیٹیکل ہے - آپ کے رنگ میں سادگی ہے - آمد ہے، اسرار خودی کی توضیح میں میں نے واحدی صاحب کو ایک مطلع لکھ بھیجا ہے - دو چار لفظ ہیں -

لیکن توضیح تو ہو گئی ہے

سوال	جواب
عشق میں کیوں بےخودی مقصود ہے	حسن بے حد ہے خودی محدود ہے
منکشف ہو جائیں اسرار خودی	بے خودی کا بھی یہی دستور ہے

کل میں نے جس غزل کے دو شعر آپ کو لکھے ہیں اُس کے دو شعر اور لکھتا ہوں

دوسرا شعر آپ پر صادق آسکتا ہے اگر مصداق بننا چاہیں ؎

دل نفس کا تابع غفلت میں دنیا کی حقیقت کیا جانے
اُمڈے ہیں فریب امیدوں کے طوفان ہیں بپا ارمانوں کے

نفیٔ عقل زباں پہ اے اکبر اور عشق پہ رکھی ہم نے نظر
ممتاز رہے ہشیاروں میں سرخیل رہے دیوانوں کے

اکبر۔ الہ آباد۔ ۳۰ جون ۱۹۱۷ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ "امید تو ہے مقبول ہو مگر ابھی آثار نے حوصلہ نہیں بڑھایا"، اسی خیال سے دوسرے خط میں میں نے لکھا کہ میری مدح کو اسی کتاب سے محدود و مخصوص نہ کیجئے بہرکیف وہ اشعار صحیح ہیں، اچھا ہے خطیب میں چھپ جائیں یادگار رہیں۔ آپ نے ہندوؤں کے حق میں انصاف کرنے کی کوشش کی۔ ہندو لٹریچر مجبور ہو گا کہ اپنی لٹریری ہسٹری میں اس کا نوٹس لے۔ لیکن اصلی بات یہ ہے کہ آپ نے تصوف کی دلآویز وسعت کا ثبوت دیا۔ جس کا حق آپ پر بہت کچھ ہے۔ حوصلہ بڑھنے کے تو مجھے بھی آثار نہیں دکھائی دیتے لیکن وقت کی خانہ پری ضرور ہے۔

مجکو تو اسی شاعرانہ خیال میں مزا آتا ہے ؎

ہوں عرب میں تو اک برزن بھی سہی　　ہند میں ہوں تو ایک بھجن بھی سہی

ہوم رول کی نسبت میں نے بے ساختہ بہت اشعار کہے ہیں۔ اکثر بہت دلچسپ ہیں آپ نے خوب لکھا "قلم اٹھاؤں؟ مگر کس برتے پر" دوسرا جملہ نہایت بلیغ اور بامعنی ہے۔ آپ قلم کیوں اٹھائیں، ہنٹر ہی اٹھے گا، اگر نہ اٹھایا نہ اٹھ سکا۔ تو خدا جانے کیا کچھ اٹھے گا۔ تاہم یہ لکھنا چاہیئے کہ اپنی باہمی اصلاح مقدم ہے ؎

جوگیوں کے سینگوں میں ہو زور کچھ — تو شیروں کو روکیں بہم بنکے دوست
مگر اونٹ کا قول تو ہے یہی — تواضع زگردن فرازاں نکوست

ایک اور نظم ہے جس کی نقل ملفوف ہے۔ فرمائیے کیسی ہے۔ لیکن اور بہت اشعار بہت زیادہ دلچسپ ہیں۔ شاید بھیج سکوں۔ کہہ تو لیتا ہوں لیکن صاف کرنا، ادھر ادھر بھیجنا اس دردِ سر کا تحمل مشکل ہوتا ہے ؎

خاک کے ساتھ کھیلتی ہے روح — میں کی مٹی خراب ہوتی ہے

مشرق کی کمیٹی دیکھی ہے مغرب کی اجازت سُن لی ہے
نیتوں کی فقط اک مشق ہے یہ صاحب کی فقط خوش طبعی ہے
پبلک میں وہ ملکی حس ہی نہیں، آزاد کوئی مجلس ہی نہیں
وہ جہل و تعصب مذہب کا سینوں میں ہر اک سو مخفی ہے
اردو بھی یہاں ہے گائے بھی ہے لعنت بھی ہے اور آمین بھی ہے
کچھ صلح کل انساں ہوں بھی اگر تعداد ہی ان کی کتنی ہے
ہم کو تو یہ خطرہ رہتا ہے آپس ہی میں نہ چھڑ جائے کہیں
اور یہ بھی ہے اک تحریک بہت پوشیدہ اشارہ کافی ہے
ضد اور عداوت چھوڑ کے تم تو عقل سے کام اور مرد بنو
ہے اس کے حکومت ہو اگر کون اس کو کہے گا اچھی ہے،

لفظوں کا نموج کچھ بھی نہیں اک کھیل ہے یہ اک نقل ہے یہ
بازو کی بھی طاقت شامل ہو اس وقت میں وہ بامعنی ہے
نعمت ہے یہاں راحت کی گھڑی ہے امن کی برکت سب سے بڑی ہے
نیچر بھی اسی سے راضی ہے اللہ کی بھی منظوری ہے
جو نقص ہو اس کو دور کرے، ہر ہندو مسلم غور کرے
احساس ہمارا کیسا ہے، تعلیم ہماری کیسی ہے
جب ہوم ہے تو رول بھی ہو، ٹہنی جو بنے تو پھول بھی ہو
اللہ کی مرضی جو کچھ ہو، میں نے تو نصیحت کر دی ہے
اخلاق کی دیوی کہتی ہے یا ماتوجی ہوں یا مولوی ہوں
نیچے ہیں بہت اس درجے سے، کہتے ہیں جسے سلطانی ہے
اکبر۔ الہ آباد ۔ ۲ جولائی ۱۹۱۷ء

مکرمی سلمہٗ - نیو ایرا جو لکھنؤ سے انگریزی میں نکلنا شروع ہوا ہے ۲۸ جولائی کا پرچہ حضرت اقبال نے میرے پاس بھجوا دیا ہے۔ اس میں اُن کا ایک آرٹیکل تصوف کے خلاف چھپا ہے۔ مگر میں نہیں جانتا کہ کونسا اسلامی مشہور تصوف ہے جو انسان کو دنیا میں سعی سے روکتا ہے۔ بہرحال پڑھے لکھوں کا یہ پرانا شغل زندگی ہے۔ انسان کو ضرور مردانگی سے کام لینا چاہیئے بیکن کالج کی پروفیسری۔ عرب کی مردانگی نہیں ہے جس کا وعظ کہا جاتا ہے۔ اعمال نیک اور تقوے میں مردانگی ہے۔ اقبال نے یہ ٹھیک لکھا ہے کہ ایران نے مذاق عرب کو خراب کیا۔

اسی پرچے میں ایک اور مضمون ہے جس کے لکھنے والے نے اپنا نام نہیں

ظاہر کیا۔ اُس کا عنوان ہے "صوفی" اس میں تمام تر آپ کی شکایت ہے آپ نے ہوم رول کی جو مخالفت کی ہے اُسی پر اعتراض ہے۔ آپ خوش ہو گئے کہ آپ نے ایسی حالت پیدا کی کہ ضرورت اعتراض لوگوں نے محسوس کی۔ کیا آپ کے پاس یہ پرچہ پہنچا۔ اگر نہیں تو کیا آپ دیکھنا چاہتے ہیں۔ سب دل لگیاں ہیں وقت کا ٹنا ہے۔ روحی سالن میں ہم سب کا مشترک مذاق ہے۔ اللہ قائم رکھے۔ عاقبت بخیر کرے۔ وہ دن دور نہیں کوئی جانے گا بھی نہیں کہاں خاک نظامی ہے، کہاں خاک اقبال، کہاں خاک خاکسار اکبر۔

الہ آباد۔ ۳ر اگست سنہ ۱۹۱۷ء

مکرمی یسلمہ اللہ تعالےٰ۔ میں تو اس کو مقدم سمجھتا ہوں کہ آپ کو آزادی ملے اس میں میری غرض شامل ہے۔ لیکن پبلک کا بھی فائدہ ہے۔ روحانی فائدہ زندگی میں تو مجھ کو حلاوت نہ رہی۔ لیکن آپ ساتھ ہوں تو موت میں اطمینان اور حلاوت کی امید ہے۔ جن مصائب کا مجکو سامنا ہے احاطۂ بیان سے باہر ہیں قیام گاہ نظامیہ کی نسبت پھر بھی کوشش ہو سکتی ہے۔ دس دن سے میری طبیعت قبض و درد سر کے سبب سے بہت بے چین ہے۔ موسم کا اقتضا رہ رہے لیکن آخر عمر کا اقتضا بھی انہی اسباب میں مستور ہو گا۔ اچھا ہے ٹلے جایئے۔ پتہ لکھدیجیے گا۔ آپ کیٹ گنج آتے تو یہاں یا وہاں آپ سے ملنا ہوتا۔ میں نہیں جانتا کہ آرزو سے ملاقات بر آنے کے لئے مجکو کیا کرنا چاہیئے۔ کل دہلی پہنچتا اور وہیں کمر کھول دیتا۔ پھر لکھوں گا۔ سب کی خیریت جلد لکھئے۔

خاکسار اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۱ر اگست سنہ ۱۹۱۷ء

پیارے خواجہ صاحب۔ سات دن سے مسلسل دردسر ہے۔ سقوط اشتہا ہے کبھی دو چار گھنٹے تخفیف ہوجاتی ہے۔ موسم کا اثر ہے۔ ایسے حالات میں آلام اور داغ کہن تازہ ہو جاتے ہیں۔ کیا کہوں کیا گزرتی ہے۔ اس مطلع سے تسکین ہوتی ہے ؎

گو ہم نفس اپنے اُٹھ گئے سب و مساز ہماری آہ تو ہے
کوئی جو ہمارا رہ نہ گیا، ایمان تو ہے اللہ تو ہے

میں آپ سے ملتا تو صوفیا و درویش کانفرنس کی تجویز پیش کرتا۔ جب اللہ کا حکم ہوگا ملیں گے آپ کب شملے جائیں گے۔ خواجہ حسین اب کیسے ہیں۔ خواجہ بانو اور حور بانو کو سلام و دعا۔ آپ کے دواخانے کا کیا حال ہے۔ ہمارے تو موس سمدھی صاحب کے بھتیجے میاں ولی حسین آپ کے مشتاق ہو گئے ہیں۔ ایک ضرورت سے یہاں آئے ہیں آپ سے تعارف و مراسلت کے خواستگار ہوئے مجھ سے اپنے خط پر تصدیق لکھائی اُن کے والد صاحب بھی آپ کے معتقدوں میں ہیں۔

اقبال صاحب مراسلت کرتے ہیں۔ اُن کا آنر کیوں نہ کروں۔ لیکن وہ ذوق جاتا رہا شریعت سے کس کو انحراف ہے۔ لیکن یہ رنگ کہاں کہ ؎

حلقۂ پیر مغانم ز ازل در گوش است بر ہمانیم کہ بودیم و ہماں خواہد بود

قرآن مجید نے بھی اہل دل پر نظر فرمائی ہے۔ ڈاکٹر صاحب صرف اُسی دل کو مانتے ہیں جو اپنچ سے نپ سکتا ہے۔ خیر یہ تو دور کی باتیں ہیں۔ عبرت اور گداز دل کا نور رنگ ہو۔ آپ کی سیر دہلی سے یہ رنگ کس ہنرمندی کے ساتھ ٹپک رہا ہے اللہ آپ کو استقامت بخشے۔ سیر دہلی نام کی میری ایک کتاب ہے۔

دعا کا امیدوار اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۴ راگست ۱۹۱۷ء

مکرم دام الطافکم - الحمد للہ کہ آپ نے صفائی حاصل کر لی - آزاد ہو گئے[۱]

آپ کو اس کی شدید ضرورت تھی - میں بدستور رہا ہوں

دنیا سے تعلق کیا رکھوں کیوں زحمت اٹھاؤں اس کے لئے

دل کہتا ہے اور سچ کہتا ہے کے دن کے لئے اور کس کے لئے

خلاف طبع باتیں نہیں ہو سکتیں - اور نتیجہ کیا - امراض نے بھی درباری لنگوٹ

اور حاضری دربار کے لائق نہیں رکھا - اور یہ نہیں تو سب کی نظر میں بجا فضولی

بلکہ خطرہ نقصان - دنیاوی مشغولی اور اس کی لذت مقدر ہوتی تو والدۂ عشرت

کیوں مرجاتیں - ہاشم کیوں مرجاتا - چاہا تھا کہ آستانہ نظامیہ پر بستر مرگ لگاؤں

ہنوز نہیں پہنچ سکا - آپ سے ملنے کا اگرچہ بے حد آرزو مند ہوں اور خیال کرتا ہوں

کہ یہ آرزو خدا کی راہ کی ہے، لیکن اب تک کوئی دل کشا راہ نہیں ملی - دہلی کا خیال

ہوتا ہے لیکن سردی سخت ہے - دنیا بہ امید قائم - شاید اچھا وقت بھی آجائے -

اکبر - الٰہ آباد - ۱۴ر دسمبر ۱۹۱۷ء

پیارے خواجہ صاحب - اللہ کے حفظ و امان میں رہیئے - میں خوش ہوا کہ

آپ حضرت غوث اعظم رضؓ کی سوانح عمری لکھ رہے ہیں - آپ نے دانشمندی کی

کہ اس وقت گذشتہ صدیوں میں قیام اختیار کیا -

چونکہ میرا دل آپ کی طرف بہت کھنچتا ہے - اس دلیل سے آپ کی تصدیق

کرتا ہوں - اکبر حسین - الٰہ آباد - ۱۴ر جنوری ۱۹۱۸ء

پیارے خواجہ صاحب - جو اللہ سے لو لگائے رہتے ہیں سب کے پیارے

---

[۱] پانچ برس کے بعد ستمبر ۱۹۱۷ء میں حسن نظامی کو پولس کی نگرانی سے گورنمنٹ نے رہائی دی تھی اس کا اشارہ ہے - ۱۲

ہو جاتے ہیں۔ بجز اُن کے جن کے دلوں پر خدا نے مہر کردی ہے۔ مہر کیا کردی ہے کیہ نکہ نہ شیطان کے ساتھ ہیں۔ اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں متکبر ہیں۔ آپ کی تصنیفوں سے ٹپکتا ہے کہ آپ کی لو اللہ سے لگی ہے۔ پھر کیوں نہ اللہ کے بندے آپ کی طرف مائل ہوں۔ محفل نامے کا دیباچہ آپ نے خوب لکھا ہے۔ تمام اہل مذاہب کو پڑھنا چاہیئے بیانات کتاب بہت صاف اور موثر ہیں۔ اللہ عاقبت بخیر کرے۔ کل سے نزلہ اور دانتوں کا درد ستا رہا ہے۔

خاک کا ڈیپوٹیشن بھی خوب ہے۔ انگریزی میں کیوں نہ ترجمہ کیا جائے۔ میں اب اخبار اور رسالے نہیں دیکھتا بعض اخباروں کو تو کھولتا بھی نہیں۔ آپ کی زبان سمجھتا ہوں اس لیئے آپ کی تصانیف اکثر دیکھ لیتا ہوں۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۸ جنوری ۱۹۱۸ء

مکرمی۔ میں ابھی ایک کارڈ لکھ چکا ہوں۔ اُس کے بعد آپ کا خط پہنچا۔ الحمدللہ کہ قبل تحریر تصنیف اظہار رائے کر دیا گیا۔ دریائے معانی مدت سے دل میں لہریں مار رہا ہے۔ اللہ قوت دے، اطمینان دے کہ قلم اٹھاؤں۔ دیکھتا ہوں کہ آپ اُسی رُخ چل رہے ہیں، دل اُسی سانچے میں ڈھلا ہے جس کو میں خدا کے کارخانے کا اصلی سانچا سمجھتا ہوں، زندگی رہی، حواس بجا ہوئے تو کچھ ہو رہے گا ورنہ کیا کچھ نہیں ہوا اور کیا رہ گیا۔ اُدھر دو تین دن کے میرے خیال منظوم آپ نے نہیں سُنے۔ اُن میں بھی بہت کچھ ہے۔ دل کی شکستگی اور صحت کی خرابی نے بہت کچھ معذور کر رکھا ہے۔ ذوق طریقت عنصر میں ہے اس سبب سے آپ کا خیال دل کش ہے اور رہے گا۔

برہمانیم کہ بودیم و ہماں خواہد بود

ورنہ جس کا یہ شعر ہو ؎

میرے دل سے امتیاز دی و فردا اُٹھ گیا حشر بھی ماضی نظر آیا جو پردہ اُٹھ گیا

اُس کا حال کیا بیان ہو سکتا ہے۔ حیاتِ مسیح[1] کا خیال نہایت اچھا ہے بلکہ اسلام میں یہ ایک نہایت ضروری کام ہے۔ اہم مسائل کا سامنا ہے۔ میں اس کے متعلق بہت کچھ کہنا سُننا چاہتا ہوں۔ اگر زندہ رہا۔ اچھا ہے جواب مثنوی لکھا جائے۔ لیکن تصوّف کو کچھ اندیشہ یوں بھی نہیں ہو سکتا۔ باغبان باب چمن کو ہزار مقفل کرے، الکھنتِ گل اور صبا و نسیم کو کون روک سکتا ہے۔ دماغ چاہیئے۔ شریعت کو تو جانتے تھے لیکن شریعت اینڈ کونئی چیز ہے، اقبال صاحب ہمارے آپ کے دوست ہیں۔ میں نے لکھا ہے کہ اپنی دینداری کو رحمت الٰہی ثابت کیجئے۔ اللّٰہم سب پر رحم کرے۔ میں دیکھتا ہوں کہ ضمناً میرے پہلے کارڈ میں آپ کے خط کے مضمون کے متعلق اشارات ہو گئے ہیں۔ خیر پھر لکھونگا سلیمان اچھا ہے۔ نماز پڑھتا ہے۔ آپ کا مشتاق رہا کرتا ہے۔ عبداللہ بالفعل نہیں ہے۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۸ جنوری ۱۹۱۸ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ ناورستی طبیعت نے بہت معذور کر رکھا ہے۔ کئی سال سے یہی حال ہے۔ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں رانا سے واپس ہونا پڑا بخیری دورہ گھنٹوں رہتا ہے۔ اور اس وقت ہرگز یہ خیال نہیں آسکتا کہ میں پھر بحال ہونگا۔ موسم بہار کی آمد میرے لئے ہیجانِ صفرا و سودا کا زمانہ ہے۔ اصلی وجہ یہی ہے کہ اب تک دہلی نہیں آسکا۔ خانقاہ نظامیہ کی زیارت اور وہاں کے

---

[1] حیاتِ مسیح حسن نظامی نے لکھنی شروع کی دیباچہ خطیب میں شائع ہوا۔ مگر سوائے حضرت اکبر کے ہر مسلمان نے اس کی مخالفت کی۔ مگر میں نے کتاب شائع کر دی۔

قیام کا ہزار جان سے مشتاق ہوں۔ یہاں کی دقتیں پریشان کیا کرتی ہیں۔ خیر جو ہونا ہے ہوگا۔

اس وقت میز پر ایک رسالہ نظر آیا۔ حیات جنید بغدادی مؤلفہ شرر۔ کیا آپ نے یہ رسالہ دیکھا ہے۔ تصوف کی ایک مختصر لیکن دلچسپ تاریخ ہے۔ حیات شبلی بھی لکھی گئی ہے۔ حضرت عیسےٰ کی نسبت علمائے اسلام کا جو عام خیال ہے بے شک اس کو قائم رکھنا چاہیئے۔ بادی النظر میں تو قرآن مجید بھی اس کا مؤید ہے بلکہ قرآن ہی سے وہ خیال مستحکم ہوا ہے۔ اگر مجھ سے آپ سے ملاقات ہوئی تو گفتگو ہوگی۔ انجیل آپ نے پڑھی ہوگی۔ وجد میں لانے والے حالات ہیں۔ قرآن ہی کافی ہے مسیح کا فرمانا۔ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ کس قدر مؤثر ہے۔ دو چار دن ہوئے یہ خیال آیا کہ آپ روزانہ اخبار جاری کریں۔ اس کا نام ہو "نظام الطریقت" تمام یاران طریقت مل کر کوشش کریں تو سرمایہ بہم پہنچ جائے۔ چار مہینے سے ہیں اخبار ستارۂ صبح کو نہیں دیکھتا کھولتا بھی نہیں۔ اسی اندیشے سے کہ متنفر ہوگا۔ ظفر علی خاں صاحب کو مطلع نہیں کیا۔ کیا فائدہ۔ لیکن تو تو میں میں اور بے اثر کتاب کی نقلیں لکھنے سے کیا حاصل ہے۔ محکمہ قطعاً نہیں معلوم کہ کیا لکھا گیا اور کیا لکھا جا رہا ہے "یا جرانہ اور اڈیٹرانہ اور ریفڈرانہ اظہار علم کچھ اثر نہیں رکھتا۔ قرآن ہی کی نقل کیوں نہ ہو ؎

لاکھ چھانٹیں وہ مذہبی باتیں فرق ہے بیشنی و تکرار کی ہیں،

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۷؍ فروری ۱۹۱۸ء

عنایت فرمائے مخلصاں زاد لطفہ۔ میری تو یہ حالت ہے ؎

چل بسے اسباب غفلت چشم عبرت رہ چکی میری ہستی تھی ہی کیا اور تھی جو کچھ وہ ہو چکی

اخبار ہمدم میں خواجہ بانو صاحبہ کا ذکر میں کچھ نہیں سمجھا۔ کیا یہی مباہلے ؟! معاملہ ہے نِسَاءَنَا وَنِسَاءَکُم۔ آپ کے لئے بہت سے دنیاوی تعلقات اللہ نے پیدا کر دیئے اور آپ کا تجربہ بھی زیادہ ہو گیا۔ امید ہے کہ اللہ اپنا فضل شامل حال رکھے گا۔ فکر میں تو ہوں کہ آپ کے سائے میں پناہ ملے کاش جلد راہ ملے۔ دل و دماغ مشکل سے کسی وقت بجا ہوتے ہیں ؟ مرزا قادیانی کے جانشین سے میرا مباہلہ قرار پایا تھا اس کا اشارہ ہے۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۸ر فروری ۱۹۱۷ء

حسن نظامی

سماع خانے کا حال آپ کے خط میں دیکھ کر انبساط ہوا ؎

ہست مجلس براں قرار کہ بود ہست مطرب براں ترانہ ہنوز

حافظ کا شعر یاد آیا۔ تربیاً آبدیدہ ہو گیا۔ اقبال صاحب کو لکھ بھیجا کہ میں مخدومیت کا مستحق نہیں۔ لیکن چاہتا ہوں کہ آپ کی عظمت اور محبوبیت قائم رہے۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۹ر فروری ۱۹۱۸ء

مکرمی دام مجدکم۔ ایک لمبا خط آپ کو لکھا لفافے میں رکھا۔ معلوم نہیں کیوں پوسٹ کرنے سے رُک گیا۔ شاید بھیج دوں۔ اس کے بعد ہی آپ کا کارڈ پہنچا۔ تکلف کیا ضرور لیکن جو مرضی عشرت سلمہ پرتاب گڈھ میں ہیں میں بھی جانے والا ہوں۔ پرسوں ارادہ ہے ڈیڑھ گھنٹے کا سفر ہے متحمل ہو جاؤنگا لیکن ابھی اُن کا خط آیا ہے کہ یہاں طاعون زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اسی سبب سے اہل و عیال کو جو ان کے دورے کے زمانے میں پرتاب چلے گئے تھے۔ واپس نہیں بلا سکے میں تو غالباً پرسوں چلا ہی جاؤنگا۔ میں آپ کے اجرائے رسالے کا حال سن کر خوش ہوا خدا راس لائے۔ کاش آپ سے ملاقات ہوتی تو

بار دل اُترنا اور یوں تو یہ بار دل بار زندگی ہی کے ساتھ اُترے گا۔ میں کہہ نہیں سکتا کیسے دلی مصائب میں ہوں۔ معلوم نہیں یہاں نگرانی کے احکام بدستور نافذ ہیں یا گیا۔ ایک دفعہ کیوں نہ آیئے کہ تجربہ ہوجائے۔ میں خود دہلی آنا چاہتا ہوں لیکن نہیں جانتا کہ یہ سفر کر سکوں گا یا نہیں۔ تبخیر سوداوی بہت ہوتی ہے۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۵ ر فروری ۱۹۱۸ء

مکرمی زاد لطفہٗ۔ اس وقت میں پرتاب گڈھ میں ہوں۔ عشرت میاں تنہا ہیں۔ کچہری جائیں گے تو سناٹا ہوگا۔ کیا عجب کہ جلد الہ آباد چلا جاؤں۔ آپ نے لکھ بھیجا کہ ۷ ارکو پرچہ نکل جائے گا۔ ۱۷ر تو آج ہی ہے اس سبب سے مضمون بھیجنے کا موقع نہ ملا۔ بہت نظمیں غیر مطبوعہ موجود ہیں۔ اب انشاءاللہ پرچہ دیکھ کر دوسرے پرچے کے لئے بھیجوں گا۔ اگر زندہ رہا اور اللہ نے چاہا۔ عشرت میاں کی ساس صاحبہ نے سنا۔ عشرت کی بی بی سے کہا کہ میں خواجہ صاحب کی کل تصنیفیں سُننا چاہتی ہوں۔ عشرت نے اپنی بی بی کو آپ کے کل رسالے یہاں سے بھیجدیئے ہیں کہنے لگے یزید نامہ نہیں ملا۔ میں نے کہا میں الہ آباد سے بھیجدوں گا۔ سب کو دعائیں۔ اکبر۔ پرتاب گڈھ۔ ۱۷ر فروری ۱۹۱۸ء

جناب خواجہ صاحب سلمہٗ۔ کلیات اکبر حصہ اول کی بہت دن سے مانگ تھی بہت مشکلوں سے پھر چھپا ہے۔ برادرم واحدی صاحب سے کہہ دیجیے کہ دو تین مرتبہ اعلان کردیں میں اس کام کا سلیقہ نہیں رکھتا۔ کچھ فائدہ محسوس نہیں ہوتا۔ ترک تعلق پر طبیعت مائل ہے۔ بہتر ہو کہ اشاعت خرافات اکبر کا کام اہل دہلی اپنے ذمے لے لیں۔ عشرت سلمہٗ جب خود نہیں کرسکتے تو کیا کیا جائے۔

بہ شرائط مناسب غالباً وہ انتظام پسند کریں۔

ا۔ ح۔ پرتاب گڈھ۔ ۱۹ ار فروری ۱۹۱۸ء

پیارے خواجہ صاحب۔ ۱۷ ار کیسی آج تو ۲۱ ہے لیکن آپ کا پرچہ نہیں آیا میری معذرت کو کسی آفشل احتیاط سے منسوب نہ کیجئے گا۔ اس کی زیادہ ضرورت کبھی نہ تھی اور اب تو بلحاظ حالات کچھ بھی نہیں ہے۔ اُس کے اور وجوہ ہیں جو شاید بیان کرنے سے بمشکل سمجھ میں آئیں۔

عشرت کچہری گئے ہیں۔ دوپہر کا وقت ہے۔ سناٹا ہے۔ پریشان اور تند ہوا چل رہی ہے لیکن ساتھ دردِ سر بھی ہے داغ دل بھی تازہ ہو گئے ہیں عبرت قضا کا سبق پیش نظر ہے۔ انسانی غفلت کا خیال ہے۔ کچھ نہ پوچھئے کیا گذری ہے۔ یہ شعر بیکسی زبان پر لائی ؎

گھر کو چھوڑے ہوئے مدت ہوئی صیاد مجھے کس چمن میں تھا نشیمن یہ نہیں یاد مجھے

پیران طریقت کی ہمت چاہیئے۔ دعا کیجئے ؎

دل میرود ز دستم صاحب دلاں خدا را دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

خواجہ شیراز پر اللہ کی رحمت۔ اکبر پرتاب گڈھ۔ ۲۱ ر فروری ۱۹۱۸ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ ابھی آپ کا خط ملا۔ میں الہ آباد واپس جا رہا ہوں عشرت سلمہ دو ایک دن کے لئے بریلی جانے والے ہیں۔ ۲۴ ر مارچ سے انہوں نے چھ ہفتے کی رخصت کی درخواست کی ہے۔ اُن کو رخصت مل گئی تو دہلی و لاہور دیکھنے کا قصد رکھتے ہیں۔ ساری دنیا دیکھ آئے۔ دہلی آج تک نہیں دیکھی۔

حصہ دوم اب باقی نہیں شاید پانچ سات جلدیں ہوں۔ حصہ اول جے جلدیں لکھیئے بھجوادوں حصہ دوم پھر چھپے گا۔ آپ سے ملاقات ہوئی تو اس باب میں

کچھ فیصلہ ہوگا۔ بار بار چھپوانا زحمت ہے۔ میرا دل بھی نہیں لگتا۔ موزوں کرکے نوٹ کرلینا۔ بس یہیں تک طبیعت ساتھ دیتی ہے۔ زیادہ کتابیں چھپیں اشتہار دیئے جائیں تو کچھ نفع محسوس ہو۔ یہ بات نہیں ہوئی۔

مرشد کے باب میں مجھ سے غلط فہمی ہوئی۔ نئے کلام کا ایک انبار موجود ہے۔ حصۂ سوم کا خیال کر رہا ہوں۔

آج میں اور عشرت باتیں کر رہے تھے کہ خواجہ صاحب کے پاس اُردو ٹائپ رائیٹر ہو جائے تو خوب ہے۔ اُن کو بہت خط لکھنے ہوتے ہیں۔ کیا آپ نے کبھی ایسا خیال کیا ہے۔ گھر میں سب کو دعا۔ عشرت آداب عرض کرتے ہیں۔ اکبر حسین۔ پرتاب گڈھ۔ ۲۸ فروری ۱۹۱۸ء

پیارے خواجہ صاحب۔ اپنی حسرت و افسوس کا کیا حال کہوں سلیمان اور نیدھا اور ایک لڑکے کو ساتھ لے کر دہلی کا ٹکٹ لے کر کمال شوق میں چلا۔ اگرچہ ڈر رہا تھا فتح پور پہنچکر طبیعت خراب ہو چلی۔ کان پور پہنچتے پہنچتے نہ دماغ قابو میں رہا نہ دل۔ بے حواسی اور پریشانی کی حالت میں اُتر پڑا۔ ویٹنگ روم میں گھر کا سا آرام کہاں۔ رات بھر پانچ۔ سات مرتبہ رفع حاجات کو اُٹھنا ہوں نیدھا نے کہا کہ صبح اٹاوہ تک چل کر قیام کیجیے۔ لیکن جب طبیعت کا یہ حال ہے تو کیا جراءت ہو اور کھانے میں جو قیدیں ہیں کیونکر نبھیں گی۔ سلیمان نے سچ کہا کہ کس تقویت پر آگے بڑھیے۔ بہرحال جب حواس درست ہوں تو الہ آباد واپس جاؤں۔ وہاں سے انشاء اللہ نیدھا و سلیمان کو بھیج دونگا کیونکہ اُن کو اشتیاق آپ کی قدم بوسی کا ہے گرمی دفعتاً سوا ہو گئی۔ یہ موسم ہیجان صفرا کا ہے۔ خدا یہ رات یہاں کاٹ دے۔ آرام کرسی ہے اور میں۔ دو بنچوں پر

دو صاحب قابض ہیں۔ اب آپ ہی آیئے اگر ملنے کا شوق ہو۔

اکبر حسین۔ کانپور۔ ویٹنگ روم ریلوے اسٹیشن ۷ مارچ ۱۹۱۴ء

روز پنجشنبہ۔ وقت ۷ بجے شب

مکرمی زاد الطافکم۔ انگلستان کے ایک فلاسفر عالم بکٹول نے حال میں ایک کتاب مبسوط تصنیف کی ہے۔ ریلیجن اینڈ ریالٹی جس کے معنی ہوئے مذہب اور حقیقت۔ قریباً وہی مفہوم ہے شریعت و طریقت۔ مسئلہ ہمہ اوست و ہمہ از دست و ہمہ بدوست پر مکمل بحث ہے۔ یہ کتاب بھی میں اپنے ساتھ لا رہا تھا کہ اشاعت ترجمے کی مشورت ہو۔ یہ کتاب پسند تصوف ہے۔ مگر پہنچ ہی نہ سکا (مہاراجہ کشن پرشاد صاحب کو مناسب ہوتا کہ ادھر توجہ کرتے) اس وقت پیٹھ میں کچھ سرخی اور سوزش ہے۔ یہ بھی بخارات گرم کا اثر ہے اکثر ایسا ہو جاتا ہے۔ یہی بخارات دماغ کو پریشان کر دیتے ہیں۔

میں نے رفیق صاحب سے کہا تھا کہ جب فارغ ہو جیئے تصوف کی کچھ خدمت کیجئے اور حسن نظامی صاحب سے بھی ملئے۔ انہوں نے فرمایا کہ حسن نظامی صاحب مجھ سے ملتے ہیں۔ پرسوں رفیق صاحب کسی وقت کی ریل میں گئے۔ اگر میں ہلاش پر مجبور نہ ہوتا تو ایک ہی دن دونوں وہاں پہنچے۔

کل ڈاکٹر صاحب کا خط آیا ہے کہ ۶ یا ۷ ار مارچ کو میں الہ آباد آؤں گا۔ اور میرے ساتھ ایک اور صاحب ہونگے جو حضرت آپ ہی کے اشتیاق میں آتے ہیں تین سال پیشتر اقبال صاحب میرے مہمان ہوئے تھے مجھی سے ملنے آئے تھے۔ دو دفعہ تشریف لائے تھے اس وقت میں اس قدر دل گرفتہ اور ضعیف نہ تھا۔ تاہم کچھ دلچسپی کی امید ہے آپ ہوتے تو میری قائم مقامی کرتے۔ بندھا کو

احکام دیتے۔ میں زیادہ حاضری بھی نہیں دے سکتا ڈاکٹر صاحب سوشل طور پر ایک نعمت ہونگے۔

ستارۂ صبح کو میں نہیں کھولتا۔ لیکن کچھ لفظ نظر آگئے کہ آپ کی تفضیلیت پر اعتراض ہے۔ دلچسپ بحث ہے اور موجودہ پولٹیکل حالت کے اعتبار سے بے عذر بھی ہے۔

اشاعت اسرار خودی کے بعد بھی آپ سے ڈاکٹر اقبال صاحب سے ملاقات ہوئی یا نہیں؟

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۹ مارچ ۱۹۱۸ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالے۔ گزشتہ تین سال میں عمر بھی زیادہ ہوئی اور اسباب دل گرفتگی بھی۔ خیال کی قوت نہیں گھٹی لیکن اعضا خدمت میں قصور کرتے ہیں۔ چلنا پھرنا سیر سفر مشکل ہوتا جاتا ہے بظاہر کوئی خرابی نہیں لیکن طبیعت کو اضمحلال ہے۔ امید ہے کہ آپ سے مل کر طبیعت کو کچھ انبساط ہو۔ یکم اپریل ابھی دور ہے حسین سلمہ کی خیریت فوراً لکھیئے۔ سب کو تعلق خاطر ہے خدا کرے آشوب چشم کی تکلیف سے اس نے نجات پائی ہو۔ واقعی آپ نے بڑا طول طویل سفر کیا۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۳ مارچ ۱۹۱۸ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالے۔ حسین کی اذان کا آپ نے بہت پیارا فوٹو کھینچا ہے وہ مانوس ہو یا نہ ہو۔ آپ کی عدیم الفرصتی ہی اچھی۔ خدا اس کو آپ کی للّٰہیت سے مانوس کر دے۔ سوشل اکنس کو تو فطرت حد ضرورت پر پہنچکر ختم کر دیتی ہے۔ فلسفیانہ تصوف۔ عاشقانہ تصوف۔ پولٹیکل تصوف میں فرق بھی ہے میں نے صرف تذکرتاً لکھ دیا تھا۔ دنیا چل ہی رہی ہے۔ اور ہنوز چلتی رہے گی کہ ہم

چل چکیں گے۔ جس طرح ہوسکتا ہے ہم لوگ وقت کی خانہ پری کر رہے ہیں۔
خوشانصیب اُن کے جن کا زیادہ وقت استغفار اور یاد الٰہی اور ذوق لقائے
باری میں گزرتا ہے۔ مجکو تو حوادث اور امراض نے مرکز پر ٹھہرنا مشکل کردیا ہے
آپ کی محبت اور توجہ سے استمداد کرتا ہوں۔ قافیہ خوب ملا۔ دلی حسین پوچھتے
ہیں کہ کوٹھی کو آئیں گے۔ میں کہتا ہوں جوتھی کو۔

خاکسار اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۷ مارچ ۱۹۱۸ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ لوگ ملنے آئے۔ گرمی سے بے حواس ہوں۔ وقت
نہ ملا۔ انشاء اللہ جلد بقیہ اشعار مع ضروری نوٹوں کے بھیج دونگا۔ آپ کی غشی
اور افاقے پر شاعرانہ یا صوفیانہ نظر پڑی خدا آپ کو تندرست رکھے۔

اکبر۔ ۱۱ مئی ۱۹۱۸ء از الہ آباد

شریعت میں تاکید ضبط نصوص　　طریقت میں ذوق عمل با خلوص
طریقت قدم ہے شریعت ہے راہ　　شریعت زباں ہے طریقت نگاہ
شریعت درِ محفلِ مصطفےٰ　　طریقت عروج دلِ مصطفےٰ
خیالات شاعر یہ گو ہیں درست　　مگر قول سعدی نہایت ہے چُست
طریقت بجز خدمت خلق نیست　　بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست
محال است سعدی کہ راہِ صفا　　تواں رفت جز برپے مصطفےٰ

مکرمی تین چار شعر بڑھے ہیں۔ بہ شرط پسند داخل نظم ہوں۔ میری طرف سے
اشاعت نہ ہو۔ یہ لکھیے کہ پسند آئے لہذا شائع کئے جاتے ہیں۔ اگر آپ مجھ کو
خط لکھ کر شائع کرنے کی اجازت طلب کریں تو اس کے جواب میں اجازت کے ساتھ

ہیں کچھ نوٹ اضافہ کردوں - اور متفرق اشعار بھی - کما ندارشاہ کی دلجوئی آپ نے کی ثواب ہوا - پریشان حال ہیں - اقبال صاحب نے لکھا ہے کہ آئندہ ایڈیشن سے شکایت حافظ کو خارج کردیں گے - میں کہتا ہوں کہ بہت اچھی بات ہے - آپ نے پرند کی تعریف کہاں لکھی ہے - واقعات لکھے ہیں - سید سلیمان صاحب نے میری ایک نظم معارف میں چھاپی ہے - ملا اور صوفی کی بحث - لیکن غلط چھاپی - نیں - چار جگہ غلطیاں ہیں بعد صحت مرشد میں نقل ہوتی ہے - اکبر - الہ آباد ۱۵ ار مئی ۱۹۱۸ء

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ - گرمی کی شدت ہے بے چین تو رہنا ہی تھا اُس میں اور اضافہ ہے - معلوم نہیں آپ پر کیا گزرتی ہے - مقبرۂ ہمایوں کی غشی اگرچہ قابل افسوس تصور کی جاسکتی ہے - لیکن آپ نے ایسے لفظوں لکھا تھا کہ مجکو رشک آیا کہ مجھ پر وہ حالت کیوں نہ طاری ہوئی - بہرحال آپ کا دل و دماغ مولے کی لَو سے روشن ہے - انشاء اللہ عاقبت بخیر ہے

بوئے گل تو تو چلی اپنی سبکباری سے ۔ میں گرا نبار اٹھوں گا بڑی دشواری سے

سید احمد صاحب ساکن عرب سرائے مؤلف فرہنگ آصفیہ کی وفات کا افسوس ہوا ایک سٹ لغات کا مجھے اُنھوں نے ۱۹۱۸ء میں دینے کا وعدہ کیا تھا - خدا جانے اُن کے وارث یہ وعدہ پورا کرسکیں گے یا نہیں - افواہوں سے اکثر لوگوں نے تو پریشان کر رکھا ہے - اور کیا لکھوں - خیریت جلد لکھئے - سب کو دعا سلام - اکبر الہ آباد - ۱۹ ار مئی ۱۹۱۸ء

مجھے دل کے دورے سے غشی ہوجاتی تھی مقبرے ہمایوں میں یہی دورہ ہوا تھا -

---

مکرمی - ہمایوں کے مقبرے میں خوش مضامین میں آپ کو استغراق تھا -

ایک سلسلۂ واردات قلب پر منجلی ہوا۔ آپ تحمل نہ کر سکے۔ دوسرے دن ہوش آیا۔ اس پر شاعرانہ نظر نے رشک کیا صوفیانہ خیال نے اس حالت کی تعظیم کی۔ شاید آپ کا یہ منشا تھا کہ بیماری سمجھ کر اظہارِ افسوس ہونا چاہیئے۔ آپ کی تکلیف کا بے شک افسوس ہوا۔ الحمد للہ کہ صحت حاصل ہوئی۔ ظاہرا آپ کی زندگی کی بہت ضرورت ہے آپ نے پھر اپنی خیریت[1] سے اطلاع نہ دی طبیعت کو تعلق ہے۔ جنوں خیز گرمی پڑ رہی ہے۔ جنوں خیز غلط کہا وہ تو ہوائے بہار ہوتی ہے۔ جانگداز کہنا چاہیئے میں ہر وقت اپنی شکایات میں مبتلا رہتا ہوں۔ موسم اعتدال پر آئے تو بشرط زندگی پھر آرزوئے ملاقات زندہ ہو اس مرتبہ آپ کا قیام بہت کم رہا۔ مصلحت بھی یہی تھی۔ آپ کی چٹھی آپ کو مل گئی یا نہیں۔ معارف نے میری نظم ملا و صوفی بلا میری درخواست کے چھاپ دی۔ ڈاکٹر اقبال صاحب کو پسند نہیں آئی لیکن اس میں کسی کی حمایت نہیں ہے مصلحت اندیشی ہے۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۳ مئی ۱۹۱۸ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالے۔ حواس گداز گرمی پڑ رہی ہے۔ آپ نے خوب لکھا منہ سے منہ دھو لوں تو حلوا کھاؤں۔ مسز[2] جینی نائیڈو صاحبہ کے بھائی جان پر توجہ رجوع ہوئی ہوگی۔ پچھلا پرچہ خطیب ملاحظہ ہو۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۸ مئی ۱۹۱۸ء

---

[1] حسن نظامی ہمایوں کے مقبرے کے قریب کھنڈرات میں بیٹھا مضامین لکھ رہا تھا کہ یکایک غش آگیا۔ لوگ اٹھا کر گھر لائے اس کا اشارہ اس خط میں ہے۔ ۱۲

[2] مسٹر آصف علی بیرسٹر دہلی نے ایک مضمون خطیب میں لکھا تھا جس میں مسز سروجنی نائیڈو کو بہن لکھا تھا۔ حضرت نے اس کا اشارہ کیا ہے۔

سہ پہر کو جب نماز پڑھنے جاتا تھا۔ سُنا کہ کوئی صاحب دیوان سنگھ نامی ملنے تشریف لائے ہیں۔ ملا۔ اُنہوں نے آپ کا نام لیا۔ اس میں خوش ہوا۔ وہ خود بہت محبت کے آدمی معلوم ہوئے۔ اُن کے بھائی ٹیلی گراف سپرنڈنٹ لکھنؤ بھی اُن کے ساتھ تھے۔ میں نے کہا کہ وقت نہیں ہے مجھ پر دعوت فرض تھی عطر کی تواضع کر دی۔ اللہ ایسے نیک دلوں کو خوش رکھے۔ دیوان سنگھ صاحب وہی مفتون والے۔ جو آج کل اخبار ریاست دہلی کے ایڈیٹر ہیں۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۰ جون ۱۹۱۸ء

پیارے خواجہ صاحب! اللہ کے حفظ و امان میں رہیئے۔ ضعف یا کاہلی سے اب تک خط نہیں لکھ سکا۔ لکھوں گا۔ سالک کی فنا اور ولادت معنوی کی ایک کاپی ابھی ملی۔ چاٹگام کے کسی بزرگ نے چھپوائی ہے۔ اجمل خاں[1] صاحب مرحوم دہلوی کا نام ہے۔ کیا آپ نے بھی ملاحظہ فرمائی موجودہ کوتوال شہر کل ملنے آئے تھے کہتے تھے کہ خواجہ صاحب کا میں بھی مشتاق ہوں۔ گرمی کم ہو تو پھر تشریف لایئے۔ تھیٹے سے کپڑے نے تو آپ کے فیض سے بڑے مدارج ارتقا حاصل کئے سب کو دعائیں۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۱۰ جون ۱۹۱۸ء

ڈیر خواجہ صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ سلیمان نے تقریر دکھائی حسین پر بے حد پیار آیا۔ خدا عمر دراز کرے۔ اور دہلی کے علم دین اور فیض تصوف کا اس کو قائم مقام کرے۔ دیوان سنگھ نے کمال گرویدگی ظاہر کی بہت سے آم اور کیلے نذر کئے۔ میں نے کہا آپ کیوں زیر بار ہوتے ہیں۔ آپ کو اپنا سمجھا و ملاو

[1] حکیم اجمل خاں صاحب کو مرحوم لکھنا ایک لطیفہ ہے۔ سیاسی انہماک کے سبب حکیم صاحب کو مریضوں کے علاج کی فرصت نہیں تھی اس کا اشارہ ہے۔ ... کی نظم حسن نظامی نے اپنے رسالہ مرشد میں شائع کی ... اس کو ... فرمایا ہے

سمجھتے ہیں۔ آپ جو میری قدر افزائی فرماتے ہیں اس کا ذکر بھی کرتے رہے۔ مجکو ایک سکھ کی ایسی طبیعت پر تعجب ہوا۔ آپ نے مفتوں شاہ اُن کو نہایت بجا خطاب دیا ہے۔ عینک بھیجنے کا وعدہ کر گئے ہیں۔ یہاں تو برسات شروع ہو گئی۔ مجھ کو تسکین تو ہوئی لیکن ضعف دل و دماغ سے جرأت و قوت سفر جو سلب ہو گئی ہے اُس کے عود کرنے کے آثار ہنوز نہیں پیدا ہوئے ارادہ کیا کرتا ہوں کہ مرشد کے لئے مضامین لکھنے شروع کروں اور لکھتا ہوں ناتوانی اور کاہلی سے ہنوز اس ارادے پر عمل نہیں کر سکا۔ لیکن مرشد مضامین سے مالا مال رہتا ہے۔ کلیات میں بہت اشعار دبے دبائے پڑے ہیں جو لائق اشاعت ہیں۔ دو۲۔ دو۲ چار چار کافی ہیں نئے اشعار انشا اللہ جلد بھیجوں گا۔ اصل یہ ہے کہ نشاط امید فردا سے طبیعت خالی ہو گئی ہے جو مجھ پر گزری ہے جس پر یہ گزرے ایسا ہی ہو جائے ناتوانی اور ناتندرستی مزید بر آں۔ لٹریری مذاق کی کرامت ہے کہ زبان قلم سے مجکو نہ صرف زندہ بلکہ بیداری کے ساتھ زندہ ظاہر کرتی ہے۔ ورنہ اگر زندہ ہوں بھی تو عبرت اور دنیا سے مایوسی کی گہری نیند میں سو رہا ہوں۔ یعنے زیادہ تر آخرت کا خواب دیکھتا ہوں کبھی پھر ملئے۔ کیا مزا ہو اگر جواب دیجئے کہ "جب کہیئے"۔ اقبال صاحب سے بھی بڑا لطف تھا لیکن افسوس کہ اب ان کے سامنے شراب نہیں پی سکتا۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۲ر جون ۱۹۱۸ء

یہاں شراب سے مراد ذکر تصوف ہے۔

ڈیر خواجہ صاحب سلمہ اللہ تعالے۔ شریعت و طریقت والے مضمون کی کچھ جلدی نہیں ہے مکمل کر کے انشا اللہ پیش کرونگا۔

میں کہتا ہوں سب مسلمانان شریک صف نماز کو باہم اتحاد چاہیئے۔

خیالات میں اختلاف ضروری ہے۔ اس اصول پر ہم کو بھی کسی سے بیزاری اور نفرت نہ چاہیئے۔ صرف اس لئے کہ وہ ہمارے خیال یا مذاق میں شریک نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ خود ہم سے دوری اور علیحدگی نہ چاہے ڈاکٹر اقبال صاحب سے آپ سے خط وکتابت ہے یا نہیں۔ نیرنگ صاحب تو ان کے بڑے دوست تھے شاید اب بھی ہوں۔ مجکو خواہ مخواہ ان خیالات میں واقعات نے اُلجھا دیا ہے۔ اللہ جلد نجات دے ؎

خودی کے حس پہ بھی ہوتا ہے انتشار اکبر — کہاں رہوں کہ مجھے بھی مراقبہ نہ چلے

اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۳ رجب ۱۹۱۸ء

مکرمی زاد لطفہٗ۔ کہیئے مزاج کیسا ہے۔ مرشد کے کتنے پرچے نکل جاتے ہیں میں کیا کہوں خدا کی مرضی ہے جی رہا ہوں ع عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ

میں نے ماجد میاں کو لکھا ہے کہ آپ کی خوش نصیبی ہے کہ خواجہ صاحب کے دل میں آپ کی جگہ ہے بلا شبہ اُن میں کوئی بات ایسی ہے کہ ہم لوگ عزیز رکھتے ہیں میں نے نقل اُن کو یہ اشعار لکھ دیئے ؎

ماجد کو آپ کہیئے بیگانۂ طریقت — دل میں مرے تو ہے اک اُمید کا قصیدہ

وہ غالباً ہیں مصداق اس شعر با اثر کے — ارشاد کر گیا ہے اک عہد برگزیدہ

من پاکباز عشقم ذوق فنا چشیدہ — آہوئے دشت ہویم ارنا سوا میدہ

میرے کلیات حصہ اول کے صفحہ ۹۵ میں آپ یہ شعر پائیں گے ؎

خودی و بے خودی دونوں ہیں عکس صورت جاناں

اُسی کو جلوہ گہ پاتے ہیں جس عالم میں جاتے ہیں

اقبال صاحب نے اسرار خودی اور رموز بے خودی کو شائع کیا ہے۔

آپ ایک لطیفہ لکھ سکتے ہیں کہ آپ صاحبوں کے: عاگو نے پہلے ہی عرض کر دیا ہے کہ مقصود بہر صورت اللہ پاک ہے۔

اکبر الہ آباد۔ ۲۲ جون ۱۹۱۸ء

جناب خواجہ صاحب۔ کیا میں اپیل کروں گا جواب رہ گیا تھا۔ ضرور کیجیے۔ مگر پہلے ڈپٹی کمشنر ہی کو گھیریے اور بار بار کہیے۔ آپ کو ضرورت تو نہ تھی۔ ایک شوق ہوا ہوگا۔ یا اپنے پوزیشن کی آزمائش جہاں تک موافق مراد، اس پر خدا کا شکر۔ اس کا کرم۔ جو خلاف مراد، وہ اس کا انتظام، اس کی مصلحت۔ سر تسلیم خم۔ دعا و تضرع جاری ہے۔ وقت گزرتا ہی جاتا ہے۔ موج زندگی غرق فنا ہوتی ہی چلی جاتی ہے۔ ہنگامہ اپیل دیکھ کر مجھ کو یہ حسرت نہ رہی کہ میں صاحب اسلحہ کیوں نہ ہوا۔ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا میں بہت افسردہ و ناتواں ہو گیا ہوں۔ اسی سبب سے ایسے خیالات ہو گئے ہیں۔ لیکن خیالات ہیں صحیح۔ میں تو جوتی بھی چھوڑ بھاگوں اگر اس پر لیسنس لگ جائے۔ خدا حسین کی عمر دراز کرے۔ دواخانے کو ترقی دے۔ پھر خط لکھونگا۔ آپ کب جائیں گے۔ کب واپس آئیں گے۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۶ جون ۱۹۱۸ء

مکرمی السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ ماجد میاں سلمہ کے خط سے معلوم ہوا کہ ظفر علی خاں صاحب کو حیدر آباد سے خارج البلد کرنے کا حکم ہو گیا۔ چار دن میں

۱؎ حسن نظامی نے تلوار کا لائسنس حکام دہلی سے مانگا تھا۔ نہایت خفت سے انکاری جواب ملا حضرت سے اپیل کا مشورہ لیا اس کا یہ جواب ہے۔ ۱۲

نکل جائیں۔ بڑی دور کی بات معلوم ہوتی ہے۔ افسوس بھی ہوا تردد بھی۔ افسوس یہ کہ اطمینان و آسائش سے اچھے عہدے پر تھے اُس سے جدا ہونگے تردد یہ کہ کہیں پھر نہ تصوف کے سر ہو جائیں۔

امید ہے کہ آپ مع متعلقین اچھے ہوں مجھ پر کیا گزرتی ہے اس کا بیان آسان نہیں۔ اس وقت مرے ایک ذہین دوست مجھ سے ملنے آئے تھے میں نے یہ اشعار جو ہنوز پرائیویٹ ہیں اُن کو سنائے۔

نبی کا ساتھ تو بے سلطنت کے مشکل ہے
علیؑ کے شیعہ ہیں مومن خدا کے شیعہ فقیر

غم حسین میں رویا ہو وجد حال میں غرق
یہی اشارۂ فطرت یہی صدائے ضمیر

وگرنہ آفس و مسجد میں بیٹھ رہ خاموش
کہیں سے کیک ملے اور کہیں سے نان خمیر

سُن کر پھڑک گئے۔ لوٹ گئے۔ کہنے لگے کہ درویش فقیر کو خدا کا شیعہ کہنا نیا اور اچھوتا مضمون ہے لکھ کر لے گئے۔ یہ ایک شیعہ دوست تھے۔ پولس میں ملازم تھے۔ اطلاعاً لکھ دیا۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۸ راگست ۱۹۲۸ء

تھینک یو۔ خواجہ بانو صاحبہ کو بھی تھینکس۔ بی اکرم صاحبہ نے مری کل نظمیں نہیں دیکھیں۔ کم سے کم تین نظموں کی نقلیں اُن کے پاس پہنچنی چاہئیں۔ انشاء اللہ امروز فردا میں بھیج دونگا۔ آپ تہذیب نسواں میں اشاعت کے لئے بھیج دیجئے۔

ع بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں۔ پوچھتی ہیں کہ یہ بیبیاں کہاں نظر آئیں غیر قوم کی ہوں گی۔ مولوی بشیر الدین صاحب اڈیٹر البشیر سے پوچھیں۔ وہی بمبئی گئے تھے۔ کسی جلسے میں عورتوں کے اغلاظ ظاہر ہوئے

شوخیاں ظاہر ہوئیں۔ اُسی مضمون کو دیکھ کر میں نے یہ قطعہ کہا تھا۔
مولانا شبلی دکن میں تھے اُنہوں نے بے حد داد دی اور سارے ملک
نے داد دی۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۸ر اگست ۱۹۱۸ء

یہ اشعار پرچہ مشرق میں چھپے تھے۔ اڈیٹر نے ان کو نہایت عمدہ سمجھا ؎
ایک ہی نکتہ یہاں کہنا ہے بس حکمت کو
عورتوں کی بھی ہے تعلیم ضروری بیشک
قوم کے واسطے تعلیم نہ دو عورت کو
وہ اُسے شوہر و اطفال کی خاطر تعلیم
کلیات کے دوسرے حصے میں ایک ظریفانہ نظم ہے اس میں تو بے پردگی کا
دعوے بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے نہ دیکھی ہو تو دیکھیئے ؎
کون کونے میں کرے بیٹھ کے مٹی کو پلید
لڑکیاں بول اُٹھیں خود بطریق تائید
وغیرہ وغیرہ۔ اس نظم پر تہذیب نسواں کو نظر کرنی چاہیئے۔

ڈیر خواجہ صاحب۔ معلوم نہیں پُرانی نظموں کو تہذیب نسواں صاحب
کیوں لے بیٹھے۔ سب کو معلوم ہے کہ سید احمد خاں صاحب مرحوم نہ صرف
پردے کے حامی تھے بلکہ لڑکیوں کے سرکاری اسکول میں جانے اور جدید کورس
پڑھنے کے مخالف تھے۔ وہ اپنے انتظام سے مذہبی تعلیم ہی کو مناسب
اور کافی سمجھتے تھے۔
مری نظموں کا اثر ہی کیا ہو سکتا ہے۔ لڑکیاں اسکولوں میں جانے لگیں
پردہ بھی شدہ شدہ جاتا رہے گا۔ میں نے اس بات کو بھی کہہ دیا ہے۔
حصہ دوم میں دیکھیئے۔ نیس۔ چالیس سال کا اندازہ کیا ہے (اگر یہی دور رہے)

ف‌۱ اگرم صاحبہ نے تہذیب نسواں میں حضرت پر اعتراض کیا تھا۔ اس کا ذکر ہے۔

نصرت الاخبار دہلی نے تو ابھی ایک رسالہ حمایت پردہ میں شائع کیا ہے۔ قرآن و حدیث کے حوالے دیتے ہیں۔ قریباً تمام عالم اسلامیہ ہنوز اس وقت تک پردے کا حامی ہے۔ میری کیا تخصیص ہے اگر میں اس باب میں سخت ہوں تو اس سے کیا ہوتا ہے۔

میں نے تو کچھ جواب دینا ضروری نہ سمجھا۔ ہاں خواجہ بانو صاحبہ جو مناسب سمجھیں لکھیں پڑھیں۔ تہذیب نسواں کے اعتراض سے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ چاہتے کیا ہیں۔ پردے کی ضرورت سے تو وہ بھی انکار نہیں کرتے۔

یہ بھی قابل غور ہے کہ حالات مختلف ہیں۔ کیا معلوم کہاں کیا بات پیش آئی کہ اس کے مطابق مضامین لکھے گئے۔ اگر بعض خواتین کو کچھ زیادہ ضرورت آزادی کی محسوس ہو تو عام طریقے کو اس سے کیا تعلق۔ چونکہ آپ نے ادھر توجہ کی لہذا یہ مراسلت کی گئی کہ بحث میں مدد ملے۔

کل شام کو منشی رضا حسین خاں صاحب نے بھی پرچۂ تہذیب نسواں بھیج دیا۔ مگر کیا یہ مجھ پر کوئی خطرناک حملہ ہے؟ اکبر۔ الہ آباد۔ ۹ر اگست ۱۹۱۵ء

مکرمی زاد الطافکم۔ مولوی نصرت علی صاحب اڈیٹر الحجاب کا خط آیا تھا اُس کے جواب میں میں نے جو کچھ اُن کو لکھا ہے موقع ملے تو آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ البتہ دلچسپ ہے۔ بارش کی یہاں بہت کمی ہے۔ بسا اوقات گرمی پریشان کر دیتی ہے۔ رات سے دانتوں میں درد ہے۔ تکلیف میں ہوں۔ سنبھل رہا ہوں۔ اقبال صاحب کے خط آتے رہتے ہیں۔ غنیمت ہے کہ ہم غریبوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔ اللہ

استقامت عطا فرمائے - گھر میں سب کو دعائیں -

اکبر حسین - الہ آباد - ۹ اگست ۱۹۱۸ء

مکرم بندہ سلمہ اللہ تعالٰی - میں نے کوئی زیادہ اذیت دل میں محسوس نہ کی - اس میں کیا رسوائی ہے کہ سورۂ والنور پر سختی سے عمل کرنے کا طالب ہوں - میری نظمیں تو مدت کی ہیں اسی وقت کونسی نئی بات ہوئی کہ یہ اعتراض شروع کیا گیا - اور میری تخصیص کیا ہے اس کے متعلق صدہا مصنفین اور مضمون نگاروں نے لکھا اور لکھتے رہتے ہیں مجھ کو توشبہ ہوتا ہے کہ بہت دور سے یہ جرأت دلائی گئی ہے - یوروپ کی کمیٹیاں تعلیم و تہذیب نسواں پر بڑا زور دے رہی ہیں - چونکہ پردہ توڑنا ہی مقصود ہے لہٰذا یہ بنیاد قائم کی گئی ہے - میں تو جانتا ہی تھا کہ تعلیمی رفتار آگے چل کر عورتوں کو خود زبان درازی اور پردہ شکنی پر دلیر کر دے گی - اس کے آثار نمایاں ہیں - بہرحال میں نے مجبوری کی کہ رسوائی کا خوف ہو نہ کفر کیا ہے کہ عاقبت بگڑے - آپ کی محبت کا ممنون ہوں - بعض دوست توشاید اسی ڈر سے چپ ہو جائیں کہ بیگمات سے ڈاڑھی کون نچوائے - اگرچہ خواہر مذکر بھی اسی پردے میں ہوں - میں نے تو اُن کو لکھ دیا ہے کہ یہ نظم انقلاب روکنے کو نہیں ہے - یادگار انقلاب ہے - آپ کی دہلی میں تو ابھی نصرت الاخبار نے رسالۂ الحجاب نکالا ہے - پردہ نشین بھی نکل رہا ہے - بات یہ ہے کہ میری نظم کی شہرت مغربی مجالس تک پہنچ گئی ہے - میں نشانہ بنایا گیا ہوں مقصود تو یہ ہے کہ ساری قوم سُنے اور پردہ شکنی پر تیار ہو جائے - بتدریج داگر یہی لیل و نہار ہیں سب کچھ ہو گا مردوں کا احساس بھی بدل چلا ہے -

اور بدل جائے گا - اس وقت کچھ حرج بھی نہیں - [۱]

اکبر حسین - الہ آباد - ۱۲ / اگست ۱۹۱۸ء

پیارے خواجہ صاحب اس وقت اس ملت بے اصولی سے تعلق رکھنا سخت پریشانی کا باعث ہے - لیکن اس بے اصولی کا الزام اس پر کیا رکھا جائے - حوادث روزگار کا جبر ہے خاموشی اور دعا کے سوا کوئی چارہ نہیں - لیکن کم عمر اور طالب رزق بہر حال مجبور رہیں - اللہ رحم کرے - دوستوں کو سلام - اکبر حسین - الہ آباد - ۱۴ / اگست ۱۹۱۸ء

مکرمی زاد لطفہ - رسالہ تعلیم و تربیت لاہور بابت ماہ اگست ۱۹۱۸ء بھی آیا ہے - صفحہ ۲۵ میں تعلیم نسواں کے عنوان سے کسی کا مضمون مندرج ہے - اس مصرع سے شروع ہوتا ہے ع اگر با پردگی عورات کی تعلیم سے چاہو

آخر مصرع یہ ہے ع زیادہ ان کا بڑھنا ہے مخالف پارسائی کا

عبارت نثر کا اخیر فقرہ یہ ہے "اُن کو چاہیئے کہ پہلے یورپینوں جیسے منہ بنوائیں اور پھر ان کی ریس کریں" اسی پر کیا منحصر ہے سب یہی کہہ رہے ہیں معلوم نہیں میری پرانی نظم پر کیوں اعتراض کیا گیا - اس میں تو تعلیم کی کوئی مخالفت نہیں ہے - میرے ایک عزیز کہتے ہیں کہ محض ایک حسد کے سبب سے اعتراض کیا گیا ہے - اعتراض کو بھی دیکھتا ہوں کہ بالکل بے اصل ہے - اگر پردہ قائم ہے اس کی پابندی ہے اور میں نے خلاف واقع بے پردگی کی شکایت کی ہے تو کہنا چاہیئے کہ الزام غلط اور خلاف واقع ہے

---

[۱] تہذیب نسواں کے اعتراض کا ذکر ہے جو اس نے پردے کی نظم پر کیا تھا -

یہ کیا شکایت ہے کہ پردے کے باب میں بہت سخت ہوں اور اس سے ترقی میں خلل پڑتا ہے اور اگر یہ شکایت ہے تو یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کس چیز کی ترقی میں خلل پڑتا ہے تعلیم میں یا پبلک سے ملنے میں۔ اور کہاں تک آزادی کی اجازت مانگی جاتی ہے۔ پردے کا انتظام تو ظاہرا منتظمین مدرسہ خود کرتے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ حالات مختلف ہیں۔ بڑا ملک ہے سو سائٹی کے طبقات ہیں۔ مذاق اور ضرورت مختلف ہے۔

میں نے تو اس تحریر کو بالکل بے وقعت اور بے اثر سمجھا ہے وہاں تک بھی انقلاب جو چاہے کرے۔

آپ میرے کلیات کے صفحہ دو سو سولہ ۲۱۶ کے آٹھویں اور نویں شعر کو ملاحظہ کیجیے۔ یہ سب باتیں اس لیئے لکھ دیں کہ اگر خواجہ بانو سلمہا یا آپ اور کوئی صاحب قلم اٹھائیں تو مدد ملے۔

ڈیر خواجہ صاحب۔ اس مضمون سے میرا مقصود یہ بھی تھا۔ عرب کے لیئے اونٹ اُس سے زیادہ ضروری ہے جس قدر گائے ہند کے لیئے۔ باوجود اس کے عرب اس کو ذبح کرتے ہیں۔ ضروری و مفید ہونے سے اُن کے نزدیک کسی جانور کی تقدیس نہیں لازم آتی۔ رہا حکم مذہب وہ اس باب میں اُن کی کتاب میں بہت صاف ہے۔ باوجود اس کے جو اس وقت مسلمانوں نے گائے کی قربانی سے احتراز کرنے کا میلان ظاہر کیا ہے تو برادران ہند کو خیال کر لینا چاہیئے۔ کہ یہ محض بخیال حسن معاشرت اور پاس ہمسایہ اور از دیاد محبت باہمی اور ہمدردی کے ہے۔

وہ مضمون نا تمام تھا کسی صاحب نے بلا میری اطلاع کے اخبار میں

بھیجدیا، اور چھپ گیا۔ وبیش بھائی بدگمان ہوئے۔ ماتا پتا کے الفاظ صرف شاعرانہ بندش تھی۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ ہندی لوگ دریائے ظرس کو باپ کہتے ہیں۔ فادر ٹائبر، انگریز لوگ شاید دریائے ٹیمز کو بھی فادر کہتے ہیں۔ لہذا ماتا پتا میں کچھ ہنسی کی بات نہیں ہے۔

ہم لوگوں کے لئے رونے اور دعا کرنے اور عاجزی کرنے اور محبت بڑھانے کا وقت ہے۔ ہنسنا اور توہین کرنا کیا معنی؟ مجکو وبیش صاحب نے خط بھی لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اب آپ کی محبت وقعت میرے دل میں چہار چند ہو گئی کیونکہ آپ نے معذرت کی۔ بہرکیف میں اُن کا نیازمند ہوں۔ میں مفصلہ بالا مضمون اُن کو نہیں لکھ سکا۔ مضمون نگاری اب ایک بار ہے۔ نواب عبدالمجید خاں صاحب آپ کو پوچھتے تھے۔

اکبر الہ آباد۔ ۴ر مئی ۱۹۲۰ء

مکرمی دام الطافکم۔ حضرت سلطان المشائخ پر بھی اعتراض تھا کہ قزاقوں اور طوائفوں کو کیوں باریابی ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شاید اُن کو خدا توبہ نصیب کرے۔ عقیدتمند لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ ان پر کیوں دروازہ بند کردوں۔ خیر دنیا چل رہی ہے۔ چلنے دیجیئے۔ ہم بھی بہت جلد چلنے ہونگے۔ ف۱ اکبر۔ الہ آباد۔ ۶ر مئی ۱۹۲۰ء

مدت سے آپ کا خط نہیں آیا۔ دل کو تعلق ہے۔ اخبار کا طالب نہیں ہوں۔ بلا وصول قیمت ہرگز نہ بھیجیئے۔ ہاں کوئی خاص پرچہ آجائے۔ لیکن مراسلت رہنی چاہیئے۔ طبیعت شدت ترکِ تعلق کی طرف راغب ہے۔

ف۱ حضرت اکبر سے کسی نے شکایت کی۔ کہ حسن نظامی کے پاس طوائفیں آتی ہیں۔

ناتوانی روز افزوں - زندگی بدستور -

مولوی بشیر الدین احمد صاحب نے دہلی کی پہلی تاریخ میں میرا ذکر بھی کیا ہے - اُن کا خط آیا ہے - خدا کرے پھر آپ کا مہمان بنوں -

اکبر - الہ آباد - ۲۳ مئی سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی - آج دو اخبار ایک ساتھ پہنچے - لیکن میں اپنے عدم استحقاق کا معترف ہوں - معلوم نہیں کتنے پرچے نکلتے ہیں - گھر میں سب کو دعائیں اپنا حال کیا کہوں - ہوائے تند و گرد آلود نے آنکھ کھولنا مشکل کر دیا ہے اگرچہ آنکھیں سلامت ہیں -

اکبر - الہ آباد - ۲۳ مئی سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی تسلیم - آپ کے خط نہ آنے کا افسوس تھا - اس وقت آپ کے مضمون ذاتی عمل پر اعتماد دیکھ کر گو افسوس جاتا تو نہیں رہا لیکن اُس کے زیادہ اظہار کی جرأت نہ ہوئی - آپ نے یہ میرے اشعار جو چھاپے کہاں پائے - میں تو اس وقت بہت احتیاط و سکوت سے کام لیتا ہوں - آپکو میری نزاکت تعلقات کا خیال نہ رہا - اب یہ اشعار ترجمہ ہو کر مشتہر ہو گئے بے نتیجہ اور مضر انگیز بات سے بچتا ہوں - ورنہ کیا بات ہے - خیر اللہ مالک ہے آفتاب کے کچھ ریمارک آپ کے برخلاف دیکھ کر تعجب ہوا - آپ مجھ سے زیادہ آزاد ہیں آپ کو تو بڑا خیال رہتا تھا - معلوم نہیں اس وقت آپ کہاں تھے - ہمدردی نہ سہی ضرر رسانی سے تو احتراز چاہیئے - کم سے کم پوچھ لینا چاہیئے - نام کی تصریح کیا ضرور تھی - میں ضعف اور تغیر کے سبب سے اکثر اوقات ٹھیک نہیں لکھ سکتا - سائیکلو گراف ترکوں کو

چھڑاتا ہے آپ کو شاید صرف میری ظرافت کا اظہار مقصود ہوا۔ میری کوئی خطا ہو تو اللہ معاف فرمائے۔ چراغ سحری ہو رہا ہوں۔ ؁

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۶ رمئی سنہ ۱۹۲۰ء

آپ کے خط نے اس وقت مجھ کو کچھ تسکین دی۔ اخبار کے مضامین بھی دل نشین ہیں۔ خط اور اخبار سوا پانچ پہنچے۔ تین بجے میں نے خطوط آپ کو لکھے۔ بہرحال یہ کارڈ آج کا آخر کارڈ ہے۔ آپ کی علالت کا افسوس ہوا۔ میں رعیت ہی کو شوق سے پڑھ سکتا ہوں بیسیوں اخبار آتے ہیں کون پڑھے۔ رعیت کی زبان سمجھ سکتا ہوں۔ خیریت ہے کہ اعلیٰ انگریزی دان اسٹاف میں نہیں ہیں ورنہ وحشت خیز میگزین ہو جائے۔ رعیت ملک میں بھی اشاعت پائے تو بہتر ہے۔ آپ کے ارادے تربیت مریدین سے ایک خلجان رفع ہوا لیجئے گا تو کچھ باتیں ہونگی زندگی شرط ہے۔ احسان صاحب کو سلام۔ عیب سے پاک دلبر کہاں ملے گا۔ خواہش تو ہمیں بھی ہے۔

الہ آباد۔ ۲۷ رمئی سنہ ۱۹۲۰ء

مکرم من۔ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ کم سے کم۔ منقول از مسودات سابق غیر مطبوعہ لکھ دینا چاہیئے تھا۔ اس وقت کیا محل تھا۔ اشعار اول کا اخیر شعر سلسلے میں کہا گیا تھا۔ نظم آیات قرآنی کے اسی سلسلے میں طبع ہونا مناسب تھا۔ خیر آئندہ خیال رہے۔ عشرت کا ایک معاملہ درپیش ہے۔ اللہ بدگمانیوں سے محفوظ رکھے۔ میں ہیجان بےخبر سوزا ہی سے پریشان ہوں۔ سب کو دعائیں۔

اکبر الہ آباد۔ ۲۷ رمئی سنہ ۱۹۲۰ء

؁ اخبار رعیت میں حضرت کا ایک پرانا شعر ساون بیکا سے ابتہ ساون لگا تو ہم کو" چھپ گیا تھا۔

مکرمی۔ الحمد للہ کہ انفلوئنزا سے آپ نے نجات پائی۔ میری تحریرات سابق کا کچھ زیادہ خیال نہ کیجیئے گا۔ اوہام سوداوی بہت زیادہ ہیں۔ بیماری کے سبب سے حکام سے ملنا قطعاً بند ہے۔ تنہائی میں گزرتی ہے۔ کھانے پینے کا انتظام ٹھیک نہیں۔ آپ نے خود لکھا تھا کہ آپ کی بیکسی کا بہت خیال رہتا ہے۔ لیکن آپ بہت دور ہیں۔ اور مشاغل و مباحث میں غرق آپ کو مبارک ہو دل بوجھ اُتارنے کے لئے اخبار جاری ہے۔ وائے بر حال میرے مضامین دل میں جوش مارتے ہیں۔ مگر کس سے کہوں۔ ہاتھ میں لکھنے کی طاقت نہیں۔ بجز چھپ جانے کے امید اثر نہیں۔ آج میں نے دیکھا کہ نظم الہامی کا اشتہار چوتھے صفحے سے غائب ہے۔ غالباً اشاعت سابق کافی سمجھی گئی مجھکو کلکٹر لکھ چکے ہیں کہ شورش کرنے والوں کو منہ نہ لگایئے۔ لیکن علانیہ ایسا حکم کیوں نہیں جاری کیا جاتا۔ شوشل حالت کو برباد کرنا اور آپس میں رنج ڈلوانا ہے۔ سنا ہے پہلی جون کو یہاں کوئی جلسہ ہوگا۔ بہت لوگ جمع ہونگے۔ یہ تو یہ تو فرمایئے رعیت سے امید نفع ذرہ کی ہے یا نہیں۔ رمضان بعد ہو سکے تو دو چار دن کو آیئے۔ عبد الباری صاحب نے صحیح فرمایا کہ ہمارا ہادی قرآن پاک ہے۔ مجھ کو اپنا ایک شعر یاد آتا ہے ؎

جو پوچھا دل سے اس جینے کا کیا مقصود آخر ہے

شکم بولا کہ اس کی بحث کیا خادم تو حاضر ہے

پیٹ بڑا لیڈر ہے۔ چاہتا ہوں کہ خدا کے سوا کسی سے نہ ڈروں لیکن بیوقوف مشہور ہونے سے بھی ڈرتا ہوں۔ ممکن ہے کہ آئندہ میں نثر و نظم مضامین رعیت میں لکھوں۔ راقم نامہ نگار رہا اور کچھ ہو جیسی مکتب میں کب بٹھائے جائیں گے؟ بہتر ہے کہ حافظ بھی ہوں۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۹ مئی سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی - ویش بھائی نے مان لیا - اور اُن کے اعلان نے مجکو بھی خوش کیا - دونوں کو مبارک - آپ کے یہاں کیا ہو رہا ہے - رعیت کا کیا حال ہے - اس زمانے میں ملنا ہوتا تو خوب باتیں ہوتیں - تین دن سے یہ حالت ہے کہ معلوم نہیں ہوتا اچھا ہوں یا بیمار - اکبر - الہ آباد - ۲۹ مئی ۱۹۲۰ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ - افسوس ہے کہ اُس نظم نے طعن کی صورت اختیار کی وہ تو ایک لطیفہ تھا - مطلب یہ تھا کہ ترقی ہوئی خواجگی سے شاہی - لفظ رعیت نے یہ مضمون شاعرانہ پیدا کیا تھا - بہر حال میرا یہ مطلب ہرگز نہ تھا اور نہ ہو سکتا اور نہ ہونا چاہیئے کہ آپ مضمون نگاری اور اشاعت کتب و اخبار سے اعراض کریں آپ اپر کلاس کو اسی ذریعے سے اخلاقی اور روحانی تعلیم دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں - جو قابلیت خدا نے دی ہے اُس سے کیوں نہ کام لیا جائے آپ کا دل بفضل خدا نسبت درویشی اور انوار سلسلہ سے مالا مال ہے - وہی کافی ہے اِس زمانے میں وہ طالب نظر و سکوت کہاں ہیں - غربا اور عام معتقدین کے لیے کچھ تلقین بھی چلی جائے - بہر کیف غلط فہمی جو پیدا ہوئی ہے اس کو دور کیجیے - شروع سے ہی رعیت میں صوفیانہ تربیت طبیعت پر آپ کے مضامین ہیں - سنا ہے کہ یکم جون کو یہاں جلسۂ واعظین ہونے والا ہے - اگر گورنمنٹ کوئی حکم جاری کر دے کہ ملازمانِ سرکار ان لوگوں سے نہ ملیں تو بات صاف ہو جائے لیکن حکام در پردہ تو یہی چاہتے ہیں مگر صاف نہیں کہتے اور پھر بغیر استفسار ضرر رسانی پر آمادہ ہو جاتے ہیں - جیسا مسٹن صاحب نے کانپور کے معاملے اور آپ کے

لے اخبار ویش لاہور نے حضرت پر ایک اعتراض کیا تھا - اس کا جواب لکھا گیا - اڈیٹر نے تسلیم کر لیا اس کا ذکر فرماتے ہیں -

پر میرے اور بعض میرے احباب کے ساتھ کیا۔ لوگ عجب مصیبت میں ہیں اللہ تعالےٰ جلد نجات دے۔ میرے تو قریباً کل عنایت فرما اسی مد میں آ گئے ہیں۔ پھر لکھوں گا۔ واپسی خطاب پر اصرار کے فوائد ہنوز آشکارا نہیں ہوئے۔ جہاد یا صبر یک سوئی کا بیان تو کتابوں میں ہے۔ لیکن ہتیا چڑھانے اور ہنود بننے کے مصالح کہیں نہیں بیان کیے گئے اسی لئے غیر مسلم لیڈر کی ضرورت ہے۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۸ مئی ۱۹۲۰ء

ڈیئر خواجہ صاحب۔ ابھی پانچ بجے شام کو آپ کا کارڈ ملا۔ اطمینان ہوا کیا دیوان سنگھ صاحب وہاں نہیں ہیں۔ خدا آپ کی تاجرانہ[1] ہمت میں برکت دے۔ میں کیا رائے قائم کر سکتا ہوں۔ بہرکیف بازار کا رنگ دیکھتے رہنا چاہیئے۔ میں نے تو برہم کنٹھا والے خواجہ سے تعارف حاصل کیا تھا۔ بفضلہ وہ اب بھی موجود ہے۔ موت والا مضمون غالباً اول ہی پرچے میں تھا۔ خوب تھا۔ یہاں تو موت سامنے ہے مضمون کی کیا ضرورت۔ لیکن نیچر موجودہ کا اقبال زمانے کو بدل رہا ہے سنیاسی اور ووٹ بازی کا شوق۔ شیو۔ شیو۔ میں گھبراتا تھا کہ تل جاؤں لیکن طبیعت بدل گئی۔ بقول آپ کے اب غالباً وہ کوتاہ نظری اور گھبراہٹ نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو اُن کے لئے ایک دلچسپ منظر ہے۔ میں اپنی جگہ خاموش ہوں۔ کوئی آئے تو کیوں بھاگوں۔ کبھی حکیم صاحب سے آپ کا ملنا ہوتا ہے یا نہیں۔ سنا تو ہے کہ وہ بھی یہاں آنے والے ہیں۔ اگر رعیت تصوف کا بھی حامی ہو تو مضامین لکھ سکوں۔ گھر میں سب کو دعا۔ کیا آپ روزہ رکھ سکتے ہیں۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۳۱ مئی ۱۹۲۰ء

---

[1] روزانہ اخبار جاری کرنے کا مشورہ لیا تھا اس کا یہ جواب ہے۔

پیارے خواجہ صاحب - دو دن سے رعیت نہیں آیا۔ کیا معاملہ ہے۔
امید ہے کہ سب خیریت ہو۔ جب حالات موجودہ پر نظر کرتا ہوں تو شاعری کا
قافیہ بھی تنگ پاتا ہوں۔ مفر صرف اللہ ہی اللہ میں ہے۔ لیکن یہ بات ہمیں کہیں
اور ہمیں سنیں۔ اپنی خیریت لکھیے۔ عفت مآب مجلس خواتین نے آپ سے
مدد چاہی ہے۔ وہ پرچہ میں نے والدۂ عقیل کو بھیج دیا ہے۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۵ رجون سنہ ۱۹۲۰ء

جناب من۔ رعیت آیا۔ اطمینان ہوا۔ طبائع کا اختلاف دیکھیے۔ لکھنؤ
سے ماجد کمپنی نے ساقونیکا[1] کی داد دی۔ لیکن یہ مستند نہیں۔ آپ نے اپنی تصویر
خوب کھینچی۔ لیکن میں اس سے بہتر کھینچ سکتا ہوں۔ خیر دن گزر رہے ہیں۔ عمر
کٹ رہی ہے۔ گرمی شدید ہے۔
طریق عمل میں بڑی ابتری ہے۔ خدا جلد اصلاح کی صورت پیدا کرے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۷ رجون سنہ ۱۹۲۰ء

پیارے خواجہ صاحب۔ آپ نے مجھے گھمن[2] کا عاشق بنا دیا۔ ماشاء اللہ
کیا زبان، کیا بیان، کیا سین ہے۔
بھائی محمد حسین (وہی جو بہت جھک گئے ہیں) شدت سے علیل ہیں بمشکل سے

---

[1] اخبار رعیت میں ساقونیکا والے شعر پر اعتراض ہوا تھا۔ اس کا اشارہ ہے۔ اسی
پرچے میں حسن نظامی نے اپنا حلیہ لکھا تھا۔
[2] روزانہ اخبار رعیت دہلی حسن نظامی کی ایڈیٹری میں نکلتا تھا اور اس میں ایک
مشہور آدمی کا حلیہ بعنوانہ شائع ہوتا تھا۔ گھمن کا حلیہ حضرت اکبر کو پسند آیا۔ جو غیر
معروف، غریب، مگر نمازی مسلمان ہے۔

بولتے ہیں۔ یا دہا ب کبھی سنائی دیتا ہے۔ بظاہر مہمان نفس چند ہیں۔ اللہ ہم سب کی عافیت بخیر کرے۔
اکبر۔ الہ آباد۔ ۹ رجون ۱۹۲۰ء

ڈیر خواجہ صاحب۔ نماز میں جی نہ لگنے کا مضمون خوب ہے۔ جزاک اللہ میرا ایک شعر سن لیجئے ؎

یہ تو سچ ہے جی لگا کر چاہیئے پڑھنا نماز
یہ بھی سُن لو جی لگا کر سانس لینا چاہیئے

مضمون ایسا ہے کہ جہاں تک لکھئے گنجائش ہے۔ ابھی تو یہاں شدید گرمی ہے لیکن غالباً پانی برسا ہی چاہتا ہے۔ آپ سے ملنا ہو تو بہت مسرت ہو۔ ذہرہ دون میں ایک دولت مند بزرگ مدعو کرتے ہیں۔ لیکن میں سفر کے قابل نہیں ہوں۔ آپکو بے فکری کیوں کر ہو سکتی ہے۔ بہرحال خدا کا شکر ہے کہ کم ڈوموٹ ہر حالت میں آپ کے پیش نظر ہے۔ خودداری کا بھی خیال ہے۔ قلم سلامت رہے۔ دل کا بوجھ اُٹھا کرتا ہے۔ ہو سکے تو الہ آباد آ جیئے۔ مریدین بھی زیارت سے مشرف ہوں۔ میں نے سلیمان سے کہہ دیا کہ نماز والا مضمون سمجھ لے۔ محمد حسین میاں بدستور ظاہراً حالت نزع میں ہیں۔ خواجہ بانو اینڈ کمپنی کو دعائیں۔ اُن کے احسانات کو بھولا نہیں۔ ع

باز ہوائے چمنم آرزوست

حسین کی کیا عمر ہوئی ؟
اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۱۲ رجون ۱۹۲۰ء

جناب من۔ گھوڑا[۱] مر گیا۔ تانگا ٹوٹ گیا۔ کیا اچھے فقرے تھے مزا آ گیا۔

---

[۱] یہ خط بہت غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔ نثر میں نظم ہے۔ حسن نظامی نے لکھا تھا میرا گھوڑا مر گیا۔ تانگہ ٹوٹ گیا۔ اس کے جواب میں یہ موتیوں کا مینہہ برسا ہے۔ محمد حسین حضرت اکبر کے مکان میں رہتے تھے۔ خرچ حضرت کے ذمے تھا۔ فیرن کھاتے تھے۔ اللہ اللہ کا بھی شوق تھا۔ ۱۲

شکستہ حالی بحال۔ دانا کا خیال۔ فقر کا رنگ۔ طاعت کی امنگ اللہ ہی کے آگے ہاتھ۔ زندگی کے لئے دنیا کا زبانی ساتھ۔ درویشوں کا جتھا۔ حق حق اور برہم کتھا۔ خواجہ جیئں لاکھ برس۔ اللہ بس۔ باقی ہوس۔ محمد حسین میاں رات کوچ کر گئے۔ ساتھ کے کھیلے ہوئے تھے۔ ہمہ تن پرانا مضمون اوپر خدا، نیچے افیون۔ دل عبرت زدہ ہے دنیا غم کدہ ہے۔ بدھا کی آواز آئی کہ میرا سلام لکھ دیجئے۔ چھیدی میاں کہتے ہیں کمترین کا آداب۔ گرمی نے حواس کھو دیئے ہیں کیا کرنا چاہیئے۔ ہم کیا اور کوئی کیا۔ اللہ ہی اللہ ہے۔

طریقت والی نظم میں اضافہ ہوا ہے۔ چند اور اشعار کے ساتھ انشاء اللہ بھیجدونگا۔ گھر میں سب کو دعا۔ بھائی ساونیا صاحب کو سلام شوق۔ معلوم نہیں اب اُن کے ہاں گائے یا بھینس ہے یا نہیں اور آپ کو دودھ اور گھی اچھا ملتا ہے یا نہیں؟

اکبر۔ الٰہ آباد۔ ۳۰ ستمبر ۱۹۱۸ء

مکرمی سلمہٗ، خطیب میں تو کچھ نہ تھا۔ معارف کو اور افادہ کو لکھا تھا اطلاعاً صدائے برنخواست۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقیقت بات سمجھی گئی۔ مسز عشرت لکھنے والی بھتیں پر یاوا میں ناگہانی حادثہ پیش آیا۔ الزام دیا گیا ہے کہ بے پردہ نظر آتا۔ خلاف واقع کہا گیا ہے۔ اس کی تردید چاہیئے۔ مجھ سے تو چشم دید گواہوں نے کہا۔ دوسرے یہ کہ جو خطرات ساختہ پرداختہ والی نظم میں ظاہر کیئے گئے۔ وہ بے اصل اور شرمناک ہیں۔ اس کی تردید چاہیئے خواجہ بانو بھی رائے ظاہر کریں۔ ہاں تیسرا الزام یہ تھا کہ میں سختی کرتا ہوں۔ میں نے کہہ دیا کہ نہیں۔ اس سبب سے نہیں کہ بے پردگی کے نتائج بد ظاہر ہونے جاتے ہیں۔ یورپ خود آزاد ہونے سے نالاں ہے۔ لہذا خواتین کو

خود سمجھ آگئی۔ سختی کی کیا ضرورت ہے۔ اگر ضرورت ہو تو لکھا جائے ورنہ حوالۂ فطرت چند روز بعد کسی اور تقریب سے بحث چھڑ جائے۔ آپ کے کارڈ نے ذرا زندہ کر دیا ورنہ میں تو کم ٹوموت کی طرف ہوتا جاتا ہوں۔ ع

کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

ولی عہد ریاست پر باواں آپ کی کل تصانیف منگوانے والے ہیں بلہ

ا۔ ح۔ الہ آباد۔ ۴ر ستمبر ۱۹۱۵ء

پیارے خواجہ صاحب آپ نے میری غیبت میں غائبانہ حق اخوت اسلامیہ ادا کیا۔ اور ہمارے نوجوان جنگ جو دوستوں کو سمجھا دیا کہ وہ بہت ضعیف ہو گئے ہیں۔ تو تو میں میں نہیں چاہیئے۔ انہوں نے یہ کہہ کر جان بچائی کہ میں کچھ مزاحمت نہیں کرتا۔ "پرانی شاعرانہ نظمیں ہیں" جزاک اللہ۔ امید ہے کہ آپ کے دل میں بھی یہی ہو۔

درحقیقت وہ تحریر مجھ پر ایک ذاتی حملہ ہے جس کا مقابلہ میں نے حلم سے کیا اور صداقت کو نہیں چھوڑا۔ زیادہ طعن وظرافت ممنوع ہے۔ خانہ جنگی بری ہے۔ میں خود اس کے خلاف وعظ کرتا ہوں۔ یہ اثرات اور جانب سے آرہے ہیں۔ اس کے خلاف دعا کرنا چاہیئے۔ یعنی مغربی خواہشیں۔

آپ نے مجکو پرچہ بھیجدیا۔ عشرت میاں نے پرچہ بھیجدیا۔ میر منشی صاحب نے پرچہ بھیجدیا۔ اسی سے ظاہر ہے کہ میری ذاتی یا دسمجھی گئی۔

میری نظموں نے پردے کے جذبات نہیں قائم کیے۔ بلکہ قوم میں پردے کے جذبات سے میری نظمیں پیدا ہوئیں۔ قرآن اُن کا موید۔ تجربہ اُن کا سفارشی

لہ اخبار تہذیب نسواں نے حضرت کے اس کلام کی مخالفت کی تھی جو عورتوں کے بارے میں ہے

پردہ کہاں جاتا ہے اور میری نظموں کو کون مٹا سکتا ہے۔ ع

ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

فنا اور انقلاب سے مجبوری ہے۔ لیکن بڑا حصہ ہنوز محفوظ ہے۔ خدا محفوظ رکھے۔

سنا ہے کہ تہذیب نسواں نے ایسی تمہید لکھی ہے کہ گویا اُس نے فتح پائی کوئی پوچھے کہ میں نے بے پردگی کی کب اجازت دی۔ حق شعر گوئی سے کب دست بردار ہوا ؟ تعلیم و آزادیِ مغربی کی کب اجازت دی۔ ہمارے دوست ان باتوں کو پوچھ سکتے ہیں۔ اسی وقت مجکو بھی موقع ملے گا۔ میں نے چاہا تھا کہ تہذیب نسواں کو پھر لکھوں۔ لیکن سمجھا کہ آپ لوگ اس کو پسند نہیں کرتے اور میں نے خود بھی ناپسند ٹھہرایا۔ کیا عجب عشرت کی دلہن کسی پرچے میں کچھ لکھیں۔

بعد تحریر اس خط کے ایک خط سید سلیمان صاحب ندوی کا ملا بھیجتا ہوں بعد ملاحظہ واپس فرمایئے۔ بیگم صاحبہ بھوپال بھی پردے کی حمایت میں کچھ لکھ رہی ہیں۔ لیکن سید سلیمان صاحب کہتے ہیں کہ بے پردگی غالب آئیگی۔

مجکو اپنی ایک نظم یاد آئی جو حال ہی کی ہے۔ یعنے جب دسمبر گذشتہ میں سروجنی نائڈو صاحبہ مجھ سے ملیں اُس کے بعد کی ؎

اِدھر جوانوں کو ہے یہ سودا کہ سیر بازار اُنھیں کرائیں

اُدھر خواتین عصمت آرا ہنوز مست اپنی نوج میں ہیں

مگر یہ قیدِ حرم کہاں تک حجاب کے دن۔ نقاب کب تک

کہ گبرو ترسا کی لیڈیاں اب شریک واعظ کی فوج میں ہیں

اکبر۔ الہ آباد ۔ ۵ ستمبر ۱۹۱۸ء

ڈیر خواجہ صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ الحمدللہ کہ آپ کلکتے نہ جا سکے آپ اس کام کے لیئے نہیں بھیجے گئے۔

میں نے اپنا مضمون دیکھا۔ ایک حرف بھی واپس نہیں لے سکتا۔ واحدی صاحب کی غلط فہمی تھی۔

میں نے لکھ دیا کہ تہذیب نسواں کو تہذیب مسلمات ہونا چاہیئے۔ قرآن کو دیکھو۔ تعلیم کا مخالف نہیں ہوں۔ لیکن تعلیم مذہبی اور خانگی ہو۔ لکھدیا کہ شہادت کی بنا پر بے پردگی کی شکایت کی تھی۔

میرا یہ لکھنا کہ پرانی نظمیں ہیں۔ اس امر کے جواب میں تھا کہ بہت شوخی اور طعن سے نظمیں لکھی گئیں۔ میں نے لکھا کہ پرانی نظمیں ہیں اور حالات سوسائٹی کے مختلف ہیں کسی جگہ اُن کی ضرورت تھی۔ کونسی بات رہ گئی۔ لیکن میں نے اسی ترکیب سے لکھا کہ اُن کو تسلیم کر کے اظہار مسرت پر مجبوری ہوئی یا فقرے میں آ گئے۔ اُن کو کوئی کہہ سکتا ہے کہ کوئی آزادی نہیں تسلیم کی گئی پھر کیوں اظہار مسرت کرتے ہو۔ آپ کے خط نے جو اس کے ساتھ ہے اور تعلیمی نظم بھی اس میں شامل ہے۔ مطلب کو پورا اور واضح کر دیا۔ میں نے قرآن پر زور دیا۔ مسلمات کی تخصیص بتائی۔ تعلیم کو محدود کر دیا گھر ہی میں دیوی بنے رہنے کو کہا اور کیا چاہیئے۔

ہاں بیگم صاحب نے آخر میں لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کا جو ذکر کیا ہے اُس پر کوئی کچھ لکھے کہ کیا تم نے پردے کو دفن ہونا سمجھا ہے۔ یہ تو خدا نے تمہاری عزت بڑھانے اور تمہاری فضیلت کے لیئے تم کو پردے کا حق دیا ہے۔ کیا خوشی ہوگی کہ آیا کی طرح میموں کے پیچھے پھرو۔ اگر انقلاب مجبور کرے تو وہ صدمے کی بات ہوگی۔ نہ کہ ترقی تہذیب کی اور پھر عورتوں کے مدارج ہیں۔

واحدی صاحب کو یہ خط بھیجدیجیئے۔ چاہا تھا کہ انہی کو لکھوں لیکن معاملہ واحد ہے

حور بانو کی فاطمیت سے دل بہت خوش ہوتا ہے - خدا صاحب نصیب کرے - دعا کہد یجیے کاش آپ کے ساتھ وہ بھی آسکیں - والدۂ سید گونان سے بہت محبت ہے - کیا تہذیب نسواں آپ واپس چاہتے ہیں ؟
خواجہ بانو صاحبہ کو بھی دعا بیگم پور کے دن کے لیئے جائیں گی - کون ساتھ ہوگا ؟

اکبر حسین - الہ آباد - ۷ ستمبر ۱۹۱۸ء

میرا یہ کہنا کہ میں انقلاب کو نہیں روک سکتا - یہ اشعار صرف یادگار انقلاب ہیں - یہ معنی نہیں رکھتا کہ آصف جہاں صاحبہ کی دھمکی میں آگیا - یاؤر کے مارے اپنی رائے بدل دی یہ مسز ے کلیات حصۂ دوم کو اٹھائیے صفحہ ۸۳ میں چوتھا شعر ملاحظہ فرمائیے ؎

نظم اکبر کو سمجھ لو یادگار انقلاب
یہ اُسے معلوم ہے ٹلتی نہیں آئی ہوئی

یہ پرانا شعر ہے دیکھ لیا جائے کہ میری رائے یہی تھی اور ہے اور ہر سمجھدار آدمی اس سے اتفاق کرنے پر مجبور ہوگا - حصۂ دوم کے صفحہ ۷۶ میں چودھواں شعر یہ ہے ؎

اکبر دبے نہیں کسی سلطان کی فوج سے
لیکن شہید ہوگئے بیگم کی نوج سے

یہ محض شاعری ظرافت ہے - یہ شہادت کو مقبول عام ہے -

اکبر - الہ آباد - ۹ ستمبر ۱۹۱۸ء

میرے مکرم اللہ خوش رکھے آپ نے دونوں خطوں میں خوب امتیاز کیا - میں نے خود دیکھ لیا تھا - ایک شعاع ملکوت ، ایک دل کا سوت آپ نے بہت اچھا کیا کہ پوسٹل اسٹامپ واپس نہیں کیئے - وہ کسی مد میں نہیں ہیں - میں نے

احتیاطاً لکھدیا تھا کہ آپ نے دل سے کہا ہوگا۔ تصنع کا شبہ ہوتا تو لکھتا ہی کیوں صبح کے خط میں جن اشعار کا حوالہ ہے اُن سے بات صاف ہوگئی - آج زیادہ دردسر رہا۔ پھر خط لکھوں گا۔

آپ نے دیکھا کہ کلکتے کا جلسہ گورنمنٹ نے نہ ہونے دیا۔ ہاں ایک بات تہذیب نسواں کی نسبت لکھنی بھول گیا۔ یہ بھی اعتراض کیا گیا ہے جو کرتے ہیں مرد کرتے ہیں۔ عورتیں اُن کے تابع ہیں۔ جواب دینا چاہیئے کہ تم نے سچ کہا۔ لیکن یہ اشعار بھی مردوں ہی کو تنبیہہ کرنے کے لیئے لکھے گئے ہیں۔

تاریخ دوازدہ امام میں نے بدایوں سے منگائی تھی چار روپے قیمت تھی لیکن بالکل مایوس ہوا۔ صرف قصیدہ خوانی ہے۔ بہت تھوڑے حالات ہیں کہیئے تو بھیج دوں؟ آپ مفصل لکھیئے میں نے تو سیرۃ فاطمہ کو بھی بہت مفید نہ پایا۔

اکبر۔ الہ آباد - ۹ ستمبر ۱۹۱۸ء

پیارے خواجہ صاحب - اللہ سے ملے رہیئے - میری رائے میں پیر بھائی کو ابھی دل ہی میں رہنے دیجیئے۔ اُن کو مہمان بنا کر اپنے بار تعلق میں اضافہ نہ کیجیئے خیال بہت اچھا ہے بلکہ ضروری کہا جاسکتا ہے۔ لیکن مرزا بھائیوں کے حواس درست ہونے دیجیئے۔ مالی نقصان کا کوئی پہلو نہ ہو جب بھی یہی کہوں گا لیکن بہرحال آپ کا ہمدرد رہوں گا۔

حوادث کلکتہ کے متعلق کوئی خیال موزوں ہوا ہو تو آپ اس کو طلب فرماتے ہیں۔ میں آپ کو اس طلب کی داد دیتا ہوں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ صورت حالی بہت مشتبہ ہے دیکھیں آپ کی نگاہ نے کونسا رُخ اختیار کیا ہے میں آپ سے صاف کہتا ہوں کہ خاموشی کے ساتھ انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا

اور کوئی تحریک پیدا نہیں ہوئی - آپ نے کم تو موٹ کہا ہے کم ٹو گورنمنٹ ہاؤس نہیں کہا۔

جوش خاطر ایک طبعی چیز ہے - لیکن آپ کا سپاہیانہ رنگ نامعتبر ہے میں اپنا ما فی الضمیر شاید ادا نہیں کر سکا۔ [1]

بہرکیف اتنا ہی کہنا چاہیئے کہ ان واقعات کا بہت افسوس ہے - امید ہے کہ گورنمنٹ مہربانی سے کام لے - اور یہی دعا کرنی چاہیئے - اِھدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِیمَ۔

میں خوش ہوا کہ آپ کی بی بی بچے آپ کے مرید ہوئے - اللہ اس گھر پر برکت نازل کرے - ایک دن سب کی دعوت کر دوں گا آپ ہی اہتمام ہونگے کہکشاں کا بڑا اوج ہے لیکن ہم سے دور ہے - شریعت و طریقت والی نظم تیار ہے بھیج دوں گا۔

اچھا ہوا اقبال [2] کی بی بی نے توبہ کی بیعت کر لی - اب وہ چراغ سحری ہے

نیاز مند اکبر حسین - الہ آباد - ۲۶ ستمبر ۱۹۱۶ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ - ایک خط برادرم نواب شیخ احمد حسین خاں بہادر رئیس پریاواں کا ابھی آیا ہے - آپ کا ذکر خیر بھی ہے - آپ کا روز افزوں تقرب قلوب محل مسرت ہے مجکو اپنا یہ شعر یاد آیا ؎

اللہ کو جگہ دو تم اپنے دل میں اکبر — اللہ خود ہی دے گا تم کو جگہ دلوں میں

---

[1] کلکتہ کے انگریزی اخبار نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توہین کی تھی اس پر وہاں فساد ہوا - حسن نظامی نے اخبار کے خلاف سخت مضامین لکھے - اس کا اشارہ اس خط میں ہے۔

[2] اقبال حسین حضرت اکبر کے بھانجے ہیں اُن کی بی بی نے مرنے سے پہلے حسن نظامی سے بیعت کی تھی۔

نواب صاحب نہایت قابل اور دانشمند اور منتظم اور خالی از زنانہ شخص ہیں
کل کے خط میں پیر بھائی اور کلکتے کی رہائی کی نسبت میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کو
سرسری سمجھیے۔ ممکن ہے کہ بعد غور اُس کے خلاف رائے قائم ہو۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۸ ستمبر ۱۹۱۸ء

پیارے خواجہ صاحب۔ عمریں گزریں آپ کا پتہ نہیں۔ بہر حال یہ اطمینان
ہے کہ آپ خدمتِ خلق میں مصروف ہیں۔
۵ اکتوبر سے ۸ اکتوبر تک بائیں پہلو میں ریاحی درد سے شدید تکلیف رہی
مسہل سے افاقہ ہوا۔ میں اپنی شکایات لاحقہ اور دردِ سر اور خفقان کے دوروں کو
بہت کچھ سمجھتا ہوں لیکن فطرت اُن کو کافی نہیں سمجھتی۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۵ اکتوبر ۱۹۱۸ء

جنابِ من۔ خواجہ بانو کی خیریت سے فالفور مطلع فرمائیے طبیعت کو
بے حد تعلق ہے۔ آپ کو اطمینان ہو تو مجھ سے ملیے۔ میں بہ سبب نادرستی مزاج
اور پریشانی دماغ کے اپنے دلی طریق سے بہت کم فائدہ اُٹھا سکتا ہوں۔ بیماری
اور موت یہاں بھی ہے۔ کہاں نہیں ہے۔ پیداوار اراضی کو نئے طریق ارتقائی
کے جنگ آوروں نے بے موقع اور بے حساب صرف کرکے ہوا کا اعتدال خراب
کردیا ہے۔ فطرت بہرحال اپنا حساب درست کرلے گی۔ فارسی صاحب کو سلام
شوق۔ میں ناقابل بیان تردداتت میں ہوں۔ ذرا حواس درست ہوں تو یکجائی
کی راحت حاصل ہو۔ آپ کے پیر بھائی صاحب پر کیا گزری۔ میں نے جس خیال سے
تامل کیا تھا وہ ایک لطیفہ ہے۔ کبھی سُنیے گا۔

نواب محمد اسحاق[1] صاحب مرحوم نے اچھی جگہ پائی۔ ہم کو بھی ایسی آرام گاہ کی امید دلا دیجیے تو حاضر ہو جاؤں۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲ر نومبر ۱۹۱۸ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ۔ عشرت میاں کا خط ابھی آیا اس میں لکھا ہے کہ نواب والی مانا و در جن سے اجمیر شریف میں ملاقات ہوئی تھی۔ انفلوئنزا میں انتقال کر گئے۔ عشرت میاں نے اور موتوں کی خبر بھی لکھی ہے اور آخیر خط میں لکھا ہے کہ زمانہ سکھا رہا ہے کہ زندگی پر بہت بھروسا نہ کرنا چاہیئے۔ میں خوش ہوں کہ اس عمر میں ان کو یہ خیال آگیا۔ لکھوں گا کہ جب پلیگ نہ ہو اس وقت بھی یہی خیال ضروری ہے۔ کاش یہ خیال دل میں اس قدر جاگزیں ہو کہ دنیاوی مصائب کی پروا نہ رہے اور خواہشوں کے نہ پورا ہونے سے جو ملال ہوتا ہے وہ نہ ہو ایک خط صبح کو بھیج چکا ہوں۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۲ر نومبر ۱۹۱۸ء

ڈیر خواجہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ الحمد للہ خواجہ بانو نے صحت پائی۔ آپ نے خوب لکھا کہ زندہ رہا تو آؤں گا۔ اس شرط نے آپ کی باخبری ثابت کی۔ زندہ باش۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۷ر نومبر ۱۹۱۸ء

پیارے خواجہ صاحب! ہمہ تن انتشار اور اس سبب سے ہمہ تن دعا ہو رہا ہوں۔ خدا آپ سے جلد ملائے کچھ بار دل اُترے۔ پورا بار دل تو جامۂ خاکی کے ساتھ اُترے گا۔ کل راجا میاں کی حقیقی بہن صغرا بی بی نے مئو بنا میں عرف

---

[1] نواب محمد اسحاق خاں صاحب مرحوم درگاہ حضرت محبوب الٰہی میں دفن ہوئے ہیں۔ اس کی نسبت لکھتے ہیں اور اپنی قبر بھی اسی درگاہ میں چاہتے ہیں مگر آہ کہ میری اور ان کی یہ حسرت پوری نہ ہوئی۔ حسن نظامی

چار دن علیل رہ کر انتقال کیا۔ تین بچے چھوٹے چھوڑے اُن کے میاں
اسسٹنٹ سرجن ہیں۔ نہایت شریف و نیک اللہ بچوں پر رحم کرے ہم
سب کو بہت صدمہ ہوا۔ یہ لڑکی زاہد میاں کی حقیقی سالی۔ میری حقیقی بھانجی
اور نہایت خوش مزاج اور ملنسار تھی۔ عشرت دورے پر ہیں۔ وہ خبر محض لغو ہے
جبرئی کسی کام سے عشرت کے پاس گیا تھا۔ کلن میاں کو اختلاج قلب زیادہ
تھا نواب صاحب اُن کو لکھنؤ لے گئے تھے طبی مشورے کے لئے اب واپس
آئے ہوں گے۔ اچھا ہوا خواجہ بانو درویش خانے میں آ گئیں۔ درویش خانے کی
خدا مجھکو بھی زیارت نصیب کرے۔

اک نعمت ہے اک جنت ہے فارغ ہو جو دل اندیشوں سے
کس طرح یہ نعمت حاصل ہو کر اس کی طلب درویشوں سے

خاکسار اکبر۔ ۲۴ نومبر ۱۹۱۸ء

حضور والا۔ خط لکھنے کو کاغذ اُٹھایا۔ اس پر حضور والا لکھا ہوا تھا۔ پہلے
خیال آیا کہ کاٹ کر معمولی القاب لکھدوں پھر کہا کہ یہ وقت اور بدنمائی کیوں؟
کاغذ بہتیرا، اور کاغذ لے لو۔ پھر دل نے کہا کہ خواجہ صاحب کیوں حضور والا
نہیں ہیں اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ اُن کو خدا یا حضوری حاصل ہے۔ جیسے
اللہ والا کہتے ہیں ہم اُن کو حضور والا کہیں میں اپنے دل سے خوش ہوا۔
اس وقت عشرت سلمہٗ کا خط دورے پر سے آیا ہے۔ ۲۳ نومبر کا لکھا ہے
انگریزی میں ہے۔ ایک فقرے کا ترجمہ آپ کو سناتا ہوں۔
"میرے شیعہ ہونے کی خبر سے زیادہ کوئی خبر لغو اور مہمل اور غلط نہیں ہو سکتی۔"
میں نے اقبال کو لکھا ہے کہ وہ پرچہ جس میں تم نے یہ خبر پڑھی مجھ کو بھیج دو۔

خواجہ صاحب بلا کسی اندیشے کے پر یاد ان تشریف لے جا سکتے ہیں۔ اقبال کا جواب آئے تو خواجہ صاحب کو لکھوں۔ اگر درحقیقت ایسی خبر دروغ چھپی ہے تو میں نہایت زور سے اُس کی تردید شائع کرونگا اور میں اس کا تفحص کرونگا کہ اس خبر کا مصنف کون ہے۔ میں اس قسم کی بات کو دبا دیا نہ چھوڑوں گا۔"

سُن لیا آپ نے عشرت کا خیال۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۵ر نومبر ۱۹۱۸ء

مکرمی زاد لطفہٗ۔ جنوری میں تو شدید سردی شروع ہو گی اور ۲۰ر فروری تک رہے گی۔ لحاف لپیٹ کر ریل پر بیٹھ جائیے۔ ہاں وہاں کے پبلک جلسوں میں دلچسپی ہو تو ضرور دل خوش کیجیے۔ خوشی سے صحت بڑھتی ہے۔ میں تو ہیجان سودا سے معذور ہو جاتا ہوں ورنہ کب کا دہلی میں ہوتا۔ اب بھی ارادہ باقی ہے۔ اللہ راست لائے۔ لیکن بعد فروری۔ دنیا سے بہت دل برداشتہ ہوں باوجود اس کے آپ سے ملنے کا مشتاق ہوں۔ یا تو یہ سبب ہے کہ آپ کا بھی دلی تعلق اسی عالم سے ہے یا میری خامی ہے۔ جو کچھ ہو۔ خلوص محبت کا اقتضا یہی ہے کہ ملنے کو دل چاہے۔ خدا ایسی خواہش کی عمر زیادہ کرے بہت معنی خیز اور حکمت افروز مکالمت کی امید ہے حسین کا حال سُنکر انبساط ہوا۔ اللہ تندرست رکھے۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۴ر دسمبر ۱۹۱۸ء

مکرمی۔ ممکن ہے کہ مسلم لیگ کو آپ کی شرکت سے کچھ فائدہ پہنچے۔ اگر ایسا ہو تو شرکت ضروری ہے۔ لیکن جنوری میں سردی سخت نہ ہو جائے گی بہر حال اپنی خیریت سے مطلع فرمائیے۔ اکبر الہ آباد۔ ۹ر دسمبر ۱۹۱۸ء

مکرمی زاد لطفہٗ۔ میں نے لکھا کہ لیگ کو آپ سے فائدہ پہنچے گا۔ یہ سچ ہے۔ اگر وہ فائدہ اٹھانا چاہے۔ لیکن ایسا کیوں ہوگا۔ یہ کہتا ہوں کہ آپ کو فائدہ پہنچے گا۔ لیکن اظہار خیالات کے لئے دائرۂ معلومات وسیع ہوگا۔ لیگ تو ۳۰ یا ۲۹ تاریخ سے ہے۔ یہاں آنے کے لئے وقت کافی ہے بشرطیکہ طبیعت صحیح اور دل آمادہ ہو۔ خدا مجھے بھی حسین کی اللہ ہو سنوائے زندگی رہی تو مناسب موسم میں پوری فیملی کو لائیے۔ ایک کمپارٹمنٹ کر لیا جائے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۹ر دسمبر ۱۹۱۸ء

ڈیر سر! کل کیا آپ نے تو پرسوں بھی خط نہ لکھا۔ میں منتظر ہو گیا۔ اس کارڈ کو الزام یا تقاضا نہ سمجھئے۔ کیا حالات تعلقات مواقع خطرات مصالح امید میں پیش نظر ہے۔ کیا بیان کر سکتا ہوں۔ اللہ آپ کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۲ر دسمبر ۱۹۱۸ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ آپ مہمانوں کی خدمت میں مشغول اور لیسنس یافتہ کوشش ترقی قومی کے تماشائی ہونگے۔ افسوس ہے کہ پنڈت جی کا جلوس رہ گیا کل صبح کو شوکت علی صاحب محمد علی صاحب مجھ سے ملنے کو تشریف لائے میں بے خبر تھا صدہا آدمی بہت سے بیرسٹر ساتھ تھے۔ برآمدہ بھر گیا۔ لوگ باغ میں کھڑے رہے۔ دس منٹ ٹھہرے ہونگے۔ اس ہنگامے میں میں کچھ نہ سمجھا کہ کیا باتیں ہوئیں۔ دعائے خیر لے کر رخصت ہوتے رامپور گئے۔ خدا اُن کو نیک اور مقبول بندوں میں داخل کرے۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۶ر دسمبر ۱۹۱۸ء

پیارے خواجہ صاحب۔ احتیاطاً وہ تحریر اُسی دن کردی گئی تھی۔ تبخیر سوداوی کے دورے اکثر ہو جاتے ہیں۔ جو اسباب انتشار طبع جمع ہو گئے ہیں ایسی حالت میں وہ شدید تر محسوس ہوتے ہیں۔ اصلی علاج تو صبر ہی ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۔ چاہتا ہوں کہ زندہ رہوں بھی تو زندگی سے چھپ کر زندہ رہوں۔ کیا مشکل آرزو ہے۔ گھر میں سب کو دعا۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ یکم جنوری سنہ ۱۹۱۹ء

ڈیر خواجہ صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ۔ میں نے جس آیت یا جن آیات کے معنے کی نسبت لکھا ہے وہ صرف طالب العلمانہ گفتگو ہے۔ اجتہاد یا افتا کا مدعی نہ سمجھیے گا۔ بہرصورت ہم کو طلب مغفرت چاہیئے۔ اللہ کے فضل کا امیدوار رہنا چاہیئے۔

قومی جلسے ختم ہو گئے ہونگے۔ امید ہے کہ آپ نے اپنا کام خیر و خوبی سے کرلیا ہو۔ میں عشرت میاں کے اصرار سے یہیں مقیم ہوں کیونکہ وہ دورے پر جاتے ہیں اور آپ کے معتقد یا امیدوار میاں ولی حسین پریاواں چلے گئے ہیں۔ یہاں کوئی نہ رہ جائے گا ورنہ قصد تھا کہ لکھنؤ جاکر کلن میاں کی عیادت کرتا نواب صاحب ان کی علالت کے سبب سے وہیں مقیم ہیں۔ جنون کا خلل معلوم ہوتا ہے۔ سُنا ہے فقرا سے بھی رجوع کر رہے ہیں۔ عشرت کہتے ہیں کہ نواب صاحب قریباً بے حواس لیکن بہت منتشر ہیں گھر بھر کو دعائیں۔ نید ھا اور سلیمان میرے ساتھ ہیں۔ آداب بجالاتے ہیں۔

خاکسار اکبر۔ پرتاب گڈھ۔ ۶ جنوری ۱۹۱۹ء

قرآن مجید میں محو تھا۔ پھر آپ کا خط ملا۔ اللہ میاں کی عربی حسن نظامی کی آرزو۔ یہ بھی اللہ کا دین ہے۔ ا۔ ح۔ ۸ر جنوری ۱۹۱۹ء

پیارے خواجہ صاحب! وہ فقرہ جو کارڈ میں لکھا بیساختہ قلم سے نکل گیا۔ لیکن بعد کو دل پر بار ہوا۔ شاید بے ادبی ہو۔ لہذا اُس کو چاک کر ڈالیئے اور اگر میرا وہم آپ کے نزدیک کچھ اصل رکھتا ہو تو دعائے مغفرت کیجیے۔ ایسے امور میں بہت مغلوب الاوہام ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ آپ کی تحریر بہت شگفتہ و دلچسپ تھی۔ اُن مضامین کے متعلق بہ شرط زندگی آئندہ خط میں کچھ لکھونگا۔ آپ نے بھی "باقی پرسوں" منتظر کر رکھا ہے۔ اکبر۔ پرتاب گڈھ۔ ۹ر جنوری ۱۹۱۹ء

میرے مکرم۔ خدا آپ کو تندرست رکھے۔ غالباً تلاوت قرآن کی برکت ہے کہ حواس میں ہوں ورنہ اندرونی اور بیرونی اسباب انتشار طبع مہلک نہ ہوں تو جنون انگیز ضرور ہیں۔

اُن صاحب کو کچھ قوت دی گئی ہے۔ اُبھارے گئے ہیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر شورش رفارم میں بے اعتدالی ہوئی اور چند نوخیزوں نے پبلک میں صلح کل اور شوشل آمیزش کا کھو کھلا اور ناپائدار رنگ دکھایا تو دوسری طرف مذہبی تعصب جو زبردست اور مقدس بڑے میاں کے لقب کا مستحق ہے مذموم کیا جائے گا اور فرق مختلفہ میں شدید جنگ شروع ہو گی۔ جس سے روشن ضمیر نوجوان بھی بالآخر نہ بچ سکیں گے۔ الا ماشاء اللہ خیر یہ تو ایک عام بات ہے۔ میں خود عجیب وقت میں ہوں۔ پبلک نے

فرض کر لیا ہے کہ میں بڑا محب قوم اور اول درجے کا رفارمر خواہ ہوں۔ حالانکہ میں قوم ہی کے وجود کو نہیں تسلیم کرتا۔ نہ رفارم کی طاقت ہے۔ میں نے لامذہبی اور تبدیل وضع کے خلاف قلم اُٹھایا تھا۔ نہ کہ گورنمنٹ کے خلاف۔

اس وقت آنریبل پنڈت موتی لال نہرو کا خط آیا ہے کہ قومی اخبار انڈپنڈنٹ (آزاد) انگریزی روزانہ پرچہ ۵ فروری سے نکلے گا اپنا فوٹو فوراً بھیجد بجیئے اور اشعار جن کا ترجمہ چھاپو نگا (اللہ بچائے) ادھر یہ حالت ہے کہ حکام اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے کہ میں اخبارات سے تعلق رکھوں اور نظمیں بھیجا کروں۔ معذرتیں کیا کرتا ہوں۔ اڈیٹروں کے تقاضے چلے آتے ہیں۔ عشرت کا تعلق ظاہر ہے اور میرا تعلق بھی پھر میری رائے بھی موافق نہیں ہے۔ میرا وعظ، قناعت، محنت، توکل، سکوت، عبادت ہے لیکن یہ نہیں سمجھ سکتا کہ رفتار فطرت کس جانب ہے۔ ہر شخص کو ہر شخص کو اپنی حد جاننا چاہیئے۔ میں نہ معین نہ مزاحم۔

الحمدللہ کہ آپ اچھے ہیں۔ غشی کیوں ہوئی تھی؟ دعا فرمایئے گا کہ اللہ تعالے امن میں رکھے۔ دل شکستہ کے ساتھ بقیہ زندگی حواس کے ساتھ بسر کر سکوں۔

میں اب ہرگز شہرت و نمود کا طالب نہ رہا۔ محل امن یہی ہے کہ سب بھلائے رہیں۔ اکبر حسین۔ پرتاب گڑھ۔ ۱۰ جنوری سنہ ۱۹۱۹ء

(واحدی صاحب کے نام)

عزیزم مکرم سلمہ اللہ تعالٰے۔ آپ میری بے پروائی پر محمول کرتے ہونگے

ہیں آپ سے ملنے کا مشتاق اور حاضر ہونے کا آرزومند رہتا ہوں۔ کوئی
دن نہیں گزرتا کہ یہ ذکر نہ آتا ہو۔ کروں کیا مجبوری ہے۔ وقت پر
سواری نہیں ملتی جب ملتی ہے تو وہ معذوری کا وقت ہوتا ہے۔ مستعار
کو دل نہیں چاہتا۔ خیال یہ ہے کہ شہر میں دو چار دس پانچ دن رہوں۔
آپ کے یہاں قیام میرے لئے قریباً نیچرل ہے۔ لیکن قضائے حاجت میں
شاید تکلیف ہو۔ مجھکو شب میں بھی پانچ چار مرتبہ ضرورت ہوتی ہے۔ علیحدہ
کھانا پکنے کا بھی انتظام ہے۔ نادرستی طبع نے ایسا آزاد نہیں رکھا کہ مہمان
بننے کی برکتوں سے فائدہ اٹھا سکوں۔ خصوصاً جب آپ جیسے فیاض طبع
میزبان ہوں۔ بہر کیف حاضر ہی ہونگا۔ پرسوں نواب حاجی محمد اسمٰعیل خاں
صاحب مجھ سے ملنے کو آنے والے ہیں۔ اس کے بعد انشاءاللہ بندوبست
کروں گا۔ آج میاں عزیز کو چند اشعار بتا دیتے ہیں کہ آپ کے پاس بھیجدیں
نظام المشائخ کے لئے۔ برادرم عارف صاحب کو بہت بہت سلام شوق۔

اکبر۔ الہ آباد

ڈیر سر لکھنا چاہا تھا۔ لیکن مکرمی کے ہوتے ہوئے اس ثقالت کی کیا
ضرورت، بہرحال سلمہ اللہ تعالیٰ یاد نہیں کہ آپ کو خط لکھا یا نہیں ذہن
کو انتشار رہتا ہے۔ شریعت و طریقت کی نظم انشاءاللہ دو ایک دن میں
بھیجدونگا۔ نقل لکھنے یا لکھوانے کی دیر ہے۔ زمین کے متعلق عشرت میاں
نے منظوری دی تھی۔ اُن سے پوچھنا چاہیئے۔ لیکن زیادہ تر میری ترنگ
تھی۔ میرا یہ حال کہ اس کو ثبات نہیں اس وقت امید فزائے ابھارا۔
اسی وقت خیال نادانی نے بجھا دیا۔ ہے تو بہت اچھا خیال عشرت میاں کو لکھیئے۔

لکھنؤ سے آپ کا شکوہ سُنا کہ بنی اُمیہ پر خواجہ صاحب کا ریویو مقابلہ مذہبی کے پہلو سے شورش انگیز ہے۔ میں نے دوسرا ایڈیشن دیکھا نہیں۔ نہ مجکو کچھ دلچسپی ہے۔ لیکن عشرت سے ذکر آیا تو اُنہوں نے کہا کہ میں خواجہ صاحب کو لکھونگا۔

پرتاب گڈھ والوں نے ستر اسّی روپے نذرانہ پیش کرنا چاہا تھا۔ لیکن آپ نے اچھا کیا کہ دامن بچایا۔ میں بہت خوش ہوا کہ ابن عربی کو آپ نے ندوے میں داخل کر دیا۔ خدا کرے وہ ایک بڑے عالم ہو کر زینت و فخر خانقاہ ہوں۔

کاش عقیل بھی داخل ہو جائیں۔ ابن عربی کی نگرانی کون کرے گا؟ زندگی رہی۔ سکت پائی لکھنؤ پہنچا تو ابن عربی سے ملوں گا۔ حور بانو کو دعا۔ خواجہ بانو صاحبہ کو سلام حسین و علی کو پیار اور دعا۔

نیاز مند اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۳ر اگست ۱۹۱۹ء

مکرمی۔ اللہ کے حفظ و امان میں رہیئے۔ بحث بنی امیہ کو میں عبادت میں داخل نہیں سمجھتا۔ اور مصلحتیں ہوں تو خیر ایک حد معقول تک جائز ہے۔ آپ کی تو اللہ سے لو لگی رہے۔ فنا پر نظر ہو۔ ارباب بصیرت کو آپکے ساتھ عقیدت و محبت رکھنے کے لیئے کافی ہے۔ الہ آباد۔ ۲۰ر اگست ۱۹۱۹ء

پیارے خواجہ صاحب چھ دن سے بستر پر پڑا ہوں۔ رگ رگ میں درد ہے دو دن سے نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔ بھوک نہیں ہے۔ زبان کا مزا خراب ہے۔ نزلہ ہوا تھا۔ کچھ بلغم سینے پر ہے۔ جوشاندہ پی رہا ہوں۔

اللہ شفا دے۔ حصہ سوم کی ترتیب ہو جائے۔ دو چار مہینے کا کام ہے۔
آگے اللہ کی مرضی۔ زندگی کا شائق نہیں ہوں۔ اس کی ضرورت بھی نہیں کسی
کی گود میں ہوں اور نہ کوئی گود میں ہے۔ چاہتا ہوں کہ وقتِ آخر آپ
موجود رہیں۔ اقبال صاحب کا بھی خط آیا ہے مجکو آپ کی تصنیف متعلق
یزید و معاویہ سے کچھ بحث نہیں ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے اخلاقی
حالت کے اعتبار سے یہ سب کچھ لکھا ہے۔ نہ یہ کہ مسئلہ خلافت و امامت
میں آپ نے مسلک شیعہ کی طرف داری کی ہو۔ اور کیا لکھوں۔ اکتوبر میں
آیئے اور زیادہ رہیئے۔ برن صاحب کی چٹھی آئی کہ مدت سے آپ نے
خط نہیں لکھا۔ کیا خدا کی شان ہے۔ استغنا عجیب چیز ہے اگرچہ میرا استغنا
کسی قدر مجبوری سے بھی ہے۔ ا ح۔ الہ آباد۔ ۲۶ اگست سنہ ۱۹۱۹ء

مکرمی۔ انتظار تو آپ کا تھا۔ مگر آپ کا خط آیا۔ اللہ حور بانو اور حسین کو
شفا دے۔ یہاں بھی بہت لوگ مبتلائے بخار ہیں۔ مجکو اگر اللہ نے
کچھ دنوں کے لئے اور جلا رکھا تو یہی سمجھونگا کہ اپنے لئے جلا رکھا ہے جب
ایسا ہے تو آپ اگر توجہ کرینگے تو اللہ ہی کی طرف سے۔ پرسوں تو مجھ پر
یار تھا کہ مزاج پرسی والوں سے ملوں یا بات کروں۔ غذائے معمولی
ہنوز نہیں ہوئی۔ بسا اوقات کھڑے ہونے پر بھی قادر نہیں ہو سکتا چلوں
تو گر پڑوں۔ قبض و تبخیر کے سبب سے ایسا ہوتا ہے۔ ڈاکٹر نے نسخہ بدلا
ہے۔ آثار تو اچھے ہیں۔ میں آپ کو یہ خط خود لکھ سکا اگرچہ بار طبیعت
ہے۔ عیادتوں کا سلسلہ قائم ہے۔ میں پریشان ہوں صحت ہوئی تو
انشاء اللہ دہلی ہی کا رخ کرونگا۔ دیکھوں آپ کہاں تک ساتھ دے سکتے ہیں

دل تو آپ ہی کو ڈھونڈتا ہے مگر خدا کے لیئے۔ اللہ آپ کو اطمینان دے۔
اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۰ ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء

"ذرا اطمینان ہو تو حاضری خدمت کی کوشش کروں گا" یہ اگر یوں ہوتا کہ ذرا اطمینان ہو تو حاضر ہوں۔ تو ذرا اطمینان ہوتا۔ خیر جو اللہ چاہے گا وہ ہوگا۔ ہم سب مجبور ہیں۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۱ ستمبر سنہ ۱۹۱۹ء

محبوب نیازمندان و مخدوم معتقدان سلمہ اللہ تعالےٰ۔ ابن عربی کو تو آپ نے ندوے سے اُٹھالیا تھا کیا پھر یہی تجویز ہوئی کہ پیارے میاں کے ساتھ لکھنو بھیجدیئے جائیں۔

ماجد میاں صاحب کا خط آیا کہ ۲۰ ستمبر (شنبہ) کو سید سلیمان صاحب اور دیگر احباب میرے مہمان ہونے والے ہیں۔ لہذا اگلے سنیچر یعنی ۲۷ ستمبر کو آسکوں گا۔ کیا اچھا ہو کہ خواجہ صاحب اُس وقت یا اُس وقت تک تشریف فرما ہوں۔

میں نہیں جانتا کہ ۲۷ کو عشرت سلمہ یہاں ہونگے یا نہیں۔ غالباً رئیس دلہن محرم کرنے پریاواں چلی جائیں۔ بہر حال ۲۰ ستمبر کو یعنے پرسوں انشاءاللہ عشرت آئیں گے تو فیصلہ ہوگا۔

یہاں نوح صاحب آئے ہوئے ہیں۔ کل شاید واپس جائیں میری عیادت کو آئے ہیں۔ اکثر لوگ آپ کو پوچھتے ہیں کہ کب آئیں گے۔ دو چار صاحب شوق ملاقات ظاہر کرتے ہیں۔

اپنا حال کیا لکھوں۔ دواؤں کی تیزی کا تحمل دماغ سے نہ ہوتا تھا

کل سے دوا نہیں پی۔ تبخیر شدید سے صبح شام بے چین، دن بھر افسردہ رہتا ہوں۔ نماز میں بے تکلف قدرت قیام حاصل نہیں ہے۔ بہ نسبت پہلے کے ضرور کچھ افاقہ ہے۔ نصف پھلکا کھا سکتا ہوں۔ لیکن منہ کا مزا ہنوز خراب ہے۔ اللہ سے لو لگی ہے۔ آپ موت زندگی کے رد عالی شریک ہیں۔ آپ سے اُنس ہے۔ ورنہ آخر کار با خدا و خدا سے خدا ہی سے ہالا آخر کام پڑ جاتا ہے اے اکبر　نہیں ہوتا کسی کا کوئی اور رہو ہی نہیں سکتا بچوں کو دعا ہیں۔ کاش آپ بنبئی کو یہاں ہوتے۔ خدا کرے آپ بالکل تندرست ہو گئے ہوں۔ بغیر اس کے کسی طرح سفر مناسب نہیں۔ آپ کی زندگی بہت قیمتی ہے۔ اور بہر کیف صحت ہی پر شو شل لذتوں کا انحصار ہے

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۱۹ء

مکرمی۔ آج میں نے یزید نامے کو صفحہ ۱۳۹ سے یعنے آخر میں دیکھا۔ اس سے زیادہ ان حضرات پر کوئی کیا اعتراض کر سکتا ہے۔ میرا ہمیشہ سے یہی خیال ہے۔ مشورت بھی صحیح ہے لیکن کون سُنتا ہے۔ بہر حال گوشش بیدہ و شرے وارد۔ آپ پر احباب[1] کے اعتراضات ہیں۔ میں تو آپ کی زیادہ شکایت نہیں کر سکتا۔ جب وقت کو دیکھتا ہوں ملنے گا تو باتیں ہوں گی بنی امیہ کی تاریخ سے میں واقف نہیں کیا کہوں۔ کیا آپ پھر آنے کو تیار ہو سکیں گے۔ میں تو جناب اثیر کا عارف کامل سمجھتا ہوں۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء

[1] یزید نامے میں بنی امیہ کی مذمت کی گئی ہے۔ حسن نظامی کے سُنی احباب ناراض ہوئے حضرت کو شکایت لکھی۔ اس پر یہ فیصلے کا خط آیا۔

جناب خواجہ صاحب - اگرچہ بیماری نے دِوالا نکالا ہے لیکن جی چاہتا ہے دوالی میں پھر آپ آئیں - اور آپ کے دیدار سے سب کی آنکھیں خنک ہوں، ہمت تو نہیں کہ باندھنی چاہیئے کہ دہلی پہنچ جائیں - خدا قوت عطا فرمائے - ابھی تو میں اپنی معمولی حالت پر بھی نہیں پہنچا لیکن امید ہے کہ جلد ایسا ہو - پارسل کا شکریہ ادا کر چکا ہوں حسین کی خیریت سے جلد مطلع فرمائیے - ماجد صاحب آنے والے ہیں تین دن ہوئے خط آیا تھا کہ ہفتے عشرے میں آسکوں گا علیل ہو گیا تھا - ابن عربی خیریت اور خوشی سے ہونگے - آپ پشاور سے ہو آئے ہونگے - طمانچہ بروے یزید کا منتظر ہوں - دوالی دوالا فقرہ دوالی کے جوڑ پر لکھ دیا - بہر کیف ضرورت محسوس ہوئی تو خواہ مخواہ آپ کو محبت کھینچ لائے گی -

اکبر - الہ آباد - ۸ ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ - کل میں حیرت میں رہ گیا کہ حاذق الملک صاحب تشریف لائے - فرمایا بیٹھ نہیں سکتا - اکسپرس میں جا رہا ہوں - چند منٹ باقی ہیں رنگون سے واپس آ رہا ہوں - آپ کی علالت کی خبر سنی تھی اس لئے آپ کے پاس چلا آیا - اُن کے ساتھ ابن احمد صاحب بیرسٹر تھے اور دہلی کے ایک دولتمند ہندو تھے - میں نے اپنی معذوریاں ظاہر کیں اور کہا کہ دہلی آنا چاہتا ہوں - انہوں نے کمال شوق ظاہر کیا - اور بیساختہ فرمایا کہ میں حسن نظامی صاحب کو بھیجدوں وہ ساتھ آئیں - آپ کی دلچسپی ہوگی - میں نے جی ہاں کہہ دیا - برن صاحب کمشنر بنارس کلکٹر الہ آباد کے پاس آئے تھے مجکو لکھا تھا کہ ۱۷ ستمبر کو ساڑھے سات بجے صبح کو ملیں گا مسرت ہوگی - میں اپنی شکایت

بول و براز کے سبب سے تردد میں تھا لیکن بہرحال تیار ہوا۔ خبر آئی کہ سواری نہیں ملتی نہ ایکہ نہ تانگہ۔ نہ گاڑی۔ بلکہ سواری کو سڑک پر سے گزرنے ہی نہیں دیتے بعض مسلمانوں کو ہندوؤں نے سواری سے اُتار دیا۔ میں نے چٹھی بھیجدی کہ یہ حالت ہے کیونکر آؤں۔ صاحب نے افسوس ظاہر کیا لکھا کہ ملاقات کی اور تاریخ مقرر ہوگی جب آپ مل سکیں گے۔ یہ بھی لکھا کہ اس واقعہ پر آپ کچھ لکھیئے۔ میں اپنے دل میں کہتا ہوں کہ آپ تو خود مصنف ان واقعات کے ہیں۔ ان واقعات کے خود مصنف کا یہ مطلب ہے کہ ہندو مسلم اختلاف کے انگریز بانی ہیں۔ نیاز مند اکبر حسین۔ ۱۰ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء

مکرمی۔ حاذق الملک بہادر کے ذکر کا یہ مطلب نہ ہونا چاہیئے کہ اُن کے اہتمام میں اُن کے فرستادہ آپ تشریف لائیں۔ اور مجھ پر خواہ مخواہ ایک بار پڑے حکیم صاحب نے غالباً ایک اخلاقی پیرائے میں کہہ دیا تھا بھول بھال گئے ہونگے۔ اگر ذکر آئے بھی تو فرما دیجئے گا کہ وہ خود آنے والے ہیں۔ جب خط لکھیں گے حسب ضرورت مدد کو موجود ہونگا۔

اس میں شک نہیں کہ حاذق الملک صاحب کی میری جانب یہ کشش اُن کا شکر گزار بنانے کو کافی سے زیادہ ہے۔

آپ نے اپنے نوٹ میرے لطائف پر کسی پرچے میں لکھے تھے۔ ان میں کچھ اور اضافہ چاہتا ہوں۔ آپ ہی لکھدیں۔

ضعف مثانہ ہی کی شکایت نے بہت پریشان کیا ہے۔ خفقان و تبخیر سوداوی کا تجربہ تو سفر کے وقت ہو سکے گا۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۱ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء

مکرمی جناب خواجہ صاحب۔ تعجب ہے۔ تردد ہے۔ افسوس ہے کہ اس

عرصے میں آپ کا کوئی خط نہیں آیا۔ کچھ خبر نہ ملی کیا ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ جلد مطمئن فرمائیے۔ خدا کرے سب خیریت ہو۔ میری حالت بدستور ہے کئی خط لکھ چکا ہوں۔ آپ بیتی سب پڑھ لی۔ بہت خوب۔ خدا آپ کو خوش رکھے۔ آج عشرت میاں یہاں ہوتے ہوئے پرباواں گئے۔ آپ بیتی لینے گئے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۴ اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ء

مکرمی ایک خط صبح کو لکھا ہے امید ہے کہ پوسٹ کر دیا گیا ہو۔ آپ نے کیوں نہ پوچھا کہ دلی آنے کی کیا رہی۔ اگر یہ انتظار ہو کہ اعانت سفر کے لئے آپ بلائے جائیں گے تو بسم اللہ دیر کیوں۔ اگر رائے بدلی ہو تو اور ٹھکانا ڈھونڈھوں۔ یزید نامے کے آخر میں چند صفحات گویا میرے قلم سے آپ نے لکھے ہیں۔ اللہ آپ کو عزت و وقار سے رکھے۔ مطالب دلی بر آئیں لیکن مطلب دلی یہی ہونا چاہیئے کہ اللہ کے بندے مستحق جنت ہوں۔ خود بھی اور سب بھی دنیا کی بے رونقی باعث الم نہ ہو۔ امید آخرت میں دل مصروف رہے۔ خدا تندرست رکھے بڑی نعمت ہے۔

ا۔ ح۔ الہ آباد۔ ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء

آپ سے ملنے کو بے حد دل چاہتا ہے۔ میں نے اس سبب سے آپ سے ایفائے وعدہ کا تقاضا نہیں کیا۔ کہ خود ارادہ کر رہا ہوں آپ کی معیت بہت مدد دیتی۔ لیکن خدا جانے راہ میں کیا اتفاقات پیش آئیں۔ آپ کا حرج ہو اس خیال سے خاموش رہا۔ اگر زیادہ توقف ہوا یا کوئی امر مانع

ملہ یزید نامے کے آخر میں شیعہ سنی کے ملاپ کی تحریک تھی۔

پیش آیا تو خواہ مخواہ تازگی دل کے آپ کو زحمت اٹھانی پڑے گی۔

اکبر حسین۔ ۲۷ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ خدا آپ کو تندرست کر دے۔ بہت سی امیدیں آپ سے وابستہ ہیں۔ میں تو رات دن ہر گھنٹے پر پانچ۔ سات منٹ تکلیف میں مبتلا رہتا ہوں۔ درد سر کے درد سے الگ رہے۔ جبر سے

یہ عمر کب تک غا کرے گی زمانہ کب تک جفا کرے گا

مجھے قیامت کی ہیں امیدیں جو کچھ کرے گا خدا کرے گا

انشاء اللہ بہ شرط زندگی و درستی ہوش و حواس ہفتے عشرے میں نیت سفر دہلی باندھوں گا۔ اس کا پورا ہونا اللہ کے ہاتھ ہے۔ درگاہ آگرے سے آپ کا بلاوا ہوا ہے۔ کچھ تو یہ بات ہے کہ ہر گروہ کو خیال جمعیت پیدا ہوا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ آپ کی روز افزوں شہرت و وقعت نے دلوں کو آپ کی طرف مائل کیا ہے۔ گھی کی زحمت اس وقت نہ اٹھایئے اگر توقف ہوا اور ضرورت ہوئی تو لکھوں گا۔ یہاں مکھن منگاتا ہوں۔ پونے تین روپے سیر گھی نکل آتا ہے۔

الحمد للہ بچوں نے صحت پائی۔ اپنی خیریت لکھتے رہیے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۳۱ر اکتوبر سنہ ۱۹۱۹ء

ڈیر خواجہ صاحب۔ گاندھی صاحب کی توجہ نے مجکو اندیشہ ناک کیا۔ لیکن آپ کیا کریں آپ کی خواہش تو تھی نہیں۔ اگرچہ اب یہ ایک تماشائے جائز بنایا جاتا ہے اور مولوی صاحب کی جے، خواجہ صاحب کی جے تسکین

کے لیئے کافی ہے - وہی حد ہے - انڈریوز کون بزرگ ہیں تثلیث کی
تکمیل کے لیئے یا اور کچھ ؟ ۱ اکبر حسین - الہ آباد - ۱۴ نومبر ۱۹۱۹ء

پیارے خواجہ صاحب - کیا خبر آپ کے کیا ارادے ہیں - مجھ کو بھی
دست اندازی کا حق نہیں ہے - مجھ پر جو تکلیفیں گزریں وہ بہت سخت
تھیں - آج چھبیس۲۶ دن کے بعد نصف روٹی کا پھلکا کھا سکا ہوں ورنہ
صرف حریرہ پی سکتا تھا - طبیعت کسی قدر بحال ہے کل کی خبر نہیں ابھی نماز میں
قیام نہیں ہو سکتا - میری طاقت صحت ہی میں کیا تھی لیکن جو کچھ تھی - کیا عجب
ہے کہ غذا شروع ہو جائے پھر وہ جلد عود کر آئے - ڈاکٹر صاحب کی دوائیں
مضر نہیں ہوئیں لیکن اُن کی تیزی دماغ بلکہ کل اعضا کو سخت تکلیف پہنچاتی
رہی - اب جہاں تک ممکن ہے اُس سے احتراز کرونگا -
اکثر لوگ پوچھ رہے ہیں کہ خواجہ صاحب کب آئیں گے - میں سمجھتا ہوں
کہ آپ وہاں خود اپنی علالت اور بچوں کی بیماری سے پریشان ہو گئے -
اور میری طرف سے آپ کو کچھ اطمینان بھی ہو گیا - کہ ابھی مرنے میں دیر ہے -
یہاں ایک عورت جانکی بائی شہرہ آفاق ہے - میری بے حد معتقد ہے
میں نے کبھی اجازت نہ دی کہ مجھکو گانا سُنائے - کہہ دیا کہ عشرت کو سناؤ -
عشرت آج گئے انشاء اللہ سنیچر کو پھر آئیں گے - غالباً سنیچر کو شب کو
جانکی بائی اُن کو گانا سُنائے - ماجد صاحب کا بھی آنا قرین قیاس ہے -
لکھ چکے تھے - اب میں نے منظور کیا دیدی کہ ایسے وقت تشریف لائیں کہ

---

۱ مہاتما گاندھی اور پادری اینڈریوز حسن نظامی کے مکان پر ملنے آئے تھے اخبارون
میں خبر چھپی تو یہ خط آیا -

عشرت یہاں ہوں - اپنی خیریت جلد لکھیئے - بچوں کو دعائیں - اللہ نے مجکو توانائی دی اور میں نے دہلی کا قصد کیا - یہی دعا ہے کہ عافیت بخیر ہو - ربنا اغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیئاتنا وتوفنا مع الابرار -

الہ آباد - ۱۵ ر دسمبر ۱۹۱۹ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ - کارڈ مطلع نہیں کیا گیا تھا - تمام رات خلش رہی لیکن قیلولے میں خلل نہیں پڑا - آپ صاحبوں کی مہربانی تھی ورنہ اکسپریس میں رزرڈ نہیں کرتے - تمام راہ سخت درد رہا - لطیف و بامعنی ساتھی نہ ہونے کا خیال ہی نہ آیا - اوہام و خیالات بھی معطل تھے - صبح کو بالکل اچھا تھا آپ کی کرامت یا تو یے درویش خانے کی دعا کا اثر تھا - الحمد للہ بخیریت پہنچا - بخیریت ہوں - کچھ کاموں میں معروف ہوں - طویل خط نہ لکھ سکا لیمو کا پارسل آئیگا تو رسید لکھوں گا - اور شکر گزاری کروں گا - فرد حساب بھیجدیجیے - لحاف اوڑھ رہا ہوں - [1] اکبر - الہ آباد - ۲۲ ر دسمبر ۱۹۱۹ء

پیارے خواجہ صاحب - سید محمود صاحب کا خط دیکھا - الحمد للہ کہ یہ صاحب یاران طریقت میں ہیں - خدا یکجائی نصیب کرے -

آج میں عشرت سے ملنے پرتاب گڈھ جارہا ہوں - اُن کی بیوی بچے پرتاب گڈھ گئے انشاء اللہ دو تین دن میں واپس آؤنگا - یہاں سب لوگ آپ کے دعا گو اور مشتاق ہیں الحمد للہ کہ میں بھی آپ کی مدح کرنے کو اور آپ سے محبت رکھنے کو اور آپ کا اشتیاق رہنے کو باعث

---

[1] دہلی سے واپسی الہ آباد کا تذکرہ ہے - ۱۲

سرور خاطر پاتا ہوں۔ حافظ جی کو سلام شوق۔ حور بانو کو دعا۔
خواجہ بانو کے احسانات کو نہیں بھول سکتا۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۵ دسمبر سنہ ۱۹۱۹ء

مکرمی سلمہٗ۔ دیوان سنگھ صاحب سے ایڈریس خوانی کا حال سُنا
پہلے تو خوش نہ آیا لیکن تھوڑے سے تامل کے بعد فیصلہ کر لیا کہ آپ نے
غلطی نہیں کی۔ بلکہ وقعت قائم رکھنے کے لیئے یہی مناسب تھا۔ [1]

ادھر تو عزیزانِ دیں کا پرا تھا ڈیرہ سر کے آگے اُدھر کیا دھرا تھا

حافظ ابراہیم حسن صاحب کو سلام شوق۔ ماسٹر حسن عزیز صاحب پریس
اور مضامین کے شوق میں مست رہا کرتے ہیں۔ لیکن اب تار گھر میں بھی جانے
لگے ہیں کہ ماسٹریٹ کا کوئی ستون قائم ہو جائے۔ سیدھے اور بھولے
معلوم ہوتے ہیں۔ اللہ کامیاب کرے۔ بھائی سنو لیا صاحب کی خدمت
میں سلام شوق۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۱ر جنوری سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی مٹھائی کا پارسل پہنچے گا پیشگی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مجکو خبر نہ تھی
کہ دیوان سنگھ دہلی جا رہے ہیں۔ میں اُن کا یہ مطلب سمجھا کہ کلکتے سے
واپسی کے وقت یہاں نہ ٹھہریں گے۔ براہ راست دہلی جائیں گے۔
اس غلط فہمی کا بہت افسوس ہوا۔

سلیمان اور عزیز صاحب نے یاران طریقت کے ساتھ خوب
سنرہویں منائی۔ ماجد صاحب لکھتے ہیں کہ ۱۱ر جنوری کو میں آتا۔ لیکن

---

[1] جناب شوکت علی محمد علی صاحبان رہا ہو کر دہلی آئے تو ایک لاکھ آدمیوں نے
خیر مقدم کیا۔ حسن نظامی نے دہلی کی طرف سے ایڈریس پڑھا۔ اس کا ذکر فرمایا۔ ۱۲

سلیمان صاحب رام پور سے آرہے ہیں اور ۱۶ کو محمد علی صاحب شوکت علی صاحب کی آمد ہے لہذا اس کے بعد آؤں گا۔ سُنا ہے کہ خلافت کمیٹی نے ۲۱ اکیس کو الہ آباد میں بھی مدعو کیا ہے۔ ضروری تماشوں سے کون روک سکتا ہے لیکن ان صاحبوں کو اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے کہ مسلمان نماز پڑھیں۔ دیندار بنیں۔ صاحب لوگوں کو گاندھیت دکھانا سبحان اللہ لیکن عابد اور متقی اور عابد بننا اور بات ہے یہ دونوں بھائی تو بڑے عابد ہو گئے ہیں۔ خدا کرے پولیٹیکل کمیٹیاں ان کو بہت پریشان نہ کریں۔ اب تو وہ چلے گئے ہونگے ورنہ آپ یہ میرا پیام چپکے سے اُن کو پہنچا دیتے۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۲ر جنوری سنہ ۱۹۲۰ء

جناب خواجہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ پرچہ آفتاب ۱۲ر جنوری میں ظفر علی خاں صاحب کا مضمون دیکھیئے جس سے ظاہر ہے کہ وزیر اعظم برطانیہ نے دنیا کو عیسائیت کی طرف بلایا ہے اور کہا ہے کہ بغیر اس کے امن و امان قائم نہ ہوگا۔ اس کے متعلق میرا لطیفہ سُنیئے۔

امن امان قائم ہو گا جب جہنمی جہنم میں بند کر دیئے جائیں گے، بہشتی بہشت میں پہنچ جائیں گے یہ بات قیامت میں ہو گی۔ اس کے لیئے حضرت عیسیٰؑ کی تشریف آوری ضروری ہے۔ لہذا میں بہ عوض اس کے کہ دنیا کو عیسائیت کی طرف بلاؤں حضرت عیسیٰؑ کو دنیا کی طرف بلاتا ہوں۔ اس کے لیئے دعا کرتا ہوں۔ کہیئے آمین۔

(چاہا تھا کہ آفتاب کو یہ لطیفہ لکھ بھیجوں لیکن آپ خود بھی نقل کر سکتے ہیں)

خوب ہو کہ الہ آباد سے آپ اور سردار دیوان سنگھ صاحب روزانہ اخبار نکالیں۔

عزیز صاحب کو بھی میدان عمل مل جائے۔

میں صرف کبھی کبھی اپنی زندگی محسوس کرتا ہوں۔ ورنہ گم رہتا ہوں۔ بظاہر بیں تو رہتا ہوں۔ بے معنی ہے یہ کہیئے برہم کُنھا[1] میں حسین اور علی کو دعائیں آپ کیسے ہیں؟ ادھر کا کب قصد ہے؟ خاکسار اکبر۔ ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی خواجہ صاحب۔ تندرست رہیئے۔ ایمان سلامت رہے۔ مجھ میں نشاط زندگی اور امید فردا بہت کم ہے جو اس باتوں میں کچھ الجھا دیتے ہیں۔ لیکن نگاہ دل بہت بے تعلق ہے اور طرف دیکھ رہی ہے۔ پارسل پہنچا۔ لمپ خوشنما ہیں۔ تھینک یو۔ ایک چمنی ٹوٹ گئی۔

محبت قائم رہے۔ کیوں؟ اللہ کے لیئے ہی ملاقات ہے۔ ورنہ ملاقات وقت کا ضائع کرنا ہے۔ یا شوشل ضرورتوں کو پورا کرنا ہے۔ ٹیلیفون سے آپ کو آرام ملے گا۔ اگرچہ آج کل کون کس کی سنتا ہے۔

نیازمند۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۹ فروری سنہ ۱۹۲۰ء

ڈیر خواجہ صاحب۔ فی الواقع سردی ایسی ہوئی کہ ہر مبالغے کی گنجایش ہے۔ صرف چار لمپ پہنچے اُن میں سے ایک چمنی ٹوٹ گئی تھی۔ اب حسب ہدایت ایک ایک ہر ایک کو دیدونگا۔ بے چمنی والا اپنے حصّے میں سمجھوں گا۔

مسٹن صاحب یہیں پہنچ گئے تھے۔ جوئندہ یابندہ۔ نواب صاحب بھی الہ آباد پہنچ گئے تھے یاد اللہ ہوگئی۔

---

[1] حسن نظامی نے ایک مضمون برہم کنھا لکھا تھا اس کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲

آپ کلکتے نہ گئے اچھا ہوا۔ مفت کی زحمت تھی۔ لیکن میں خیال کرتا ہوں کہ یہ جلسے حسب مراد گورنمنٹ ہیں۔ ایک بات مصلحتاً ضروری ہے۔ اچھا ہے عالم اسلامیہ ممنون ہو جائے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۱۱ر فروری ۱۹۲۰ء

پیارے خواجہ صاحب۔ خواجہ بانو کو خدا خوش رکھے کہ میرا خیال رکھتی ہیں۔ لگا جبر کا حلوا مجکو ناموافق نہیں ہے۔ اگر اس کو بے انتہا ثقیل کرنے کا خاص اہتمام نہ کیا جائے۔ معمولی طور پر عمدہ دودھ گھی شکر میوہ ڈال کر جو بنتا ہے وہ مجکو مضر نہیں ہوتا۔ یہاں بھی بن سکتا ہے۔ لیکن وہ درویشانہ برکت دہلوی کہاں اس کے متعلق ایک عمدہ لطیفہ ذہن میں آیا کہ بڑا حصہ تو خواجہ بانو ہی کو مل جائے گا۔ یعنی اجر۔ البتہ بنانا اور اتنی دور سے بھیجنے میں زحمت ہے۔ لپ کی کچھ جلدی نہیں ہے۔ ہوائے سرد ہنوز دامن گیر ہے۔ خدا کرے آپ بہمہ وجوہ صحیح و تندرست رہیں۔ اگر میں جلد نہ آسکوں تو مارچ میں یہاں یا لکھنؤ یا دونوں جگہ تشریف فرما ہوجیے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۱۵ر فروری ۱۹۲۰ء

مکرمی۔ دہلی پولٹیکل شہر۔ آپ سرتاج۔ ایسے آڑے ترچھے فقروں سے اس مضمون کو دربار رس کر دینا آپ ہی کا کام تھا۔ دعوت اسلام کے[1] سبب سے اسلام بھی مرحبا کہے گا۔ زندہ رہیے اور آسیب روزگار سے محفوظ۔ دو دن سے احتباس ریاح و درد سر کی تکلیف میں مبتلا ہوں جو معمولی

[1] حسن نظامی نے ایک مضمون گورنمنٹ کو بھیجا تھا جس میں اس کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ ۱۲

حد سے زیادہ ہے آپ سفر سے کب واپس آئیں گے۔ ۲۰ فروری کو لاٹ صاحب نے گارڈن پارٹی میں یہاں مدعو کیا ہے۔ افسوس ہے کہ نہ جاسکوں گا۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۱۷ فروری ۱۹۲۰ء

پیارے خواجہ صاحب۔ امید ہے کہ آپ خیر و خوبی سے دہلی پہنچ گئے ہوں۔ تبدیل موسم نے اخلاط سوختہ کو ہیجان میں لاکر مجھکو زیادہ پریشان کیا ہے۔ ظاہراً اب بقیہ زندگانی اسی سلسلے کے نذر ہوگی۔ خیر کسی طرح قصہ ختم تو ہو۔ ہمارے لئے کیا ایسا دلچسپ قصہ ہے جس کے ختم ہونے کا افسوس ہو۔ گاجر کے گاف سے گاندھی مقصود نہ تھے۔ اتنی دور کیوں جائیں۔ گڑ مقصود تھا۔ یعنے حلاوت ہم کو اور اجیرن بنے والی کو اب اسکے دن گئے۔ معمولی غذا دشوار ہے۔

۲۹ فروری کو ڈاکٹر اقبال صاحب تشریف لائے۔ کسی مقدمے میں ضلع گیا کو گئے تھے۔ مجھ سے ملنے کو اس طرف گزرے۔ تین دن رہے۔ اُن میں میں نے بہت پولیٹیکل نشاط طبع پایا۔ دنیا بہ امید قائم۔ اب آپ کا پروگرام کیا ہے۔ اجمیر شریف کا قصد ہے یا نہیں۔ بچوں کو دعائیں۔ نیاز مند۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۵ مارچ ۱۹۲۰ء

کرمی۔ کمی قیمت[۱] اور عام اشاعت بلکہ عام اجازت میرا بھی مقصود ہے کبھی آیئے۔ عشرت کو سمجھا دیجیے مجھ سے اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ سیپہر کے بعد

---

[۱] حسن نظامی نے صلاح دی تھی کہ کلیات اکبر کم قیمت اور بکثرت شائع ہوں اور ہر شخص چھاپنے کا مجاز ہو۔ اس پر یہ لکھا نزع کا وقت بہت آسان ہوا۔ اسی کا ان کو اکثر فکر رہتا ہے۔

رعشہ کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔ حصہ سوم ہنوز غیر مرتب ہے۔ تقاضا
بہت ہے۔ دیکھیئے ختم کر سکتا ہوں یا نہیں۔ مجھکو اپنے نام کی اب کچھ پروا
نہیں۔ اللہ کا نام کافی ہے۔ سکون طبع خدا عطا کرے۔ کل میں کہہ رہا تھا
کہ دیکھوں مرض الموت کی کیا مدت ہوتی ہے۔ کون غمگساری اور خدمت
کرتا ہے۔ بیکسی کا عالم ہے۔ محمد حسین میاں کے منہ سے نکلا کہ بہت جلد
خاتمہ ہو جائے گا۔ آپ کیوں فکر میں ہیں۔ مجھکو نہایت مسرت ہوئی۔ بلکہ
ایک وجد کا عالم طاری ہوا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اپنی خیریت لکھیے
رہیئے۔ عشرت سے ملاقات نہیں ہوئی۔ آپ خود اُنہی سے پوچھیئے کہ اجمیر
شریف کا قصد ہے یا نہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ تیار نہیں ہو سکتے۔ مجھکو انہوں نے
جواب نہیں دیا۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۰ر مارچ ۱۹۲۰ء

پیارے خواجہ صاحب۔ نماز بہت ضروری چیز ہے۔ اُس کی سرپرستی
قرآن مجید کر رہا ہے۔ پیغمبر صاحب کا نام کر رکھا ہے۔ میری کیا بساط اور میرا
کیا علم ہے کہ اس منصب جلیلہ کو قبول کر کے تماشا ہوں۔ اگرچہ ان روزوں
تماشاہی کا زور ہے۔ آپ ملئے تو اس کے متعلق بحث ہو۔ حاجی اسمٰعیل خاں صاحب
مستعد القلم بزرگ ہیں اور ایسے کام میں صرف کرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے
لکھا ہے کہ آپ سے ملنے اور چند روز تک ساتھ رہنے کا آرزومند ہوں۔
بس۔ بائیس دن میں شاید آسکوں۔ ہنوز اُن کو جواب نہیں لکھا۔ ادھر
چلا آیا۔ زندگی رہی، حواس باقی رہے، یہی سمجھ رہی جو ابھی ہے۔ تو
الہ آباد پہنچ کر ان کو اطلاع دوں گا۔ مجھے تو یہ امید ہے کہ بے حواس ہو جاؤں
جب ہی آپ لوگ خبر لیں۔

ہم لوگ کس شمار میں ہیں۔ البتہ چاہتے ہیں کہ وقت کٹے بقیہ زندگی سہل ہو۔ اللہ مدد کرے۔ اکبر حسین۔ پرتاب گڈھ۔ ۲۵ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء

ڈیر خواجہ صاحب۔ معلوم نہیں آپ کہاں ہیں کیسے ہیں اس اثنا میں برابر علیل رہا پرسوں چوبیس ۲۴ گھنٹے تک سخت درد سر رہا۔ آج پھر شروع ہوا تھا۔ لیکن کم ہو گیا۔

لکھنؤ جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ ماجد میاں صاحب مجھ سے ملنے کو یہیں آ رہے ہیں۔ اُن کے ساتھ مولوی عبد الباری ندوی پروفیسر مدرسہ اسلامیہ احمد آباد گجرات جنہوں نے حال میں مذہب اور سائنس پر ایک کتاب لکھی ہے اور اس کو میں نے بہت پسند کیا۔ افسوس ہے کہ آپ سے ملنے کی اس وقت کم امید ہے۔ آپ ضروری کاموں میں مصروف ہونگے۔ نماز والے معاملے کا مجکو خیال ہے۔ حاجی اسمٰعیل خاں صاحب نے بھی آنے کو لکھا ہے۔ زندگی تو بہر حال مشروط ہے لیکن دماغ و دل کا کاموں کے قابل رہنا بھی ضروری ہے حسن عزیز صاحب کو عنقریب خط لکھوں گا۔ خواجہ بانو اینڈ کو کو بہت دعائیں۔ "بنائے جاتے ہیں بن رہے ہیں" میری یہ نظم آج کل یاد آیا کرتی ہے۔ اکبر۔ الہ آباد۔ ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی جناب خواجہ صاحب۔ اللہ تندرست رکھے۔ کارڈ پہنچا۔ مشغولیاں مبارک۔ میں ناتندرستی کے سبب سے لکھنؤ میں قیام نہ کر سکا پرتاب گڈھ میں دم لے کر الہ آباد آیا۔ سفر دہلی کیوں کر کر سکتا۔ گرمی تیز ہو گئی

ے حاجی اسمٰعیل خاں صاحب نے نماز کی تحریک شروع کی تھی اسکی طرف اشارہ ہے۔

سے پہر کو اضطراب اعضا سے گرفت قلم دشواری ہوتی ہے۔ توانائی ہو تو سفر ہی میں زیادہ وقت بسر کروں۔

امریکن پھر جفت[1] برہمن۔ اس دو آتشہ لیڈی نے صرف نیکی بدی کی تمیز کو حسن قرار دیا۔ یہ یورپین پالسی میں ہو سکتا ہے۔ ہم اگر معصیت کریں اور جانیں کہ یہ معصیت ہے لیکن اس کو مخفی رکھیں تو نفس لوّامہ سے کیوں کر بچیں اور جب اس اندرونی ملامت کی تکلیف رہی تو پھر حسن کہاں؟ بہر کیف خدا کا فضل چاہیئے۔ ہم ہر ساعت گنہگار ہیں۔ شاہ سلیمان صاحب سے میرا سلام کہیئے۔ میں اُن کا بہت مشتاق رہتا ہوں۔ افسوس ہے کہ میرے دو ایک خطوں کا جواب نہیں ملا۔

الحمد للہ کہ آپ نے بیماری سے نجات پائی۔ رعیت جب بادشاہ ہی کی طرف سے بے چین ہے تو آپ کیا فکر کر سکتے ہیں۔ خبر چند روزہ ایک شغل ہے۔ کچھ فائدہ ہو تو خوشی ہے۔ زندگی کی کچھ لذت اسی امید سے ہے کہ آپ سے ملاقات ہوگی۔ سلیمان اور بندھا دونوں اچھی طرح ہیں آداب بجالاتے ہیں۔ مشتاق قدمبوسی ہیں۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۰ را پریل سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالےٰ۔ کل خط لکھ چکا ہوں۔ امریکن لیڈی کی یہ بات پسند آئی کہ وہ آپ کی خدمت میں فال کھلوانے کو حاضر ہوئی۔ حکیم صاحب کا خط آیا۔ جواب لکھنا مشکل ہے۔ اشعار مانگتے ہیں۔

---

[1] ایک امریکن لیڈی جو برہمن سے منسوب ہیں حسن نظامی کے پاس آئیں اور کچھ علمی گفتگو کی اس کی نسبت حضرت کو اطلاع دی گئی تھی اس کا ذکر ہے۔

اس وقت میں کیا کہوں۔ واپسی خطاب پر بھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لوگوں کو چاہیئے کہ نماز واپس لیں۔ ڈاڑھی واپس لیں۔ عورتیں پردہ واپس لیں یوں اظہار رنج کریں ملت کا فائدہ ہے۔ اور کچھ گناہ نہیں۔ مشرق اور ہمدم کا کاغذ اور چھاپا ایسا بُرا ہوتا ہے کہ پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ رعیت کو اس خرابی سے بچائیے گا۔ سخت نزلہ ہوا ہے۔ کل کچھ لوگ جمع تھے۔ آپکی خانقاہ اور فیاضی کی مدح ہو رہی تھی۔ یہ ذکر تھا کہ وہاں برکت و انوار کا محل ہے۔ ایسا لذیذ دودھ یہاں یا کہیں نہیں ہوتا۔

الہ آباد۔ ۲۲ر اپریل سنہ ۱۹۲۰ء

پیارے خواجہ صاحب۔ ماتا پیتا والا شعر محض ایک بے گناہ لطیفہ تھا۔ معترض صاحب نے بدگمانی کر کے فقط اپنی کمزوری ظاہر کی تاہم میں نے معذرت کا عریضہ اُن کی خدمت میں اُسی وقت روانہ کر دیا۔ اس شعر کا ایسا پہلو تھا تو کسی اخبار نے اُس کو چھاپا کیوں، مضمون نگار نے بھیجا کیوں، مطلق خبر نہیں۔ ناک میں دم ہے۔ پوری بات منہ سے نہیں نکلنے پاتی نظر ثانی کا موقع نہیں ملتا اور وہ بات غرب سے شرق اور شمال سے جنوب تک جا پہنچتی ہے ظریفانہ پہلو۔ عقل طبعیوں کو بہت پسند ہے۔ بہرحال امید ہے کہ میرا معذرت نامہ اڈیٹر صاحب ونیش قبول فرمالیں۔

آپ کی مقبولیت پر آپ کو مبارکباد دیتا ہوں امید ہے کہ زر عطیہ امیر افغانستان میں ایک معتدبہ رقم آپ کی خانقاہ کے حصے میں بھی آئی ہوگی۔[۱]

---

[۱] وفد کابل سوری آیا تو اُس نے چار ہزار روپے حسن نظامی کو درگاہوں کی تقسیم کے لئے بھیجے تھے۔

امام صاحب خطاب واپس کردیں تو کیا حرج ہے۔ گورنمنٹ پر ظاہر ہوجائے گا کہ جبراً یہ بات ہوئی ہے۔ بہت جلد یہ باتیں داخل افسانہ ہو جائیں گی۔ لیکن ہم لوگوں کو سخت تر بلاؤں کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ ہمارا شہر الہ آباد بہت مقامات پر کھدنے والا ہے۔ نئے نقشے آبادی کے بن رہے ہیں۔ سردار دیوان سنگھ صاحب کو سلام شوق و اشتیاق ملاقات حسن عزیز صاحب کو دعا۔ اور آرزوئے ملاقات۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۵ ر اپریل سنہ ۱۹۲۰ء

ڈیر خواجہ صاحب۔ اللہ خوش رکھے۔ معلوم نہیں امام صاحب پر بالآخر کیا گزری۔ یہاں ایک مولوی صاحب بیباکانہ وعظ کہتے ہوئے دھر لیے گئے۔ ضمانت دینے سے انکار کیا۔ سال بھر کے لیے جیل بھیجے گئے۔ ویش حسب ارشاد آپ کے لکھدیا۔ لیکن میں نہیں جانتا کہ اُن اشعار میں کیا توہین کی گئی ہے اونٹ کا یہ کہنا کہ میں بھی عرب میں بے حد مفید جانور ہوں مجکو کیوں ذبح کیا کرتے ہو۔ دیکھو ہندوؤں نے گائے کو ماتا بنا رکھا ہے تم بھی میری تقدیس کرو باپ بناؤ۔ یہ صرف شاعرانہ اخلاقی لطیفہ ہے ویش بھائی کیوں خفا ہو گئے۔ ضبط و تحمل سے کام لیتے مجھ سے پوچھتے۔ میں نے اُن اشعار کو کبھی پاس نہیں کیا۔ معلوم نہیں کس نے کس اخبار میں لکھ بھیجا۔ اگر اشعار قابل اعتراض تھے تو اخبار والے نے چھاپا کیوں جو انگریزی تعلیم اور زمانے کے اثر نے طبائع کو بہت بے ادب اور بدگمان کر دیا ہے۔ میں تو اپنی تصانیف میں اسی قسم کے اشعار پاتا ہوں

قومی حالت میں ہندو اور تم یکساں کیا رنگ ہے پھر کہ ان کو بھائی نہ کہو

بے شک اس بات پر تعجب ہے بجا گنگا سے پلید اور اس کو مانی نہ کہو

کتارپور کے معاملے میں میں نے ایک حرف بھی نہیں کہا۔

افسوس ہے کہ شاعرانہ لطائف پرویش بھائی نے ایسا مورد الزام کیا اور ایک فضول بات کو وقعت دی۔ آپ میری یہ تحریر اُن تک پہنچا دیں۔ میں نے یہ اشعار اپنی بیاض سے خارج کر دیئے ہیں۔ میں پولیٹیکل رنگ کا مذاق تو کم رکھتا ہوں کیونکہ اپنا قانون ہی نافذ نہیں ہے۔ لیکن صوفیانہ رنگ میں ہندو فلاسوفی اور رہنود میلانِ طبع سے بہت مانوس ہوں۔ بارہا آپ سے اس کا ذکر کر چکا ہوں۔ ویش بھائی سے میں انعام کا طالب نہیں ہوں۔ بڑی بات یہی ہے کہ اُن کو رنج نہ پہنچے۔ بدگمانی نہ کریں معذرت چھاپ دیں۔ اعتراض واپس لیں۔ اُن کو ذرا زیادہ زمانہ شناس اور عالی ظرف ہونا چاہیئے۔ نیاز مندانِ قدیم کو چشم زدن میں ساقط کر دینا بڑائی کی بات نہیں ہے۔ صاحب لوگوں کا اقبال جو چاہے کرے۔ مجھ سے تو ایک صاحب فرماتے تھے کہ ان اشعار میں شیخ صاحب ہی کی ایک گونہ توہین ہے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۶ر اپریل سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی۔ آپ نے لکھ تو دیا کہ کمزوری کے سبب سے جواب طلب حصے کا جواب نہ لکھ سکا لیکن امید ہے کہ آپ کچھ نہ سمجھے ہوں گے کہ جواب طلب حصہ کونسا ہے جس کی طرف اشارت ہے اور مسکرا دیئے ہوں ۔ تین دفعہ پوچھا کہ حسین مکتب میں کب بٹھائے جائیں گے میں خیال کرتا ہوں کہ آپ نے دعا میں داخل سمجھا۔ بہر کیف کوئی مطالبہ نہیں ہے گرمی کی شدت

بڑھتی جاتی ہے اساڑھ تو وہی ہے جو ہوا کرتا ہے۔ ہم وہ نہ رہے جو تھے۔
نیاز مند مشتاق اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۱۴ رجون سنہ ۱۹۲۰ء

(واحدی صاحب کے نام)

ڈیر فرینڈ۔ خواجہ صاحب کی نئی تصنیف میں خبر دی گئی ہے کہ قیامت میں گیارہ برس باقی ہے کسی یورپین کی تحریر کا حوالہ دیا گیا ہے۔ مجکو اپنا ایک شعر یاد آیا میں نے ایک دوسری دلیل قرب قیامت کی پیش کی ہے ایک اور شعر بھی اس کے ساتھ ہے ؎

ہوش میں لائی ہیں اب مایوسیاں　　نشہ امید فردا ہو چکا
عشق سے کہدو قیامت ہے قریب　　حسن کا سننے ہیں پردا ہو چکا

(بے پرنگ کارڈ آج) ایک اور شعر یاد آیا ؎

سنی خبروں میں یہ خبر بھی ہے عجیب　　شیطان کو ارتقا نے دجال کیا

اس کی تائید بھی اسی تالیف سے ہوئی۔ شاعرانہ ایک خیال یہ بھی ہے کہ حسین کی عمر اس وقت تین سال کی ہے لہذا گیارہ سال قیامت کے باقی ہیں ایک پرانا مصرعہ یہ بھی ہے ع

ہے ملتوی قیامت تقسیم ایشیا تک

ممکن ہے کہ اس کی تکمیل کو گیارہ سال باقی ہوں۔
اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۶ رجولائی سنہ ۱۹۲۰ء

پیارے خواجہ صاحب یاد اللہ۔ کئی دن سے خیریت نہیں معلوم ہوئی۔ ماجد میاں صاحب اورنگ آباد دکن میں ہیں۔ ابھی خط آیا ہے۔

آپ کا ذکر خیر بھی ہے۔ اس خط سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ دونوں صاحبوں کو کیسی محبت میرے ساتھ ہے جس پر میں خدا کا شکر کرتا ہوں۔ ماجد صاحب علیل ہو گئے تھے لکھا ہے کہ پندرہ دن بعد لکھنؤ واپس آسکوں گا کیا عجب ہے کہ اس وقت تک آپ بھی تشریف لا سکیں۔ زندہ رہا۔ درد سر نے بہت بے حواس نہ کیا تو بعد عید میں بھی لکھنؤ جانا چاہتا ہوں حصہ سوم کے چھپنے کا انتظام کرنے کو ماجد میاں صاحب خود منتظم ہو جائیں اور پروف دیکھیں تو خوب ہے۔ پبلک کے تقاضوں کا خیال ہے ورنہ میں تو سیر ہو چکا ہوں۔ خود اپنی ہستی کا احساس یار ہے نہ کہ ساری دنیا کے تعلقات اس وقت مسلمانوں کو عظیم خطرات کا مقابلہ ہے۔ ع

اے قصہ گو نے بدر ضرورت حراکی ہے

پولٹیکل پہلو کو چھوڑ کر۔ روحانی مذاق کی حفاظت کے لئے جماعت قائم کیجئے۔　　اکبر۔ الٰہ آباد۔ ۶ر اگست سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی۔ آپ کے کارڈ نے ایک جان تازہ پیدا کر دی۔ ہم نشین موافق کہاں ملتے ہیں۔ خدا کرے رجسٹرار صاحب[1] جلد ملیں میں ایک غیر معمولی شدید دوران سر میں مبتلا ہوں موسم بھی خراب ہے جلد تشریف لائیے۔
نیاز مند۔ اکبر۔ الٰہ آباد۔ ۷ر اگست سنہ ۱۹۲۰ء

---

[1] مولوی نورالحسن صاحب الٰہ آباد میں رجسٹرار مقرر ہوئے اور حضرت سے تعارف چاہا حسن نظامی نے تعارف کرا دیا اس کا جواب ہے۔ مولوی صاحب صوفی مشرب آدمی ہیں۔

پیارے خواجہ صاحب۔ خدا کا شکر کیجیے کہ آپ کی زندگی مناسب اور غالباً مفید و دلچسپ کام اور خیال میں گزرتی ہے کچھ سلسلے کی برکت ہے کچھ آپ کی ذات خاص پر فیض فطرت کا پرتو ہے۔ نواب صاحب اگر تشیع و تسنن سے بالاتر ہو کر اپنے آپ کو عرف مسلمان کہتے ہیں تو اُن کو مبارکباد دینی چاہیئے۔ جب[1] اُنھوں نے صاف طور پر لکھ دیا ہے تو آپ اس کو شائع کر دیجیے۔ ایسا ہو تو ہم بھی اُن کی حضوری میں کھل کر سانس لے سکتے ہیں۔ آپ کو یہ کارڈ واپسی پر ملے گا۔ میں اتوار کو یہاں آیا۔ مدت سے عشرت کے لڑکوں کو نہ دیکھا تھا۔ اگرچہ حصہ سوم کی اشاعت وطبع کے لیے لکھنؤ کا قصد تھا لیکن اس وقت ملتوی کر دیا۔ موسم اچھا نہیں۔ لکھنؤ محرم میں مشغول ہوگا اگر زندہ رہا، قابل سفر رہا تو انشاءاللہ آخر ستمبر میں جاؤں گا۔ طبیعت روز بروز زندگی کی طرف سے بے تعلق ہوتی جاتی ہے۔ ہر روز دو چار گھنٹے امید زندگی فردا سے الگ ہو جاتا ہوں
اکبر۔ پرتاب گڈھ ۔ ۸ ۔ راگست ۱۹۲۰ء

میرے الطاف فرما۔ اللہ خوش رکھے۔ کل مولوی نورالحسن صاحب ملے لیکن اتفاقاً اُسی وقت نواب عبدالمجید خاں صاحب آ گئے۔ پھر ڈاکٹر سلیمان صاحب قائم مقام جج ہائی کورٹ اور ڈاکٹر ضیاءالدین صاحب پرنسپل علی گڈھ کالج اور دیگر حضرات تشریف لائے۔ خوب چہمی گوئیاں ہیں۔

---

[1] حضرت کے سمدھی خان بہادر نواب احمد حسین صاحب رئیس پریاواں کی ایک تصنیف پر حسن نظامی نے دیباچہ لکھا تھا اور اس میں ان کو شیعہ لکھا تھا۔ نواب صاحب نے اس کی اصلاح چاہی اس کی اطلاع ملی تو یہ خط آیا ۱۲

مولوی نورالحسن صاحب سے خاطر خواہ باتیں نہ ہوئیں۔ تاہم اوروں کے چلے جانے کے بعد وہ بیٹھے رہے۔ آدمی نیک اندرونی ہوش اور سنجیدہ ہیں۔ صورت سے نہیں معلوم ہوتا کہ انگریزی داں ہیں اور دو سو روپے ماہوار پاتے ہیں کسی دن ان کی دعوت کردوں گا۔ اس وقت تو میں نے دو آم قلمی اُن کی نذر کیئے۔ پھر آنے کے لئے کہہ گئے ہیں۔ آج سردی ہے۔ بارش کا سلسلہ قائم ہے۔ معدے کی حالت خراب ہے۔ امید ہے کہ آپ اب اچھے ہوں گے۔ نیاز مند۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۹ر اگست سنہ ۱۹۲۰ء

پیارے خواجہ صاحب۔ کل نماز مغرب کے فرض کی دوسری رکعت میں ایک سُرخ بھڑ نے بائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں اس زور سے کاٹا کہ سارے بدن میں درد اور تکلیف کی بجلی دوڑنے لگی خدا کی مرضی تھی کہ سلام پھیرنے تک میں نے صبر کیا۔ امام نے جب سلام پھیرا تو مٹی کے تیل اور تمباکو کی مالش ہوئی۔ ورم نے اپنا کورس پورا کرنا شروع کیا۔ نصف شب تکلیف رہی اب بفضلہ تخفیف ہے۔ ایسی تخفیف کہ سب کو تعجب ہے۔ کہتے ہیں کہ فرشتوں نے بچا لیا۔ میں کہتا ہوں کہ فرشتوں نے کاٹنے ہی کیوں دیا۔ حسن عقیدت کا یہ خیال ہے کہ کسی بیماری کی آمد تھی خدا کی طرف سے یہ آپریشن ہوگیا۔ خیر جو کچھ ہو۔ دنیا تکلیف کا گھر ہے۔ یہاں کی راحتیں دام فریب ہیں۔ امید فردا وقت ضائع کرنے کے لئے ایک نسخہ ہے۔ میں تو اسی سے خوش ہونگا کہ آپ الہ آباد آئیں۔ یہاڑ پر میں کہاں۔ حسین کو دعا۔ اُن کے مسکہ کھانے پر پیار آیا لیکن یہ بھی خیال آیا کہ آپ سے کہوں کہ جب تشریف لایئے آدھ سیر تازہ گھی خانہ ساز لیتے آیئے۔

تلک صاحب کا ماتم ہر جگہ ہو رہا ہے - ہڑتال پر ذہن میں یہ

لطیفہ گذرا ؎

میرا مرکز تو ہے بنیؔ تال ؏رف کیا تعلق ہے مجھے ہڑتال سے

یعنے بنی تال ہر آنر کا مقام ہے -

اگر ہم لوگ اس قدر نہ بلبلائیں، لارڈ جارج اور پوپ کے حضور میں رونا نہ رہیں تو ان کو اپنی دست درازیوں اور رفتاجیوں کا پورا مزا نہ ملے - اس تصور سے بہت افسوس ہوتا ہے - لیکن خدا ہی جانے کیا ہونا ہے - حوادث اپنا کورس پورا کر رہے ہیں - کل شام کو آنریبل رضا علی صاحب (شیعہ) ممبر کونسل آئے تھے کہتے تھے کہ وائسرائے کو جو ڈپٹس دیا گیا ہے صرف سنیوں کے اس پر دستخط ہیں - لیکن یہاں تو صرف ایک شیعہ ہی نے اس وقت تک خطاب واپس کیا ہے - یعنے آگرے کے آل نبی صاحب - میں نے کہا کہ درحقیقت یہ شیعہ ہی کا کام ہے کہ گورنمنٹ وقت کی پرواہ نہ کرے اور مستحقین کا طرفدار رہے خوب ہنسے - آپ نے اچھا کیا عشرت کو مبارکباد لکھدی - آپ کی محبت آہستہ آہستہ عشرت کے تصوف کو شریعت سے ملا دے گی - سب کو دعائیں - خواجہ بانو صاحبہ کی والدہ کیسی ہیں - لحاف تو واپس کرنے کو دل نہیں چاہتا - لیکن خانقاہ کا مال ہے - معاوضہ ضرور ہے -

اکبر - الہ آباد - ۱۱ ر اگست ۱۹۲۰ء

آپ کو مبارک ہو کہ آپ کے وعظ اور تہدید کا اثر ہوا اور شاہ سندھی نے

۱؎ سندھ کے ایک پیر صاحب کو گورنمنٹ نے نظر بند کر دیا تھا - حسن نظامی نے اس پر مضمون لکھا اور گورنمنٹ کو اس خطرے سے آگاہ کیا - تین دن بعد پیر صاحب رہا ہو گئے - اس پر حضرت نے یہ مبارکباد تحریر فرمائی -

رہائی پائی۔ خواجہ جی کی جے۔ الہ آباد۔ ۲۴ر اگست سنہ ۱۹۲۰ء

جناب خواجہ صاحب۔ آج عید قربان ہے۔ آپ کے مرید اور اُن کے ساتھ میں بھی کمال عقیدت اور محبت سے آپ کی خدمت میں اور خواجہ بانو صاحبہ کی خدمت میں سلام عرض کرتے ہیں۔ اور دعائے خیر چاہتے ہیں۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۶ر اگست سنہ ۱۹۲۰ء

حبیبی و مکرمی سلمہ اللہ تعالٰے۔ مجکو معلوم نہ تھا کہ آپ کو پھر بخار آ گیا تھا۔ الحمد للہ کہ خیریت دریافت ہوئی۔ آج صبح میں ایک گریجویٹ بدایونی سے کہہ رہا تھا کہ آپ کے مرید ہو کر سلسلۂ نظامیہ میں داخل ہو جائیں۔ کوشش و محنت سے خلافت حاصل کریں۔ آپنؔ میاں سے بھی یہ باتیں ہوئیں۔ بالفعل یہی طریق دلچسپ اور با امن نظر آتا ہے۔ جب ملئے گا تو باتیں ہونگی۔

پار سال اسی موسم میں میں بیمار رہو اتھا۔ ہر وقت ایک خلش رہتی ہے بہر حال زندہ ہوں عشرت کی عبارت آپ کو پسند آئی میں خوش ہوا۔ اُن کو بھی لکھا۔ ابھی پارسل پہنچا۔ یہ نفیس تحفہ دیکھ کر دل ہو گیا۔ بہت کچھ لکھتا مگر لکھ نہیں سکتا۔ کیا اخبار مشرق آپ کی نظر سے گزرتا ہے؟

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۷ر اگست سنہ ۱۹۲۰ء

محبی و مکرمی زاد محبتکم۔ حسین پر پیار آیا۔ دیکھنے کو جی چاہا۔ اللہ اچھی اٹھان اٹھائے۔ مکرم کرے۔ کابل؎ والوں نے آپ کی مدح کی مبارک ہو

؎ کابل کے اخبار امان میں حسن نظامی اور اخبار رعیت کی بہت تعریف چھپی تھی۔

قلم کے ڈبوتا تو آپ کے ساتھ تھے - اب علم کے ڈبوتاؤں کو بھی اللہ سر پر سایہ فگن کر دے - رعیت سے تو اب آپ نے تعلق کم کر دیا - عشق نے اس کو عقل و علم کے حوالے کر دیا - اگر ایسا ہوا تو زور بڑھ گیا - حسن جاتا رہا - لیکن میں کہوں گا - صورت سنور گئی - زندگی جاتی رہی - یہ سُن کر کہ انگریز ڈپٹی کمشنر صاحب کچہری قتل کر دیئے گئے بہت تردد ہوا ہے اللہ خیر کرے - خواجہ بانو کو دعا - حوریانوں کو دعا - خدا کرے اپنے آپ کو آپ کا بیٹے خانقاہ نظامیہ کا مہمان دیکھوں - لیکن ہر وقت یہ خیال مستولی ہے کہ مہمان دم چند ہوں - شاید یہ خیال اسی موسم کا مہمان ہو - لیکن آخر زندگی کہاں تک - نیاز مند - اکبر - الہ آباد - ۲۹ اگست ۱۹۲۰ء

کرم فرمائے من - امید ہے کہ آپ کا سفر خیر و خوبی سے پورا ہو - درویشانہ ہو - لیڈرانہ نہ سمجھا جائے -

اکبر - الہ آباد - ۳۱ اگست ۱۹۲۰ء

پیارے خواجہ صاحب - خدا آپ کو مع الخیر سفر سے واپس لائے - خواجہ بانو کے لئے شاید یہ پہلا وقت ہو گا - کہ ایسا لمبا سفر کریں - ڈپٹی کمشنر صاحب آپ سے خوش ہوئے اس کی خوشی کروں یا اس بات کا افسوس کہ پیر محبوب شاہ صاحب سے معافی مانگنے پر لوگ ناخوش ہوئے - اور رعیت کا فتوے بھی یہی ہوا - بہتر یہ ہے کہ خوشی بھی کروں افسوس بھی - میں تو معافی مانگ لینے کو اتنا برا نہ سمجھا جتنا اس بات کو کہ وہ اکھاڑے میں اترے ہی کیوں - بہر حال دعا ہے کہ اللہ رحم کرے - حق

یہ ہے کہ شدید مشکلات کا سامنا ہے - آدمی چپکا بیٹھا رہے - دنیا سے
غرض نہ رکھے تو کھائے کیا ؟ خدا کھانے کو دے بھی تو ہضم کیوں کر ہو -
اکبر - الہ آباد - ۳۱ راگست سنہ ۱۹۲۰ء

پیارے خواجہ صاحب - فاطمی دعوت اسلام کا شکر گزار ہوں - اس
محنت ، نیک خیالی دانشمندی کی داد دیتا ہوں - اللہ جزائے خیر دے
اکبر حسین - الہ آباد - ۸ راکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی خواجہ صاحب سلمہ اللہ تعالے - اطمینان ہوا کہ خواجہ بانو نے
لحاف مجکو دے ڈالا تھا تھینکس حسین کی لکنت زبان کی کچھ پروا نہ
کیجیے - انشاء اللہ اس کی آئندہ عظمت میں خلل نہ پڑے گا - دل لغزش
سے محفوظ رہے گا - یہاں ایک ڈاکٹر صاحب نے ہندی پڑھانا اس کا
علاج بتایا تھا - میرا دل تو اس بات پر جما نہیں - ہندو ڈاکٹر تھے - سمجھے کہ
شین قاف میں پیچ پاچ ہے - کا کھا گا گھا سیدھی راہ زبان کی ہے - کیا
ہندی میں لکنت نہیں ہوتی - یہ لطیفہ سُنیئے - گاندھی کے ساتھیوں میں
جو ہیں وہ نیک ہی ہیں - مہراج اور مہاجر کے حروف ایک ہی ہیں - لوگ
پوچھتے ہیں ان ہنگاموں کا کیا نتیجہ ہوگا ؎

یہ دھوتی سے یا ہر وہ پتلون سے غرض کس کو ہے آج قانون سے

شاید اچھا جواب یہ ہے کہ دنیا نتیجے کی جگہ نہیں ہے - نتیجہ آخرت
میں معلوم ہوگا - الہ آباد - ۱۶ راکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء

مکرمی دام الطافکم - دہلی کی طرف میرے دل کی کشش بدستور ہے -

آپ کے سبب سے لیکن ضعف روز افزوں ہے۔ حالات نہایت انتشار انگیز ہیں۔ اگرچہ بالآخر اسلام قبل قیامت فروغ پانے والا ہے۔ لیکن اس دور میں مسلمانوں کی تباہی کا خاتمہ ہنوز نہیں ہو چکا۔ اندیشہ ہے کہ افغانستان بھی مجبور کیا جائے۔ بہرکیف ہر مسلمان اپنی عاقبت بخیر ہونے کی فکر کرے۔ اتحاد و یک دلی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ بہت نہیں تو دو گروہوں میں یہ لوگ تقسیم ہو جائیں گے اور اب بھی یہی حال ہے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۳ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء

پیارے خواجہ صاحب۔ خدا خوش رکھے۔ حالات جو اخبارات سے معلوم ہوتے ہیں پریشان کرنے والے ہیں۔ حکیم اجمل خاں صاحب نے کئی خطوں کا جواب نہیں دیا۔ معلوم نہیں، خاموش رہنے والوں سے بائیکاٹ ہو گیا یا کیا۔ پارس واس صاحب کا کیا پتہ ہے؟

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء

جناب خواجہ صاحب۔ شاید آخر نومبر میں آؤں۔ شاید نے لذت امید کو کم کر دیا۔ شاید کو انشاء اللہ کے معنی میں پڑھنے کی کوشش کروں گا۔ میں بھی اس سرد مہری کو محسوس کرتا ہوں جو میرے مرد میدان دوستوں کو میری جانب سے ہے۔ حکیم صاحب نے کئی خطوں کا جواب نہیں دیا لیکن کیا کیا جائے بے طاقتی سے مجبوری ہے۔ ضرورت بھی نظر نہیں آتی۔ آپ ایک رنگ میں چمک ہی رہے ہیں۔ مرکز بنے ہوئے ہیں۔ کافی مشاغل موجود ہیں، پھر تبدیل حالت کیوں؟ جس سے جو ہو سکے کرے۔ میرا خط پہنچا ہو گا۔

علی گڈھ میں آپ نے کیا دیکھا۔ میں بھی اخبار میں دیکھوں گا۔ طاقت کی جولانیاں تو دیکھ ہی رہے ہیں ضعف کا ہیجان بھی دیکھئے۔

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء

ڈیر خواجہ صاحب لیکن ترک اتحاد عمل کے خلاف ہو تو ڈیر کو جانے دیجئے۔ مکرمی حبیبی خط پہنچا اطمینان ہوا۔ خدا آپ کو جلد تندرست کر دے اور آپ کی ملاقات سے شاد کام کرے۔ معمولی امراض کے علاوہ پانچ سات دن سے مجھکو اس قدر دوران سر رہتا ہے کہ اکثر چلنا دشوار ہوتا ہے۔ رداءت موسم سے اس کو منسوب کرتا ہوں۔ عشرت سلمہ کی ترقی ہوئی ہے۔ یعنے تنخواہ میں دو سو روپے کا اضافہ ہوا ہے۔ اُنہوں نے کچھ روپیہ خیرات کے لئے مجھکو بھیجدیا میں نے یہ تجویز کیا ہے کہ اس میں سے پانچ روپے آپ کے ہاتھ سے مساکین کو دیئے جائیں۔ دو دو آنے دیجئے تو چالیس کو ملیں گے لیکن چار چار آنے میں غالباً بھوکا سیر ہو کر کھا سکے گا۔ لیکن آپ کو اختیار ہے آٹھ آٹھ آنے دیجئے یا ایک ایک روپیہ یا جس کو جو مناسب سمجھیئے رسید سے مطلع فرمایئے۔ اپنی خیریت لکھیئے۔ ابن عربی کا مدت سے حال نہیں سُنا سب کو دعائیں۔

نیازمند۔ اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۶ ر اگست ۱۹۲۰ء

مکرمی۔ عزیز لکھنوی اور نواب حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب مصر ہیں کہ میری نظمیں پردے کے متعلق یک جا ہو کر شائع ہو جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ خواہ مخواہ بیگمات کے کوسنے کیوں کھاؤں۔ پردہ اکثر گھروں سے

اُڑ گیا ہے- میں نے تو صرف حالت زمانہ بیان کردی تھی- اصل بات تو یہ ہے

میاں ما بدلے تو بی بی کیوں نہ بدلیں- بہرحال اگر یہ انتخاب چھپا تو میری

معذرت بھی ہوگی-

دنی کو اہلِ دل سے خالی میں نہیں کہتا، خود آپ بڑے اہلِ دل ہیں

وہ شعر یاد بھی نہیں نہ داخلِ تصنیف ہے- البتہ پولٹیکل کہا ہے تو ہونا

ہی چاہیئے- اکبر حسین - الہ آباد - یکم فروری ۱۹۲۰ء

مکرمی- دو باتوں کے متعلق میں نے کچھ نہیں لکھا- شاید لکھنا چاہیئے

تھا- اطمینان ہوا کہ آپ نے حسین کے لئے خود کوئی سائیکل نہیں خریدی

تھی- مولوی صاحب نے بزور علم خوب تاریخ کہی- غور کے لئے پری

ان کو داد دیتا ہوں- لیکن شاعرانہ داد نہیں دے سکتا- مرد کے لئے

پری چہرگی کچھ خوب نہیں- مصرعے جو لگائے گئے ہیں پری چہرہ کے

ساتھ قافیے صحیح نہیں- بہرحال مولوی صاحب مستحق داد ہیں- خوشی کا

موقع ہے، بچے لگانے کی ضرورت نہیں آج نواب عبداللہ خاں صاحب

مجھ سے ملنے آئے تھے- بڑی اونچی باتیں ہیں- کہتے تھے خواجہ صاحب میرے

پرانے ملنے والے ہیں- کہتے تھے کہ آپ کا ایک شعر وائسرائے کے سامنے

پڑھا گیا ہ ۵

ہر گام پہ چند آنکھیں نگراں ہر موڑ پہ اک لیسنس طلب

اس پارک میں آخر اے اکبر ہم نے تو ٹہلنا چھوڑ دیا

عزت کے ساتھ قبول کیا گیا- اکبر حسین - الہ آباد - ۲۷ جنوری ۱۹۲۱ء

---

۵ حور با نوں کے لڑکے کی ولادت پر ایک صاحب نے تاریخ کہی تھی اس میں لفظ پری

چہرہ آیا تھا حضرت نے اس کے متعلق اظہار خیال فرمایا ہے-

براہ کرم فوراً مطلع فرمایئے کہ اس دن میں نے کے روپے کے نوٹ آپ کو دیئے تھے - ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو میرے ذہن اور ارادے میں تھا اس سے شاید کم تھے -

اکبر - الہ آباد : - ۸ رفروری سنہ ۱۹۲۱ء

پیارے خواجہ صاحب - تحریر حساب میں غلطی تھی - رفع ہو گئی - آپ زحمت تحریر جواب کارڈ نہ گوارا فرمائیں - آپ تو احمد آباد میں ہونگے - خدا مع الخیر واپس لائے - میں زیر علاج ہوں خدا جی لاموت ہے تیرے لئے حکم موت ہے شاہ نظام الدین دل گیر آنے والے ہیں - آپ کی موجودگی سن کر بے چین ہوئے کہ جلد پہنچوں - لیکن آپ ۱۴ رفروری کو آنے والے ہیں - بھائی سانولیا صاحب کو سلام شوق گھی کا بہت بہت شکریہ - بچوں کو دعائیں -

اکبر - الہ آباد - ۹ رفروری سنہ ۱۹۲۱ء

پیارے خواجہ صاحب - ابھی آپ کو خط لکھ چکا ہوں کہ آپ کا خط پہنچا - واحدی صاحب کا خط بھی آیا - حور بانو سے کہیئے کہ خدا کی رحمت کے فرشتے تم پر سایہ افگن ہیں - گھبراؤ نہیں تم بڑے درجے کی بیبیوں میں ہو - ہماری بہن تم کو یاد کیا کرتی ہیں - ہم لوگوں کو اپنے پاس سمجھو -

زمیندار کا یہ اندھیر دیکھیئے - دو تین اشعار ہیں مجھ پر بدگمانی ہے کہ پنشن کے لالچ سے چپ ہوں یا اُدھر سے سازش ہے -

میں تو چپ نہیں ہوں - پولٹیکل کبھی نہیں رہا - فلاسوفیکل صوفیانہ

سلہ الہ آباد سے چلنے لگا تو کچھ نوٹ عنایت ہوئے - دہلی پہنچا تو کارڈ آیا کہ کتنے نوٹ دیئے تھے - پھر دوسرے دن یہ خط آیا - ۱۲

طرز ہے۔ میرے مضامین کی اُن کو کیا خبر یا خواہ مخواہ کی کد ہے۔ عشرت
کہتے ہیں خموشی اولیٰ۔ اگر ابلیس کی گواہی پر فیصلہ ہو تو جنت غیر آباد رہ جائیگی۔
شاید میں لکھ چکا ہوں کہ اُدھر سے بھی تحریک ہے کہ طوفان بے تمیزی
کو روکو۔ میں یہ بھی نہیں کرسکتا۔ بیمار بھی بہت ہوں۔ چوبیس ۲۴ گھنٹوں
میں بیس ۲۰ گھنٹے تکلیف میں گزرتے ہیں عشرت کو قائم مقام سلسلہ نظامیہ
کردیجیے بلکہ عقیل کو بھی۔ خدا آپ کو ایمان دے۔

الہ آباد۔ ۳۰ مارچ ۱۹۲۱ء

مکرم من۔ سنا کہ حور بانو علیل ہیں اور آپ دہلی تشریف نہیں لائے
تعلق خاطر ہے۔ واحدی صاحب کو خط لکھا تھا ہنوز جواب نہیں آیا۔ آج
درگاہی شاہ آئے تھے۔ میں اپنے امراض میں غلطاں پیچاں رہتا ہوں۔
اُدھر بدگمانیاں بڑھی ہوئی ہیں۔
آپ سے ملنے کو دل چاہتا ہے۔ ماجد میاں دریا باد بارہ بنکی میں
اقامت گزیں ہیں خط آیا ہے۔ آپ کا ذکر ہے۔ تاریخ بزرگان سلسلہ
آپ کے قلم سے چاہتے ہیں۔ خواجہ بانو کیسی ہیں۔ بچوں کو دعائیں عشرت
پرتاپ گڑھ آ گئے۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۳۰ مارچ ۱۹۲۱ء

محبّ اکبر۔ اگرچہ اپنی شکایتوں میں غرق و مدہوش ہوں۔ لیکن
آپ کے متعلق امور میں دل لگا ہوا ہے۔ آپ کیا کرتے ہیں۔ حور کا کیا حال
ہے بچے کیسے ہیں؟ سلیمان چھ ۶ دن کو کہہ گیا تھا سولہ ۱۶ دن ہوئے نہیں آیا۔
خدا جانے کیا نیت ہے۔ عجیب خلجان میں مبتلا ہوں آپ کے متعلق بعض

دلچسپ باتیں مجھ سے اور بعض صاحبوں سے ہوئیں۔ ملنا مقدر ہے تو سُنیئے گا۔

اکبر۔ الہ آباد۔ ۸ راپریل ۱۹۲۱ء

پیارے خواجہ صاحب۔ شدت امراض نے حواس میں خلل ڈالا ہے۔ ایک دوست سوہاگ پور ضلع ہوشنگ آباد سے لکھتے ہیں کہ اگر لوگوں کو اپنی مجبوری میں مزہ آنے لگے تو مسئلہ تسلیم و رضا قلب پر اتنا گراں گزرے مجھکو بہت پسند آیا۔ رسالہ دین و دنیا کے لئے نذر کرتا ہوں۔ ان صاحب کا پتہ بتا دوں گا۔ میرے بھی دو ایک شعر سُن لیجئے ؎

مغرب کی خود پسندی کام اپنا کر رہی ہے　معنے اُجڑ رہے ہیں صورت سنور رہی ہے

ہم کو بھی ناز کیا ہے اپنا ہی ساز کیا ہے　زار و زبوں ہے تقوےٰ شیخی ابھر رہی ہے

منصور اگر ہے ہو اکبر محفوظ رہو آرام کرو　موقع کے مطابق بات کہو طاقت کے مطابق کام کرو

اکبر۔ الہ آباد۔ ۲۳ راپریل ۱۹۲۱ء

پیارے خواجہ صاحب۔ حور اب کیسی ہیں۔ میں زندہ ہوں، لیکن نشاط زندگی کی بے حد کمی ہے۔ سلیمان گیارہ دن سے رخصت ہو گیا ہے رحیمن بیمار ہو کر گھر چلی گئی ہے۔ احاطہ سنسان ہے۔ عشرت بلاتے ہیں۔ کس پر گھر چھوڑوں۔ ماجد صاحب نے دریاباد یا رہ بنکی میں سکونت اختیار کی لکھتے ہیں کہ ضرورت ہو تو الہ آباد یزناب گڈھ آؤں۔ درویشوں کا تذکرہ آپ کے قلم سے چاہتے ہیں۔ عزیز لکھنوی مجھ سے ملنے آئے تھے متعجب ہوئے کہ یا تو وہ چہل پہل اور چمک تھی۔ یا یہ سنّاٹا۔ میرے اس نئے شعر کی بہت داد دی ؎

انہی الفاظ سے اب ذہن خفتہ کو جگاتا ہے شریعت سر جھکاتا ہے طبیعت دل لگاتا ہے

لڑکوں کو دعائیں۔ آپ کا مشتاق

اکبر۔ الہ آباد۔ ۱۳ اپریل سنہ ۱۹۲۱ء

اللہ کے پیارے بندو! ساڑھے سات بجے کا وعدہ تھا۔ کل سے غل مچا رہا تھا۔ بی نیدھا نے بہت اہتمام سے دو چار ہانڈیاں پکائیں نو بج گئے۔ لئے بیٹھی ہیں۔ جھنجلا رہی ہیں۔ میں کہتا ہوں، پلاؤ مزعفر تو ہے نہیں، گوشت ترکاری، بورانی کی بات ہی کیا۔ لیکن دل میں کہہ رہا ہوں کہ ایسی وعدہ خلافی اور بے پروائی، چہ معنی دارد۔ قمر الدین صاحب کو تسلیم۔ [1]

اکبر حسین۔ الہ آباد۔ ۸ مئی سنہ ۱۹۲۱ء

(ماجد میاں کا خط حضرت اکبر کے نام)

جناب معظم۔ والا نامے کا شکریہ۔ انشاء اللہ دو تین ہفتوں میں قصد حاضری کا رکھتا ہوں جس وقت تک یہ صحبت نصیب ہو جائے غنیمت بلکہ نعمت ہے۔ آئندہ نسلیں اس صحبت کو حسرت سے یاد کرینگی، جیسے آج شیخ سعدی یاد کئے جاتے ہیں۔

یہاں قوالوں کا بڑا خاندان آباد ہے۔ ایک قوال ایسا ہے جو مدتوں شاہ محمد حسین الہ آبادی علیہ الرحمۃ و شاہ النغمات احمد ردولی علیہ الرحمۃ وغیرہ کی خدمت میں حاضر رہ چکا ہے اور اس جوار میں مشہور رہا ہے۔ اس کو میں نے جناب کی دو غزلیں یاد کرنے کو دی ہیں۔ ایک تو وہ "مجھے کیا خبر یہ ہے کیا اثر" الخ

[1] یہ خط مولوی نور الحسن سب رجسٹرار کے نام ہے۔ ۱۲

یہ غزل بھی اپنے رنگ میں فرد ہے۔ مجھے متفرق طور پر تو آپ کے عدہا شعر حفظ ہیں۔ لیکن مسلسل غزلیں حافظہ میں نہیں ورنہ اور زائد ان لوگوں کو دیتا۔ آخر، خسرو، جامی، عراقی وغیرہ جب اس قدر مقبول ہیں تو اکبر کے کلام کا سکہ کیوں نہ اس حلقے میں چلے۔ زیادہ آداب

ماجد۔ دریاباد۔ ۴ر جون ۱۹۲۱ء

(عبارت جو ماجد میاں کے خط پر حضرت اکبر نے لکھ کر بھیجی)

"آپ کے دوست ماجد میاں نے بڑی ترقی کی ہے، خدا کا شکر ہے۔ کل اُن کا خط آیا ہے ملاحظے کو کو بھیجتا ہوں، خدا اُن کو مبارک کرے اور منزل مقصود تک پہنچائے۔ مجکو بھی، آپ کو بھی، ہر بندۂ طالب کو سچ پوچھیئے تو طالب ہی ہونا مشکل ہے۔"

مکرمی دام مجدکم۔ مدت سے آپ کا خط نہیں آیا۔ جو بیانو کیسی ہیں میرے خطوط پہنچے ہونگے۔ اپنا حال کیا لکھوں، میری دنیا ہو چکی ہے، زندگی باقی رہ گئی ہے اُس کا بسر کرنا دشوار ہو رہا ہے۔ ع

بہے جاتے ہیں بے مقصود بحر زندگانی میں

امراض سے تکلیف ایک طرف، دنیا کی سرد مہری کا الم ایک طرف یارانِ موافق کا ساتھ نہیں، خادم ندیم ندارد۔ عشرت منزل کی ویرانی اور اپنی معذوری پیش نظر۔ ماجد میاں جولائی میں آنے والے ہیں، میں تو خود ہی یہاں عشرت میاں کا مہمان ہوں، مہمان نوازی کیا کرونگا۔ انبساط طبع کی امید ہے۔ آپ کب تشریف لا سکیں گے۔

آپ غفور شاہ صاحب حسامی وارثی سے آگاہ ہیں؟ اُن کے متعلق مجکو عجیب معاملہ پیش آیا ہے۔

ایک خط میں ایک فقرہ لکھ گیا ہوں، اختصار اور معنی کو دیکھیے۔ عشرت میاں چاہتے ہیں کہ آرام سے رہوں، خوش رہوں، لیکن آرام کی عمر نہیں خوشی کی عملداری نہیں۔ غالباً اس فقرے کو آپ لٹریری اور پبلک مال قرار دیں۔

اکبر۔ پرتاب گڈھ۔ ۱۶ / جون سنہ ۱۹۲۱ء

افسوس

مجموعۂ خطوط حضرت اکبر کی ترتیب میں جس قدر اہتمام کیا گیا تھا وہ سب اکارت گیا اور خطوط تاریخ وار مسلسل نہیں لکھے گئے۔ جناب کاتب صاحب ترک موالات کی جدوجہد میں ایک گورے کے ہاتھ سے زخمی ہوئے کئی مہینے آنکھ میں زخم رہا اس لئے خطوط کی اشاعت میں بھی غیر معمولی دیر ہوگئی۔ اور علالت چشم کے سبب کاتب صاحب تاریخ وار لکھ بھی نہ سکے جب میں نے کاپیاں دیکھیں اور جگہ جگہ خطوط کو آگے پیچھے پایا تو میرے رنج اور صدمے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ مگر اب اس کی اصلاح آسان نہ تھی۔ تمام مجموعہ مکرر لکھانا پڑتا اور خواہ مخواہ کئی مہینے کی دیر اور ہو جاتی۔ اس پر ایڈیشن نوجوں کا توں شائع کر دیا جاتا ہے۔ آئندہ اشاعت کے وقت اصلاح کردی جائیگی۔ ہر خط پر تاریخ موجود ہے ناظرین خود بھی سلسلے کو درست کرسکتے ہیں۔ از حد شرمندہ ہوں کہ اب طبع ثانی کے وقت بھی بینائی کی خرابی اور بیماری کے سبب اصلاح نہ کرسکا۔

حسن نظامی

آخری خط

رحلت سے چند روز پہلے جو خط حضرت اکبر نے لکھا تھا اس کی نقویر آخر میں درج کی جاتی ہے تاکہ ناظرین کو حضرت کی تحریر کا اصلی نقشہ معلوم ہو جائے اور وہ یہ ہے۔

الہ آباد ۲۷ اگست ۲۱ء

پیارے خواجہ صاحب۔ پھر آپ کا کوئی خط نہیں آیا طبیعت کو تعلق ہے

[بیوی بچے میرے] قصہ [تمامی] کا بارہ نہیں خواجہ صاحب سے کیا مشورہ ہوا۔ اس بارہ میں آپ نے

کیا خیال ہے انکو لکھ بھیجئے۔ اپنا حال کیا لکھوں جس قدر میں زندہ رہتے تنگ ہوں۔ زندگی کو

اس کا اندازہ نہیں ہے ورنہ میری ساتھ ہمدردی کرتے اور تقسیم ہو جاتی

اکبر حسین سب کو دعا سلام

بھارت اور پاکستان کے جن ہندو مسلمانوں کے پاس حضرت اکبر کے خطوط ہوں وہ مجھے بھیجدیں خطوط کے دوسرے حصے میں شائع کرونگا۔ حسن نظامی

مسلمانوں کی بے قدری

حضرت اکبر کے یہ خطوط پڑھنے کے بعد آج کل لوگوں کے دلوں پر کیا اثر ہوگا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ پاکستان میں حضرت اکبر کی اولاد موجود ہے۔ اور حکومت کے سب گورنر اور سب وزیر بزم اکبر میں شریک ہوئے تھے جبکہ پاکستان کے ایک وزیر نے یہ بزم قائم کی تھی مگر چرچہ چند روز میں ختم ہو گیا۔ اور ایک بڑی شورا شوری کے بعد ایسی بے عملی ظاہر ہوئی کہ میری وہ تیاریاں خاک میں مل گئیں جو میں پنڈت جواہر لال نہرو الہ آبادی سے کہہ کر دہلی اور الہ آباد میں بزم اکبر قائم کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا۔

درحقیقت بڑا الزام خود مجھ پر عائد ہوتا ہے کہ انقلاب ۱۹۴۷ء کے بعد میں نے الہ آباد جانے کی جرأت نہ کی۔ حالانکہ جو تعلق حضرت اکبر کو مجھ سے تھا اس کا تقاضا تھا کہ میں الہ آباد جا کر عشرت منزل میں بزم اکبر قائم کرتا اور بھارت کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کو یاد دلاتا کہ اکبر آپ کے ہم شہر تھے اور آپ کے والد پنڈت موتی لال نہرو سے ان کے بہت زیادہ تعلقات تھے اس لئے پاکستان سے پہلے الہ آباد میں بزم اکبر قائم کرنی ضروری تھی۔

مگر میں اپنے آپ کو جس قدر مطعون کروں درست ہے کہ میں نے کوئی کام نہیں کیا۔ خاص کر جبکہ کراچی میں بزم اکبر قائم ہوئی تھی۔ میرا فرض تھا کہ میں فوراً الہ آباد جا کر بزم اکبر قائم کرتا۔

یں مسلمانوں کو مطعون کیا کرتا ہوں کہ انہوں نے غالب کی قدر نہ کی۔ سرسید کی قدر نہ کی۔ نواب محسن الملک کی قدر نہ کی۔ نواب وقار الملک کی قدر نہ کی جنہوں نے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کی بنیاد رکھی تھی۔ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کو قائم کیا تھا۔

بے شک مجھے فخر ہے کہ میں نے اسلامی سلطنت کے آخری شہنشاہ بہادر شاہ کی اور ان کی حکومت اور ان کے خاندان کی دردناک داستانیں چودہ کتابوں میں لکھ کر لاکھوں کی تعداد میں شائع کیں۔ مگر غالب اور اکبر کے لئے کوئی ایسا کام نہ کیا جس سے ظاہر ہوتا کہ ان دونوں شاعروں نے ہندوستان کے مسلمانوں میں انگریزوں سے آزاد ہونے کی ایک روح پیدا کی تھی۔

بے شک اہل پنجاب نے ایک حد تک ڈاکٹر سر محمد اقبال کی شاعری کی قدر کی۔ تاہم اتنی نہیں کی جتنی بڑی خدمات اقبال نے مسلمان قوم اور ہندوستان کی انجام دی تھیں۔ اور پاکستان نام سب سے پہلے پیش کیا تھا۔

ہندو قوم مسلمانوں سے بدتر ہے

جس نے اپنے سب سے بڑے محسن مہاتما گاندھی کو خود قتل کر ڈالا۔

مسلمان قوم نے بھی ابتدا میں اپنے محسن اعظم محمد رسول خدا کے

نواسوں کو قتل کیا تھا مگر اس کے باوجود تیرہ سو برس سے ساری دنیا کے کروروں مسلمان ہر سال اس غم میں شریک ہوتے ہیں۔ اور رسول کے نواسوں کو یاد کر لیتے ہیں۔ لیکن ہندو قوم نے گاندھی جی کو قتل کرنے کے بعد ان کو فراموش کر دیا۔ یہاں تک کہ دہلی میں ان کی سمادھی پر بہت کم ہندو جاتے ہیں۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ جتنے مسلمان سمادھی پر جا کر ان کی عزت کا مظاہرہ کرتے ہیں ہندو نہیں کرتے۔

گاندھی جی کے قاتلوں کو بے شک سزا دی گئی لیکن سوال یہ ہے کہ ہندو قوم اور ہندو حکومت کے دلوں میں گاندھی جی کی کتنی یاد ہے۔

سردار پٹیل نے ہندو مسلمان ریاستوں اور زمینداریوں کو ختم کر دیا۔ مگر مذکورہ ریاستوں اور زمینداریوں کے ختم کرنے سے کوئی ایسا نتیجہ نہیں نکلا جس کی نسبت کہا جا سکے کہ راجہ نوابوں کو مٹانے سے ریاستوں کی رعایا کو یہ سکھ ملا۔

میرا تو یہ اندازہ ہے کہ ریاستوں کی گذشتہ حالت موجودہ حالت سے لاکھ درجے اچھی تھی۔

پاکستان میں بہاول پور اور خیرپور وغیرہ صرف گنتی کی چند ریاستیں تھیں لیکن ان کی حالت بھی گذشتہ زمانے کے مقابلے میں بہت خراب ہے۔

خاص بہاول پور جہاں عباسی نسل کے حکمران کو بے اختیار کیا گیا ہے وہ عباسی نسل جو اسلامی دنیا کی تاریخ میں عباسی خلافت

نام سے شہرہ آفاق ہے۔ اور میں نے انگریز گورنر کے ایک جلسے میں بمقام بہاول پور کہا تھا کہ انگریز حکومت بہاول پور کے نواب صاحب کے نسبی وقار سے بے خبر ہے۔ اور انگریز گورنر نے جلسہ ختم ہوتے ہی مجھ سے ملاقات کر کے نواب بہاول پور کی خاندانی عظمت برقرار رکھنے کی بات چیت کی تھی۔ مگر پاکستان کے کسی گورنر اور کسی وزیر اور کسی اخبار نے اس طرف توجہ نہیں کی۔

حیدر آباد دکن بھی اسلامی تاریخ کی ایک بڑی یادگار حکومت تھی لیکن انقلاب ۱۹۴۷ء کے بعد میں نے حیدر آباد اور بھارت اور پاکستان کے کسی ہندو مسلمان کو اس انقلاب پر افسوس کرتے نہیں سنا جس سے ظاہر ہوا کہ جو احساس یورپ اور امریکہ اور روس میں قدامت کے بڑے آدمیوں کی قدردانی کا ہے وہ بھارت اور پاکستان میں نہیں ہے۔

اکبر کی یاد دلوں پر نقش کرو

اس لئے میں اپنے مریدوں اور دوستوں اور ہم خیالوں کو تاکید کرتا ہوں اور اپنی اولاد کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اکبر کے کلام کی روحانی اور معاشی خوبیاں لوح پر نقش کرلیں اور ان کے کلام کو روزانہ پڑھیں۔

اس کتاب میں حضرت اکبر کے ہر خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اکبر کے کلام سے انگریز حکومت کس قدر ناراض تھی اور مجھے تین برس تک الہ آباد جانے اور حضرت اکبر سے ملنے سے اس لئے روکا جاتا تھا کہ انگریز حکومت کو شبہ تھا کہ اکبر اور حسن نظامی مل کر انگریزی حکومت کو زیر و زبر کر دینگے۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال اور حضرت اکبر

ان خطوط سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اکبر اقبال کی اس لئے قدر کرتے تھے کہ اقبال کی شاعری ساری اسلامی دنیا کو یورپ کی فتنوں کے خلاف

منحد کر رہی ہے۔ مگر جب اقبال نے مثنوی اسرار خودی شائع کی اور اس میں حضرت حافظ شیرازیؒ کی اس لئے مخالفت کی کہ حافظ نے تصوف کی حمایت کی تھی۔ اور اقبال تصوف کو جذبہ حکمرانی کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور میں نے اقبال سے ذاتی تعلقات کے باوجود ان کی اس مثنوی سے اختلاف کیا اور اخباروں میں اس کا چرچہ ہوا تو حضرت اکبر نے میرا ساتھ دیا اور اقبال کی مثنوی سے اختلاف کیا۔ تاہم ان خطوط اکبر سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اکبر تصوف کی حمایت کے ساتھ اقبال کے اقتدار کی سلامتی بھی ضروری سمجھتے تھے۔ چنانچہ ان کا یہ شعر اس کی گواہی دیتا ہے۔

حضرت اقبال اور خواجہ حسن　　پہلوانی اُن میں ان میں بانکپن
گر نہیں ہے زور شاہی کے لئے　　آؤ گتھ جائیں خداہی کے لئے

یعنے اکبر نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اقبال اسلامی حکومت قائم کرنے کا زور نہیں رکھتے اس لئے خواجہ حسن نظامی سے خدائی اور خودی کے لئے لڑ رہے ہیں اکبر پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اکبر نے اقبال کی اپنے کلام میں توہین کی ہے مگر یہ بالکل غلط ہے کیونکہ ان خطوط سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اکبر محض تصوف اور حافظ کی حمایت کے لئے اقبال سے ناخوش تھے مگر اکثر اشعار اور خطوط میں ظاہر ہوتا ہے کہ اقبال کے اثر اور اقتدار شاعری کی سلامتی چاہتے تھے۔ اکبر کو اقبال سے شاعرانہ رقابت نہ تھی۔ لہذا خطوط اکبر کے ناظرین بھی اکبر اور اقبال کی خدمات ملک و ملت کو موجودہ وقت میں ہر وقت سامنے رکھیں۔ خاص کر بھارت اور پاکستان کی حکومتوں کا فرض ہے کہ غالب اور اکبر اور اقبال کی سیاسی خدمات کو فراموش نہ کریں جن کی تاثیر سے ان کو انگریزی حکومت سے آزادی حاصل ہوئی تھی۔

حسن نظامی

خطوط اکبر کا تیسرا ایڈیشن

حضرت مولانا سید اکبر حسین اکبر الہ آبادی کے یہ خطوط آزاد ہندوستان کے دونوں حصوں بھارت اور پاکستان کے باشندگان کے لیئے ایک بڑی تاریخی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ حضرت اکبر انگریزی حکومت کے نوکر تھے۔ اور آخر عمر تک پنشن پاتے تھے مگر اسلام اور تصوف اور پرانی تہذیب کی حمایت میں رات دن اپنے نظم و نثر کلام کے ذریعے ہندوستان کو انگریزی حکومت اور انگریزی تہذیب کی خرابیوں سے بچنے بچانے کی تلقین کرتے رہتے تھے۔

میری عمر اسّی برس کے قریب ہوگئی ہے۔ بینائی کی خرابی اور مسلسل بیماریوں کے سبب پہلے بھی خطوط اکبر کے دو نو ایڈیشن بلحاظ ترتیب خراب شائع ہوتے تھے اور یہ تیسرا ایڈیشن بھی غلطیوں سے بھرپور ہے۔ لیکن چونکہ بھارت اور پاکستان میں اب یہ خطوط نایاب ہو گئے تھے۔ اس لیئے ان کے شائع ہوجانے سے مجھے بہت خوشی حاصل ہوئی ہے۔ اور اب میں اس کا دوسرا حصہ مکاتیب اکبر بھی شائع کرونگا جس میں مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی ایڈیٹر اخبار صدق کے نام خطوط ہیں اور یہ خطوط بھی میں نے مکاتیب اکبر کے نام سے شائع کئے تھے۔ مگر یہ بھی نایاب ہو گئے تھے۔

خطوط اکبر کا یہ مجموعہ جب بھارت اور پاکستان میں مسلسل تلاش کے بعد نہ ملا تو جامعہ ملیہ دہلی کے کتب خانے سے مانگ کر لیا گیا۔ جو پہلی اشاعت کے وقت میرے بڑے لڑکے خواجہ حسین نظامی نے جامعہ ملیہ کی لائبریری کے لیئے دیا تھا۔ اگر جامعہ لائبریری سے یہ مجموعہ

نہ ملتا تو خبر نہیں کہاں کہاں مجھے تلاش کی جد و جہد کرنی پڑتی
کلیات اکبر اور خطوط اکبر کی نایابی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ
بھارت اور پاکستان کے ہندو مسلمان انقلاب ۱۹۴۷ء کی پریشانیوں میں
اپنی سب دلچسپیاں بھول گئے تھے۔ اور جب پاکستان میں حکومت کے وزیروں نے
بزم اکبر قائم کی تو دونوں ملکوں میں اس کی بہت خوشی منائی گئی تھی۔

یوم اقبال

خطوط اکبر کا یہ تیسرا ایڈیشن اپریل ۱۹۵۳ء میں اس وقت شائع ہوا
کہ بھارت اور پاکستان اور بی بی سی لندن میں یوم اقبال منانے کی دھوم ہے
اس لئے مجھے یہ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اکبر بھی
اقبال کے قدردان تھے اور میں بھی اقبال کا قدردان ہوں اور
اقبال میرے بہت بڑے دوست تھے۔ مثنوی اسرار خودی اور
تصوف کی مخالفت کے سبب میرا ان سے اختلاف ہو گیا تھا۔ مگر اس اختلاف
نے میرے دل کو اقبال کی عظمت تسلیم کرنے سے محروم نہیں کیا تھا اور میں
ہر سال یوم اقبال کی مجلسوں میں شریک ہوتا ہوں۔
اور ان خطوط سے ظاہر ہوگا کہ حضرت اکبر بھی اقبال سے بڑی محبت
کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ مثنوی اسرار خودی کے سبب اقبال کے کلام کی
عظمت میں فرق نہ آئے۔
مہاراجہ سرکشن پرشاد مرحوم وزیر اعظم حیدر آباد دکن اور حضرت اکبر کی
خط و کتابت کا مجموعہ بھی میں نے ابھی حال میں شائع کر دیا ہے جو میرے
دفتر دہلی سے مل سکتا ہے۔

حسن نظامی



